عمران سیریز

بلیک زیرو

محترم قارئین

السلام علیکم

محترم قارئین۔ سلام مسنون۔ آپ جانتے ہیں کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا چیف ایکسٹو انتہائی پراسرار شخصیت کا مالک ہے۔ ایکسٹو کی آواز سنتے ہی صرف پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبران پر ہی لرزہ طاری نہیں ہوتا بلکہ دنیا بھر کے بڑے بڑے مجرم، مجرم تنظیموں کے چیفس اور سیکرٹ ایجنٹس بھی ایکسٹو کا نام سن کر کانپ جاتے ہیں۔ ایکسٹو کی پوشیدہ شخصیت کا راز پانے کے لئے دنیا بھر کی سرکاری و غیر سرکاری تنظیمیں ہمہ وقت کوشاں رہتی ہیں۔ لاکھوں طریقے آزما کر اور کروڑوں ڈالرز خرچ کر دینے کے باوجود بھی آج تک کوئی بھی ایکسٹو کی شخصیت کا راز نہیں جان سکا۔

محترم قارئین! پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ہر ممبر بے پناہ صلاحیتوں کا مالک ہے اور کارکردگی میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبران جب اس قدر صلاحیتوں سے مالا مال ہیں تو پھر پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف کو تو ان سے سپریئر ہونا چاہیے اور حقیقتاً ایسا ہی ہے۔

پاکیشیا سیکرٹ سروس کے تمام ممبران کی صلاحیتوں اور کارکردگی کو یکجا کر دیا جائے تو بھی چیف ایکسٹو کی صلاحیتیں اور کارکردگی ان سے بڑھ کر ہے لیکن آج تک ایکسٹو پر بہت لکھا کم گیا ہے۔

نیا ناول ''بلیک زیرو'' میری اس کوشش کی ایک کڑی ہے۔ آپ اس ناول میں ایکسٹو کو دانش منزل سے باہر غیر ملک میں ایکشن میں دیکھ پائیں گے اور بے ساختہ داد دینے پر مجبور ہو جائیں گے اور اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ایکسٹو صرف دانش منزل کے کنٹرول روم میں بیٹھ کر حکم چلا سکتا ہے تو آپ کا یہ خیال یقیناً غلط ثابت ہو جائے گا اور آپ یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ ایکسٹو واقعی ایکسٹو ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس ناول کو پڑھ کر اپنے ساتھیوں کو بھی مشورہ دیں گے کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں۔

آپ خطوط کے ذریعے جس طرح میری حوصلہ افزائی کر رہے ہیں اور مجھے مشوروں سے نواز رہے ہیں اس کے لئے میں تہہ دل سے آپ کا ممنون ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس ناول کا مطالعہ کرنے کے بعد بھی مجھے اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں گے۔

اب اجازت دیجئے

والسلام

ارشاد العصر جعفری

ہوٹل سویٹ ڈریم انٹرنیشنل کی پارکنگ میں عمران نے کار روکی اور کار کو لاک کر کے نیچے اتر آیا۔ پارکنگ بوائے سے کارڈ لینے کے بعد وہ ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ سویٹ ڈریم انٹرنیشنل دارالحکومت کا نیا فائیو سٹار ہوٹل تھا اور عمران پہلی مرتبہ اس ہوٹل میں کھانا کھانے کے لئے آیا تھا کیونکہ سلیمان آج کل گاؤں گیا ہوا تھا اور جب سلیمان گاؤں جاتا تھا تو عمران عموماً کھانا ہوٹل سے ہی کھاتا تھا۔

عمران مین گیٹ سے ہوٹل کے ہال میں داخل ہوا اور ہال کا جائزہ لینے لگا۔ ہال کا جائزہ لیتے ہوئے اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی اور ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی کیونکہ اس نے سوپر فیاض کو ایک لڑکی کے ساتھ میز پر بیٹھے دیکھ لیا تھا۔ لڑکی کو دیکھ کر عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس نے اس لڑکی کو پہلے بھی کہیں دیکھا

ہو۔ پھر اسے یاد آ گیا کہ اس نے آج ہی ملک کے کثیر الاشاعت روزنامہ کے ادبی ایڈیشن میں ایک غزل کے ساتھ اس لڑکی کی تصویر دیکھی تھی اور ایک ادبی ویب سائٹ پر بھی چند غزلوں کے ساتھ وہ اس لڑکی کی تصویر دیکھ چکا تھا۔ اس لڑکی کا نام نور صبا تھا اور یہ شاعرہ تھی۔

عمران دنیا بھر کی کتابیں اور رسائل پڑھتا رہتا تھا اور ہر قسم کے ادب کا مطالعہ کرتا تھا اور یہ تو اس کے پیشے کا بھی تقاضا تھا اس لئے وہ ایک بار اگر کسی کی تصویر بھی دیکھ لیتا تھا تو وہ شخص اس کی یادداشت میں محفوظ ہو جاتا تھا۔ اسی لئے اس نے اس شاعرہ کو بھی پہچان لیا تھا۔ عمران چہرے پر دلکش مسکراہٹ سجائے سوپر فیاض کی طرف بڑھا جس کی مکمل توجہ لڑکی کی طرف تھی۔

''اوہ۔ سوپر فیاض تم''...... میز کے قریب پہنچتے ہی عمران نے بے تکلفانہ لہجے میں کہا تو عمران کی آواز سن کر سوپر فیاض کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے سر پر بم کا دھماکہ ہو گیا ہو اور وہ یکدم اچھل پڑا۔ عمران کو اپنے سامنے دیکھ کر اس کا منہ بن گیا تھا۔

''ہیلو۔ مس نور صبا کیسی ہیں آپ''...... سوپر فیاض نے عمران کو کرسی پر بیٹھنے کے لئے نہیں کہا تھا لیکن اس کے باوجود عمران نے ایک خالی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''کیا آپ مجھے جانتے ہیں''...... نور صبا نے حیرت بھرے لہجے میں عمران سے پوچھا۔

''آپ ہمارے ملک کا قیمتی اثاثہ ہیں۔ آپ کو کون نہیں جانتا۔ آپ جیسی شاعرہ تو صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں''...... عمران نے کہا تو نور صبا کا چہرہ گلاب کے پھول کی مانند کھل اٹھا۔

''شکریہ۔ یہ تو آپ کا حسن ظن ہے ورنہ میں اس تعریف کے قابل کہاں ہوں''...... نور صبا نے انکساری سے کام لیتے ہوئے کہا جبکہ سوپر فیاض کھا جانے والی نظروں سے عمران کو گھور رہا تھا۔

''آج دو شاعر اکٹھے ہوئے ہیں۔ خدا خیر کرے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''دو شاعر۔ کیا مطلب۔ کیا آپ بھی شاعری کرتے ہیں''۔ نور صبا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہماری ایسی قسمت کہاں۔ ہمارے فیاض صاحب بہت اچھے شاعر ہیں''...... عمران نے سوپر فیاض کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''فیاض صاحب۔ نہیں۔ آپ مذاق کر رہے ہیں''...... نور صبا نے اور زیادہ حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہم نے دیکھا ہے بن کے گھر داماد، خوب مٹی خراب ہوتی ہے، جب میری ساس پیاز کٹوائے، آنکھ راوی چناب ہوتی ہے۔ بوجھیں یہ کس کا قطعہ ہے''...... عمران نے کہا۔

''کس کا قطعہ ہے''...... نور صبا نے سوپر فیاض کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''فیاض صاحب نے یہ قطعہ ان دنوں کہا تھا جب یہ اپنے

سسرال میں گھر داماد بن کر رہ رہے تھے''...... عمران نے کہا۔

''اچھا۔ کمال ہے۔ انہوں نے تو ذکر ہی نہیں کیا کہ یہ شاعر بھی ہیں''...... نور صبا نے متاثر کن لہجے میں کہا۔

''صرف شاعر نہیں بہت عظیم شاعر ہیں''...... عمران نے نور صبا سے کہا تو اس نے عقیدت بھرے انداز میں سوپر فیاض کی طرف دیکھا۔ سوپر فیاض تو سمجھ رہا تھا کہ عمران حسب سابق اسے ذلیل کرے گا لیکن اس نے خلاف توقع اس کی خوب تعریف کی تھی اور نور صبا کو اتنا متاثر کیا تھا کہ وہ اب سوپر فیاض کو عقیدت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ سوپر فیاض کے لئے اس سے بڑھ کر بات اور کیا ہوسکتی تھی کہ ایک لڑکی اسے اس انداز میں دیکھے۔ وہ انتہائی خوش ہو گیا تھا۔

''مس نور صبا۔ یہ میرا گہرا دوست ہے علی عمران اور اس کے والد صاحب میرے باس ہیں''...... سوپر فیاض نے عمران کا تعارف کراتے ہوئے کہا تو نور صبا مسکرانے لگی۔

''ہاں۔ انہوں نے تو اپنا تعارف کرایا ہی نہیں تھا۔ آتے ہی آپ کی تعریف شروع کر دی اور میں بھی آپ کی تعریف سننے میں اتنی مگن ہوگئی کہ ان کا نام تک پوچھنا بھول گئی''...... نور صبا نے کہا۔

''ایک اچھے دوست کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے دوست کی حوصلہ افزائی کرے اور عمران میں یہ خوبی موجود ہے کہ یہ اپنے باصلاحیت دوستوں کی خوب حوصلہ افزائی کرتا ہے''...... سوپر فیاض

نے کہا۔

''بے شک۔ یہ میں نے دیکھ لیا ہے۔ یہ بہت اچھے انسان ہیں''...... نور صبا نے کہا۔

''اچھا۔ عمران یہ بتاؤ کہ تم یہاں کیسے آئے''...... سوپر فیاض نے خوشگوار لہجے میں عمران سے پوچھا۔

''میں یہاں کھانا کھانے آیا تھا اور مجھے خوشی ہے کہ دو شاعر میرے مہمان بن رہے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''ہم یہاں پہلے سے موجود ہیں اور تم بعد میں آئے ہو اس لئے میں میزبان ہوا اور تم مہمان''...... سوپر فیاض نے اپنی فیاضی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ بل تم ادا کر دیا میں۔ بات تو ایک ہی ہے''۔ عمران نے کہا تو سوپر فیاض نے ویٹر کو کھانے کا آرڈر دے دیا اور پھر کچھ ہی دیر بعد ان کی میز پر کھانا سرو کر دیا گیا۔ کھانا کھانے کے دوران وہ تینوں ہی خاموش رہے۔ کھانا کھانے کے بعد نور صبا ہاتھ دھونے کے لئے چلی گئی۔

''عمران۔ یہ تم نے کیا کر دیا ہے۔ مجھے تو شاعری کی الف ب نہیں آتی اور تم نے مجھے شاعر بنا دیا''...... جیسے ہی نور صبا اٹھ کر گئی تو سوپر فیاض نے دھیمی آواز میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

''اگر میرے ایک جھوٹ سے میرے دوست کی عزت بڑھ سکتی ہے تو مجھے جھوٹ بول دینا چاہئے''...... عمران نے کہا تو سوپر فیاض

نے حیرت بھری نظروں سے عمران کی طرف دیکھا۔

”مجھے حیرت ہو رہی ہے۔ کیا تم وہی عمران ہو جو مجھے تنگ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے“...... سوپر فیاض نے کہا۔

”کبھی کبھار مذاق میں ایسا ہو بھی جاتا ہے اور دوستوں کا تو حق ہوتا ہے کہ وہ مذاق کریں۔ اگر تم ناراض ہوتے ہو تو ٹھیک ہے میں آئندہ تم سے مذاق نہیں کروں گا“...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ نہیں۔ میرے کہنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ تم سنجیدہ ہو جاؤ۔ تمہاری سنجیدگی مجھے اچھی بھی نہیں لگتی۔ ٹھیک ہے تم مذاق کر لیا کرو“...... سوپر فیاض نے کہا۔

”نور صبا سے تمہاری پہلی ملاقات کہاں ہوئی تھی“...... عمران نے پوچھا۔

”ایک مشاعرے میں۔ کسی ادبی تنظیم کے زیر اہتمام ایک مشاعرہ تھا اور انہوں نے مجھے چیف گیسٹ کے طور پر بلایا تھا۔ اسی مشاعرے میں نور صبا سے ملاقات ہوگئی“...... سوپر فیاض نے کہا۔

”تمہاری شخصیت ہی ایسی ہے کہ لڑکیاں تمہاری طرف کھنچی چلی آتی ہیں“...... عمران نے کہا۔

”عمران۔ اگر نور صبا نے مجھے شعر سنانے کو کہہ دیا تو پھر میں کیا کروں گا“...... سوپر فیاض نے فکرمند لہجے میں کہا۔

”تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اسی ادبی تنظیم سے رابطہ کر کے کسی ایک شاعر سے دوستی کر لو“...... عمران نے کہا۔

”کسی شاعر سے دوستی کرنے سے کیا ہو گا۔ کیا میں شاعر بن جاؤں گا“...... سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”یقیناً۔ تم صاحب کتاب شاعر بن سکتے ہو“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”وہ کیسے“...... سوپر فیاض نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”تمہاری جس شاعر سے دوستی ہو جائے اسے ایک کپ چائے پلا دینا اور ایک سگریٹ کی ڈبی لے دینا۔ اس کے عوض کم از کم ایک غزل تو مل ہی جائے گی تمہیں“...... عمران نے کہا۔ سوپر فیاض ابھی اس موضوع پر عمران سے مزید بات کرنا چاہتا تھا لیکن نور صبا ہاتھ دھو کر واپس آ گئی اس لئے سوپر فیاض کو موضوع تبدیل کرنا پڑا۔

”مس نور صبا۔ عمران بہت شوخ طبیعت کا مالک ہے۔ یہ تو ایسے مذاق کرتا ہے کہ سننے والا لوٹ پوٹ ہو جاتا ہے۔ معلوم نہیں آج یہ سنجیدہ کیوں ہے“...... سوپر فیاض نے نور صبا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں آج بہت پریشان ہوں“...... عمران نے یکدم پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”آپ کو کیا پریشانی ہے۔ فیاض صاحب اتنے بڑے افسر ہیں یہ تو عام لوگوں کی پریشانی منٹوں میں دور کر دیتے ہیں۔ دوستوں

کے لئے تو یہ قربان ہونے کا جذبہ رکھتے ہیں''...... نور صبا نے کہا۔

''میرے جاننے والوں میں ایک بزرگ خاتون ہیں جن کا آپریشن ہونا ہے اور اس آپریشن پر دو لاکھ کا خرچہ ہوتا ہے۔ بزرگ خاتون بہت ہی غریب ہے۔ میں اس خاتون سے دو لاکھ دینے کا وعدہ کر چکا ہوں لیکن اب مجھ سے دو لاکھ کا بندوبست نہیں ہو رہا اس لئے میں پریشان ہوں''...... عمران نے کہا تو نور صبا اسے ہمدردانہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

''عمران۔ میرے ہوتے ہوئے تم اتنی معمولی سی بات پر پریشان ہو گئے ہو۔ اس نیک کام کے لئے تم مجھے کہہ دیتے''...... سوپر فیاض نے کہا اور پھر اس نے جیب سے چیک بک نکالی اور ایک چیک پر اڑھائی لاکھ روپے کی رقم درج کر کے دستخط کئے اور چیک بک سے چیک علیحدہ کر کے عمران کی طرف بڑھا دیا۔

''یہ لو۔ یہ اڑھائی لاکھ کا چیک ہے۔ اگر مزید رقم کی ضرورت پڑ جائے تو مجھے بتا دینا''...... سوپر فیاض نے کہا تو نور صبا اس کی طرف حیرت بھری نظروں سے دیکھنے لگی۔

''شکریہ سوپر فیاض۔ اللہ تمہیں اس نیکی کا اجر دے گا''۔ عمران نے چیک تہہ کر کے جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

''فیاض صاحب۔ آپ بہت کھلے دل کے مالک ہیں بلکہ میں تو کہوں گی کہ آپ بہت عظیم انسان ہیں''...... نور صبا نے سوپر فیاض کی تعریف کرتے ہوئے کہا تو سوپر فیاض کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

''ایسی تو کوئی بات نہیں ہے مس نور۔ عظیم انسان تو نجانے کون سے انسان ہوتے ہوں گے۔ میں تو عام سا انسان ہوں۔ ہاں یہ بات مجھ میں ہے کہ میں کسی انسان کو مصیبت میں نہیں دیکھ سکتا''۔ سوپر فیاض نے کہا۔

''مجھے اجازت دیجئے۔ میں یہ امانت جلد از جلد پہنچانا چاہتا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''عمران صاحب۔ امید ہے آپ سے آئندہ بھی ملاقات ہوتی رہے گی''...... عمران اٹھنے لگا تو نور صبا نے کہا۔

''جی ہاں۔ ادبی لوگوں سے مل کر تو مجھے خوشی ہوتی ہے اور ادبی شخصیت جب آپ جیسی خوبصورت ہستی ہو تو یہ خوشی اور زیادہ بڑھ جاتی ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ اٹھ کر ہال سے باہر آ گیا۔ وہ اپنی کار کے قریب پہنچ کر کار کا دروازہ کھول ہی رہا تھا کہ چونک پڑا۔ اس کی نظر مین گیٹ پر پڑی تھی اور مین گیٹ سے اندر داخل ہونے والے آدمی کو دیکھ کر وہ چونکا تھا۔

وہ جانسن تھا جو ایکریمیا کی ایک مجرم تنظیم کا رکن تھا اور یہ مجرم تنظیم دنیا کے مختلف ممالک میں دہشت گردی کی کارروائیاں کرتی تھی۔ جانسن کی آمد کا مطلب یہی تھا کہ یہ تنظیم اب پاکیشیا میں دہشت گردی کا مشن لے کر آئی ہوئی تھی۔

عمران نے کار کا دروازہ دوبارہ لاک کیا اور تیزی سے مین گیٹ کی طرف بڑھا۔ وہ ہال میں داخل ہوا تو اس نے جانسن کو سیڑھیوں

کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ عمران بھی سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ اس نے صرف ایک لمحے کے لئے سوپر فیاض اور نور صبا کی طرف دیکھا تھا جو اردگرد سے بے نیاز باتوں میں مصروف تھے اور غالباً نور صبا اپنی کوئی غزل سنانے میں مصروف تھی۔

عمران تیزی سے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ تھرڈ فلور پر اسے جانسن ایک دروازے پر جھکا ہوا نظر آیا۔ عمران نے تھرڈ فلور کی سیڑھیوں چڑھ کر فورتھ فلور کی سیڑھیوں کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ فورتھ فلور کی چند سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ واپس اترا اور اس نے گیلری میں دیکھا تو اب تھرڈ فلور کی گیلری میں کوئی نہیں تھا۔ عمران جانسن والے کمرے کے قریب سے گزرتا چلا گیا۔

کمرے کے دروازے پر تین سو بیس لکھا ہوا تھا۔ عمران نارمل انداز میں چلتا ہوا گیلری کے اختتام تک پہنچا اور پھر عقبی طرف آ گیا جہاں باہر کا نظارہ کرنے کے لئے ریلنگ لگی ہوئی تھی مگر پیسج زیادہ چوڑا نہیں تھا۔ یہاں کمروں کی کھڑکیاں بھی تھیں۔ عمران دبے پاؤں چلتا ہوا کمرہ نمبر تین سو بیس کی کھڑکی کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے کھڑکی پر دباؤ ڈالا تو کھڑکی کھل گئی۔ عمران نے اندر دیکھا تو جانسن کمرے میں نظر نہیں آ رہا تھا۔ البتہ واش روم سے پانی گرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

عمران کسی قسم کی آواز پیدا کئے بغیر کمرے میں داخل ہو گیا اور جانسن کے واش روم سے باہر نکلنے کا انتظار کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد

پانی گرنے کی آواز بند ہو گئی اور عمران اپنے شکار کو دبوچنے کے لئے تیار ہو گیا۔ پھر واش روم کا دروازہ کھلا اور جانسن واش روم سے باہر نکلا۔ عمران کو اپنے کمرے میں دیکھ کر اس کا منہ حیرت سے کھلا اور پھر کھلا ہی رہ گیا کیونکہ عمران نے بجلی کی سی تیزی سے اس کی گردن دبوچ لی تھی اور پھر دوسرے ہاتھ سے اس کی کنپٹی پر ایک مکا مار دیا۔ اس کے لئے عمران کا ایک ہی مکا بہت تھا۔ جانسن لہرایا اور عمران کے ہاتھوں میں جھول گیا۔ عمران نے اسے فرش پر بچھے قالین پر لٹا دیا اور پھر اس کی ٹائی کھول کر اس کے ہاتھ پشت پر کر کے باندھ دیئے۔ گرہ اس نے اپنے مخصوص انداز میں لگائی تھی جسے کھولنا جانسن کے بس کی بات نہیں تھی۔ ہاتھ باندھنے کے بعد عمران کپڑوں والی الماری کی طرف بڑھا اور اس میں سے دو ٹائیاں نکال کر انہیں باندھا اور پھر اس سے جانسن کے پیر بھی باندھ دیئے۔

عمران نے ایک رومال بھی اس کے منہ میں ٹھونس دیا تھا تاکہ اگر وہ ہوش میں آ جائے تو فوری طور پر شور نہ مچا سکے۔ جانسن کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد عمران نے کمرے کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ کپڑوں کی الماری میں ہی اسے ایک بریف کیس مل گیا۔ بریف کیس پر نمبروں والا تالا لگا ہوا تھا۔ عمران نے تالا کھولنے کی کوشش کی لیکن اس سے تالا نہ کھل سکا۔ اس نے کمرے کی مزید تلاشی لی مگر اسے کوئی چیز نظر نہ آئی۔

عمران نے جانسن کی جیبوں کی تلاشی لی تو اسے ایک چھوٹی سی

ڈائری مل گئی۔ ڈائری میں چند ایڈریس اور فون نمبر لکھے ہوئے تھے۔ ایک صفحے پر بریف کیس لاک نمبر اور تین ہندسے لکھے ہوئے تھے۔ عمران نے وہ ہندسے ملائے تو بریف کیس کھل گیا۔ بریف کیس میں ایک ریوالور، ایک مشین پسٹل، چند میگزین، ایکریمین ڈالرز، چند کاغذات اور ایک عجیب ساخت کی ٹیوب موجود تھی۔ عمران ابھی ان چیزوں کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ جانسن کے جسم میں حرکت کے تاثرات پیدا ہوئے تو عمران نے ایک بار پھر اس کی کنپٹی پر مکا مارا تو ہوش میں آتا ہوا جانسن دوبارہ بے ہوش ہو گیا۔

عمران نے ٹیوب اپنی جیب میں رکھ لی۔ اس کمرے میں جانسن سے پوچھ گچھ کرنا آسان نہیں تھا۔ جانسن کی آواز دوسرے کمرے میں جا سکتی تھی اس لئے عمران اسے دانش منزل لے جانا چاہتا تھا لیکن ہوٹل سے ایک بے ہوش آدمی کو لے کر جانا آسان نہیں تھا۔ عمران نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور پھر اپنا سیٹلائٹ موبائل فون جیب سے نکالا اور صفدر کے نمبر ملانے لگا۔

''ہیلو۔ عمران سپیکنگ''...... عمران نے موبائل فون کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

''یس۔ صفدر بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

''صفدر۔ میں اس وقت ہوٹل سویٹ ڈریم انٹرنیشنل کے کمرہ نمبر تین سو بیس میں ہوں۔ ہم نے یہاں سے ایک مجرم کو نکال کر دانش منزل پہنچانا ہے۔ تم تنویر اور جولیا کو ساتھ لے کر ایک ایمبولینس میں یہاں پہنچ جاؤ۔ تم تینوں نے ہسپتال کی یونیفارم میں آنا ہے۔ ہم نے اس مجرم کو مریض ظاہر کر کے یہاں سے لے جانا ہے''۔ عمران نے کہا۔

''او کے عمران صاحب۔ ہم کچھ دیر میں ہی پہنچ رہے ہیں''۔ صفدر نے کہا۔

''جب تم ہوٹل کے قریب پہنچو تو مجھے فون کر دینا''...... عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر کے موبائل جیب میں رکھ لیا اور ایک بار پھر کمرے کی تلاشی لینے لگا مگر اسے اپنے کام کی کوئی چیز نہ ملی۔ عمران تلاشی سے فارغ ہوا ہی تھا کہ جانسن کے جسم میں ایک بار پھر حرکت کے تاثرات پیدا ہونے لگے تو عمران نے ایک بار پھر اس کی کنپٹی پر مکا جڑ دیا اور جانسن کا حرکت کرتا ہوا جسم پھر ساکت ہو گیا۔ اسی لمحے عمران کے موبائل فون پر سگنل موصول ہوا تو اس نے موبائل فون جیب سے نکال کر آن کر دیا۔

''یس۔ عمران سپیکنگ''...... عمران نے کال رسیو کرتے ہوئے کہا۔

''عمران صاحب۔ ہم ہوٹل کے قریب پہنچنے والے ہیں''۔ دوسری طرف سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

''کمرہ نمبر تین سو بیس میں ایک ایکریمی بے ہوش پڑا ہوا ہے تم اسے دانش منزل کے ڈارک روم میں پہنچا دو۔ میں اس دوران

ایکسٹو کو رپورٹ کرتا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''عمران صاحب۔ کیا کوئی نیا کیس شروع ہو گیا ہے''...... صفدر نے پوچھا۔

''فی الحال کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ تمہارا چیف اس ایکریمی سے معلومات حاصل کرے گا تو پھر ہی پتہ چلے گا کہ نیا کیس شروع ہوا ہے یا نہیں''...... عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ اس کے بعد اس نے جانس کی نبض چیک کی تو اس کے اندازے کے مطابق جانسن کو اب پندرہ منٹ سے پہلے ہوش نہیں آ سکتا تھا۔ عمران نے کمرے کا دروازہ کھولا اور کمرے سے باہر آ گیا۔ وہ صفدر سے پہلے دانش منزل پہنچ جانا چاہتا تھا تاکہ بلیک زیرو کو حالات سے آگاہ کر سکے۔

جب اس کی کار ہوٹل کی پارکنگ سے نکل رہی تھی تو اس نے ایک ایمبولینس کو ہوٹل کی پارکنگ میں داخل ہوتے دیکھ لیا تھا۔ مطمئن ہو کر اس نے اپنی کار آگے بڑھائی اور کچھ دیر بعد دانش منزل پہنچ گیا۔ جیسے ہی وہ کنٹرول روم میں داخل ہوا بلیک زیرو اسے دیکھ کر احتراماً کھڑا ہو گیا۔

''اس ٹیوب کو لیبارٹری میں رکھ دو''...... سلام دعا کے بعد عمران نے جیب سے ٹیوب نکال کر بلیک زیرو کو دیتے ہوئے کہا۔ بلیک زیرو نے عمران کے ہاتھ سے ٹیوب لی اور پھر لیبارٹری کی طرف بڑھ گیا۔ اسی لمحے کنٹرول روم میں دھیمی سی بیل بجنے لگی اور ساتھ ہی

ایک بلب بھی جلنے بجھنے لگا۔

عمران نے بٹنوں کے پینل میں سے ایک بٹن پریس کیا تو کمپیوٹر کی سکرین پر دانش منزل کے مین گیٹ کا بیرونی منظر نظر آنے لگا۔ گیٹ پر ایک ایمبولینس کھڑی تھی اور ایمبولینس کے قریب ہی صفدر موجود تھا۔ عمران نے ایک بٹن اور پریس کیا تو مین گیٹ کھل گیا۔ صفدر واپس ایمبولینس کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور ایمبولینس دانش منزل میں داخل ہو گئی اور مین گیٹ خود بخود بند ہو گیا۔

ایمبولینس تھوڑی دور جا کر رک گئی اور اس میں سے صفدر، تنویر اور جولیا نیچے اتر آئے۔ ان تینوں نے ہسپتال کے عملے کا لباس پہنا ہوا تھا۔ تنویر نے ایمبولینس کا دروازہ کھولا اور جانسن کو باہر گھسیٹ لیا۔ پھر صفدر اور تنویر نے اسے اٹھایا اور ڈارک روم کی طرف بڑھنے لگے جبکہ جولیا وہیں کھڑی رہی۔

اس دوران بلیک زیرو بھی کنٹرول روم میں واپس آ گیا تھا۔ اس نے کافی کے دو کپ بھی اٹھائے ہوئے تھے۔ ایک کپ اس نے عمران کے سامنے رکھا اور دوسرا کپ لے کر اپنی کرسی پر بیٹھ کر کمپیوٹر سکرین کو غور سے دیکھنے لگا۔ تنویر اور صفدر ڈارک روم سے باہر نکل رہے تھے۔

''چیف۔ کیا ہم واپس جا سکتے ہیں یا کوئی اور حکم ہے''...... جولیا کی آواز سنائی دی۔

''تم لوگ اب واپس جا سکتے ہو''...... عمران نے ایکسٹو کے

مخصوص لہجے میں کہا تو اس کا حکم سن کر وہ تینوں ایمبولینس میں بیٹھے اور ایمبولینس مین گیٹ کی طرف مڑی تو عمران نے ایک بٹن پریس کر کے مین گیٹ کھول دیا۔ اگلے ہی لمحے ایمبولینس دانش منزل سے باہر نکل گئی اور مین گیٹ خودبخود بند ہو گیا۔

”یہ کسے چھوڑ گئے ہیں عمران صاحب اور وہ بھی ایمبولینس پر“۔ بلیک زیرو نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا تو عمران نے اسے مختصر طور پر جانسن کے بارے میں بتا دیا۔ اس دوران وہ کافی پیتا رہا اور پھر اس نے کافی کا خالی کپ میز پر رکھ دیا۔

”آؤ۔ جانسن سے دو چار باتیں ہی کر لیں“...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو بھی فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا اور پھر وہ دونوں ڈارک روم میں آ گئے جہاں ایک بنچ پر جانسن ابھی تک بے ہوشی کی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں اب ستائی کی بجائے نائیلون کی رسی سے بندھے ہوئے تھے۔ عمران نے اس کے منہ اور ناک پر ہاتھ رکھ دیا جس کی وجہ سے اس کا سانس بند ہو گیا اور اس کے جسم کو جھٹکا لگا تو عمران نے ہاتھ ہٹا لیا اور چند لمحوں بعد جانسن کو ہوش آ گیا۔ ہوش میں آتے ہی اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن بندھا ہونے کی وجہ سے وہ اٹھ نہ سکا۔

”کک۔ کیا مطلب۔ کون ہو تم“...... عمران نے بلیک زیرو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”تمہارا نام جانسن ہے اور تم شارپ سینڈیکیٹ نامی، بین

الاقوامی دہشت گرد تنظیم میں کام کرتے ہو“...... عمران نے کہا تو جانسن یکدم چونک پڑا لیکن دوسرے ہی لمحے اس کے چہرے کے تاثرات نارمل ہو گئے۔

”تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میرا نام جانسن نہیں جان روکی ہے۔ تم میرا آئی ڈی کارڈ اور پاسپورٹ چیک کر سکتے ہو“...... جانسن نے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

”تم یہاں کس لئے آئے ہو اور ٹیوب میں کیا چیز ہے“۔ عمران نے سرد لہجے میں پوچھا۔

”ٹیوب۔ کیسی ٹیوب۔ تم کس ٹیوب کی بات کر رہے ہو“۔ جانسن نے چونکتے ہوئے کہا تو عمران نے اسے گردن سے پکڑ کر بنچ سے اٹھایا اور کرسی پر پٹخ دیا اور اس کے ساتھ ہی ڈارک روم میں تھپڑ کی تیز آواز گونجی۔ جانسن کے بائیں جبڑے کے تمام دانت ہل کر رہ گئے اور اس کے منہ سے خون بہنے لگا۔ اس کے چہرے پر عمران کی چاروں انگلیوں کے نشانات ثبت ہو گئے تھے۔

”تو تم کچھ نہیں بتاؤ گے“...... عمران نے غراتے ہوئے کہا مگر جانسن کچھ نہ بولا تو عمران ڈارک روم میں موجود الماری کی طرف بڑھا اور پھر اس نے الماری کھول کر اس میں سے ایک انجکشن اور سرنج نکال لی۔ عمران نے انجکشن تیار کیا اور دوبارہ جانسن کی طرف بڑھنے لگا۔ جانسن کے چہرے پر الجھن کی بجائے طنزیہ مسکراہٹ تھی۔

''جیسے ہی یہ انجکشن تمہیں لگے گا تمہاری نس نس میں آگ لگ جائے گی۔ تم موت کے لئے چیخو گے لیکن موت بھی تمہیں نہیں آئے گی''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا اور پھر اس نے وہ انجکشن جانسن کے بازو میں لگا دیا اور پھر واقعی چند لمحوں بعد جانسن کو یوں محسوس ہونے لگا جیسے اس کے جسم میں تیزاب بھر دیا گیا ہو۔ اسے اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ چند لمحوں تک تو اس نے یہ تکلیف برداشت کی اور پھر وہ تڑپا اور کرسی سے نیچے جا گرا۔ نیچے فرش پر گر کر وہ بندھا ہونے کے باوجود مچھلی کی مانند تڑپنے لگا۔

''ہاں۔ ہاں۔ میرا نام جانسن ہے اور میں شارپ سینڈیکیٹ کا رکن ہوں۔ یہ عذاب ختم کرو۔ میں سب کچھ بتاتا ہوں''...... جانسن نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔ اب اس سے تکلیف برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

''اس ٹیوب کے متعلق بتاؤ۔ اس ٹیوب میں کیا ہے''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''اس ٹیوب میں کیمیائی مواد ہے۔اوہ۔ مجھے اس عذاب سے جلد نجات دلاؤ''...... جانسن نے تڑپتے ہوئے کہا۔

''کیمیائی مواد۔ کیا کرنا تھا تم نے اس کا''...... عمران نے پوچھا۔

''مم۔ مجھے اس عذاب سے بچاؤ۔ مم۔مم۔ میں بتاتا ہوں''...... جانسن نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا تو عمران الماری کی طرف

بڑھا اور اس انجکشن کا اینٹی تیار کر کے واپس مڑا تو جانسن کا تڑپتا ہوا جسم ساکت ہو چکا تھا۔

''عمران صاحب۔ یہ تو ختم ہو چکا ہے''...... بلیک زیرو نے عمران سے کہا تو عمران نے ایک طویل سانس لیا۔

''اسے اٹھا کر برقی بھٹی میں ڈال دو۔ میں کنٹرول روم میں جا رہا ہوں''...... عمران نے کہا اور پھر وہ ڈارک روم سے نکل کر کنٹرول روم میں آ گیا۔ اتنا تو وہ سمجھ گیا تھا کہ جانسن نے اس کیمیائی مواد کو دہشت گردی کے لئے استعمال کرنا تھا مگر کیسے۔ اس سلسلے میں وہ سرداور سے مشاورت کرنا چاہتا تھا۔ کنٹرول روم میں آ کر اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور سرداور کے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ دوسری ہی بیل پر دوسری طرف سے رسیور اٹھا لیا گیا۔

''علی عمران بول رہا ہوں۔ سرداور سے بات کرائیں''...... عمران نے کہا۔

''عمران صاحب۔ سرداور تو ایک فوتگی کے سلسلے میں اپنے گاؤں گئے ہوئے ہیں''...... دوسری طرف سے سرداور کے اسسٹنٹ نے کہا جو عمران کو جانتا تھا۔

''کب گئے ہیں اور ان کی واپسی کب تک ہو گی''...... عمران نے پوچھا۔

''آج ہی گئے ہیں۔ امید ہے کل صبح تک واپس آ جائیں گے''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''اوکے۔ میں کل صبح فون کروں گا''...... عمران نے کہا اور پھر اس نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے دوبارہ رسیور اٹھایا اور سرداور کے گھر کے نمبر پریس کرنے لگا۔

''ہیلو۔ کون صاحب''...... دوسری طرف سے سرداور کے ذاتی ملازم کی آواز سنائی دی۔

''بابا جی میں علی عمران بول رہا ہوں۔ کیا سرداور گھر پر موجود ہیں''...... عمران نے پوچھا۔

''نہیں جناب۔ صاحب اور بیگم صاحبہ گاؤں گئے ہوئے ہیں۔ ان کے ایک عزیز فوت ہو گئے ہیں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''بابا جی۔ وہ واپس کب تک آئیں گے''...... عمران نے پوچھا۔

''صاحب تو کل صبح تک واپس آ جائیں گے البتہ بیگم صاحبہ مزید دو تین دن گاؤں میں رہیں گی''...... ملازم نے کہا تو عمران نے اس کا شکریہ ادا کر کے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اسی لمحے بلیک زیرو بھی کنٹرول روم میں داخل ہوا۔

''میں جانسن کی لاش برقی بھٹی میں ڈال آیا ہوں''...... بلیک زیرو نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''عمران صاحب۔ ٹیوب میں کیمیائی مواد کس طرح استعمال ہوتا تھا''...... بلیک زیرو نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''میں اسی سلسلے میں سرداور سے بات کرنا چاہتا تھا لیکن سرداور کا کوئی عزیز فوت ہو گیا ہے اور وہ اسی سلسلے میں گاؤں گئے ہوئے

ہیں۔ وہ کل صبح واپس آئیں گے تو پھر ان سے بات ہو گی''...... عمران نے کہا۔

''عمران صاحب۔ یہ کیمیائی مواد تو انتہائی خطرناک ہو سکتا ہے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ہاں۔ یہ کیمیائی مواد بہت تباہ کن ہے لیکن جب تک یہ ٹیوب بند ہے اس سے کوئی خطرہ نہیں ہے''...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''اس جانسن کے کچھ اور ساتھی بھی ہوں گے اس لئے ان کا پکڑا جانا بھی بہت ضروری ہے''...... بلیک زیرو نے کہا تو عمران نے جانسن کی ڈائری بلیک زیرو کی طرف بڑھا دی۔

''یہ ڈائری جانسن کی ہے۔ اس میں کچھ نام اور ایڈریس موجود ہیں۔ تم یہ ایڈریس اور فون نمبر نوٹ کر کے جولیا کو ہدایت کر دو کہ وہ ممبران کی ڈیوٹی لگائے اور ان مقامی افراد کو دانش منزل کے ڈارک روم میں پہنچا دیا جائے''...... عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

''آپ کہیں جا رہے ہیں''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ہاں۔ میں لیبارٹری میں جا کر اس ٹیوب کو چیک کرتا ہوں''۔ عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلایا اور فون کا رسیور اٹھا کر جولیا کے نمبر پریس کرنے لگا جبکہ عمران لیبارٹری کی طرف بڑھ گیا۔

"سلیمان۔ او سلیمان"...... عمران نے سلیمان کو آوازیں دیتے ہوئے کہا۔ رات کو جب عمران دانش منزل سے واپس فلیٹ پر پہنچا تو سلیمان گاؤں سے واپس آ چکا تھا اور آج چونکہ عمران کا ارادہ سرداور سے ملنے کا تھا اس لئے وہ جلد ناشتے سے فارغ ہونا چاہتا تھا۔

"صاحب۔ جس طرح آپ نے میری خوبصورت زندگی برباد کر ڈالی ہے اس طرح میرے خوبصورت خواب بھی آپ برباد کر ڈالتے ہیں"...... سلیمان نے نیند بھرے لہجے میں کہا۔

"ہائیں۔ میں نے تمہاری خوبصورت زندگی برباد کی ہے۔ مگر کیسے"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"کنوارہ رہ کر میری خوبصورت زندگی برباد ہو گئی ہے اور اب میں خواب میں اپنی برات دیکھ رہا تھا لیکن خواب میں بھی آپ کو

میری خوشی اچھی نہیں لگی اور آوازیں دے دے کر اتنا خوبصورت خواب بھی برباد کر ڈالا"...... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"برات دلہن کے گھر کی طرف جا رہی تھی یا دلہن لے کر واپس آ رہی تھی"...... عمران نے پوچھا۔

"برات دلہن لے کر واپس آ رہی تھی۔ میں اور میری دلہن گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے"...... سلیمان نے خوابیدہ لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھوں میں ابھی تک نیند کا خمار باقی تھا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تمہاری شادی ہو گئی ہے چاہے خواب میں سہی"...... عمران نے کہا۔

"اللہ آپ کی زبان مبارک کرے"...... عمران کی بات سن کر سلیمان نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ اس کا مطلب ہے کہ اب تم کنوارے نہیں رہے جبکہ یہ فلیٹ تو کنواروں کے لئے ہے۔ تمہیں تو اب یہاں سے چھٹی کرنی پڑے گی"...... عمران نے سلیمان کو گھورتے ہوئے کہا۔

"یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں صاحب"...... سلیمان نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سوپر فیاض نے کنوارہ رہنے کی شرط پر یہ فلیٹ مجھے دیا ہوا ہے۔ فلیٹ دیتے وقت اس نے مجھ سے کہا تھا کہ یہ فلیٹ صرف اور صرف کنواروں کے لئے ہے اور جس دن کوئی شادی شدہ یہاں آ کر رہے گا وہ مجھ سے فلیٹ خالی کرا لے گا"...... عمران نے منہ

بناتے ہوئے کہا۔

''صاحب۔ سوپر فیاض کی کیا جرأت ہے کہ وہ آپ سے فلیٹ خالی کرائے''...... سلیمان نے کہا۔

''مالک، مالک ہوتا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ آ کر تمہارے ساتھ ساتھ مجھے بھی فلیٹ سے بے دخل کر دے میں خود اسے بلا لیتا ہوں۔ وہ تمہیں اس فلیٹ سے نکال دے گا''...... عمران نے کہا۔

''میں سمجھ گیا ہوں صاحب۔ سب سمجھ گیا ہوں''...... سلیمان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''کیا سمجھ گئے ہو تم''...... عمران نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''یہ کہ آپ خواب میں بھی میری شادی پر جیلس ہو رہے ہیں''...... سلیمان نے کہا۔

''ہائیں۔ میں تمہاری شادی پر جیلس ہو رہا ہوں''...... عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

''آپ کی باتوں سے تو ایسا ہی لگ رہا ہے''...... سلیمان نے کہا اور پھر کمرے سے باہر جانے لگا۔

''اب کہاں جا رہے ہو''...... عمران نے اسے واپس جاتے دیکھ کر پوچھا۔

''آپ کو جو اتنی صبح سویرے بھوک لگ جاتی ہے تو آپ کے لئے ناشتہ تیار نہ کروں''...... سلیمان نے رکے بغیر کہا اور پھر کمرے سے باہر چلا گیا۔ وہ چونکہ عمران کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھا

اس لئے جیسے ہی عمران نے اسے آواز دی تھی تو وہ سمجھ گیا تھا کہ عمران اسے ناشتے کے لئے آوازیں دے رہا ہے۔ پھر کچھ دیر بعد سلیمان نے ناشتے کے برتن اس کے سامنے رکھ دیئے۔ ناشتے کے ساتھ ہی آج کا اخبار بھی موجود تھا۔ عمران ناشتے کے ساتھ ساتھ اخبار بھی دیکھنے لگا۔ ابھی اس کا ناشتہ مکمل نہیں ہوا تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی اور ساتھ ہی کمرے میں موجود سرخ رنگ کا بلب بھی جلنے بجھنے لگا۔ عمران نے فون کی طرف دیکھا اور پھر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''ہے لو۔ عم ران۔ صاحب''...... بلیک زیرو کی آواز سن کر عمران یکدم پریشان ہو گیا۔ بلیک زیرو نے اتنا کہا تھا کہ اس کی آواز آنا بند ہو گئی۔ عمران کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ چند الفاظ بلیک زیرو نے بڑی مشکل سے بولے تھے۔

''ہیلو طاہر۔ کیا ہوا''...... عمران نے تیز لہجے میں پوچھا لیکن دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو عمران نے جلدی سے رسیور کریڈل پر رکھا اور پھر تقریباً دوڑنے والے انداز میں وہ نیچے پہنچا اور پھر اگلے ہی لمحے اس کی سپورٹس کار طوفانی رفتار سے دانش منزل کی طرف بڑھنے لگی۔

جانسن کی ڈائری سے صرف دو مقامی افراد کے نام اور ٹیلی فون نمبر ملے تھے۔ ان میں ایک شجان ہوٹل کا ہیڈ ویٹر سلیم جان تھا اور دوسرا مون کلب کا مینجر سردار جان تھا۔ صفدر اور تنویر نے ان دونوں کو دانش منزل پہنچا دیا تھا۔ ایک دانش منزل کے ڈارک روم میں جبکہ دوسرا اسپیشل روم میں تھا۔ صفدر اور تنویر کے واپس جانے کے بعد بلیک زیرو نے جوزف کو بلانے کا فیصلہ کیا تاکہ ان دونوں سے پوچھ گچھ کی جا سکے۔ یہ فیصلہ کر کے اس نے رانا ہاؤس کے نمبر پریس کر دیئے اور دوسری بیل پر رسیور اٹھا لیا گیا۔

"ہیلو جوزف۔ طاہر بول رہا ہوں"...... چونکہ آج کل جوانا پاکیشیا میں موجود نہیں تھا اس لئے بلیک زیرو نے اپنی اصل آواز اور لہجے میں جوزف سے بات کی تھی۔

"یس طاہر صاحب۔ حکم فرمایئے"...... جوزف نے مؤدبانہ لہجے

میں کہا۔

"تمہارا پسندیدہ کام ہے میرے پاس۔ دانش منزل آ جاؤ"۔ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں ابھی آ رہا ہوں"...... جوزف نے کہا تو بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے رسیور کریڈل پر رکھ دیا اور پھر جوزف کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔

کچھ ہی دیر بعد کنٹرول روم میں ہلکی سی موسیقی کی آواز ابھرنے لگی تو بلیک زیرو نے بٹنوں کے پینل کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ایک بٹن پریس کر دیا۔ بٹن پریس ہوتے ہی ایک سکرین پر دانش منزل کے گیٹ کا بیرونی منظر دکھائی دینے لگا۔ گیٹ کے قریب جوزف کی کار موجود تھی۔ بلیک زیرو نے ایک اور بٹن پریس کیا تو خودکار سسٹم کے تحت گیٹ کھلتا چلا گیا اور پھر جوزف کی کار اندر آ گئی اور گیٹ خود بخود بند ہو گیا۔

بلیک زیرو کنٹرول روم سے نکل کر جوزف کے پاس پہنچ گیا۔ جوزف نے بلیک زیرو کو دیکھ کر مؤدبانہ انداز میں سلام کیا تو بلیک زیرو نے اس کے سلام کا جواب دیا۔

"شکار کہاں ہے طاہر صاحب"...... جوزف نے بے تابی سے پوچھا تو بلیک زیرو کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ایک ڈارک روم میں اور دوسرا اسپیشل روم میں ہے۔ سپیشل روم والے کو بھی اٹھا کر ڈارک روم میں لے آؤ۔ دونوں سے ایک ساتھ

ہی پوچھ گچھ کریں گے''...... بلیک زیرو نے جوزف سے کہا۔ اس کے بعد بلیک زیرو ڈارک روم کی طرف بڑھ گیا جبکہ جوزف سپیشل روم کی طرف بڑھ گیا۔ ڈارک روم میں داخل ہو کر بلیک زیرو نے دیکھا کہ ایک شخص کرسی پر بندھا ہوا تھا اور وہ بے ہوشی کی حالت میں تھا اور اسے صفدر لایا تھا جس کا مطلب تھا کہ یہ شیجان ہوٹل کا ہیڈ ویٹر سلیم جان تھا کیونکہ بلیک زیرو نے صفدر کو شیجان ہوٹل بھیجا تھا اور تنویر کو مون کلب۔

بلیک زیرو اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔ اسی لمحے جوزف دوسرے شخص جو کہ مون کلب کا مینجر سردار جان تھا، کو بھی اٹھا کر لے آیا۔ وہ بھی بے ہوش تھا اور رسی سے بندھا ہوا تھا۔ جوزف نے اسے دوسری کرسی پر پٹخ دیا اور پھر سوالیہ نظروں سے بلیک زیرو کی طرف دیکھنے لگا۔

''ان دونوں کو ہوش میں لے آؤ''...... بلیک زیرو نے جوزف سے کہا تو جوزف نے آگے بڑھ کر سلیم جان کے منہ پر تھپڑ مارنے شروع کر دیئے۔ چوتھے ہی تھپڑ پر سلیم جان چیختا ہوا ہوش میں آ گیا۔ ہوش میں آتے ہی اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن چونکہ وہ کرسی سے بندھا ہوا تھا اس لئے وہ اٹھ نہ سکا۔ جوزف سردار جان کی طرف بڑھا اور اس نے اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جو اس نے سلیم جان کے ساتھ کیا تھا۔ سردار جان بھی چوتھے تھپڑ پر ہوش میں آ گیا۔ ہوش میں آتے ہی اس نے بھی اٹھنے کی کوشش کی۔ اس

کے ہاتھ اور پاؤں تو رسی سے بندھے ہوئے تھے لیکن چونکہ وہ کرسی سے بندھا ہوا نہیں تھا اس لئے اٹھنے کی کوشش میں وہ کرسی سے نیچے فرش پر منہ کے بل جا گرا۔ جوزف نے اسے گردن سے پکڑ کر اٹھایا اور دوبارہ کرسی پر پٹخ دیا۔

''چوہے کی اولاد۔ نیچے کہاں جاتا ہے یہاں کرسی پر بیٹھ''۔ جوزف نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ چند لمحوں بعد ان دونوں کا شعور مکمل طور پر بیدار ہو گیا اور وہ جوزف اور بلیک زیرو کو گھورنے لگے۔

''کون ہو تم اور مجھے اس طرح کیوں باندھ رکھا ہے''...... سلیم جان نے غصیلے لہجے میں کہا۔ لیکن ابھی اس کا فقرہ مکمل نہیں ہوا تھا کہ اس کے منہ پر جوزف کا ہاتھ پڑا اور کمرہ چٹاخ کی آواز اور سلیم جان کے منہ سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔ اس کا گال پھٹ گیا تھا۔

''صاحب سے اس لہجے میں بات کرتے ہو۔ ایڈیٹ۔ میں تمہاری کھال ادھیڑ دوں گا''...... جوزف نے غراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے ایک چمکتا ہوا خنجر بھی نکال لیا۔

''یہ آدم خور حبشی ہے۔ اسے غصہ دلانے والی بات مت کرنا ورنہ یہ تمہیں بھون کر کھا جائے گا''...... بلیک زیرو نے کہا لیکن ان دونوں پر بلیک زیرو کی بات کا کوئی اثر نہ ہوا۔

''تم چاہتے کیا ہو''...... اس مرتبہ سردار جان نے بلیک زیرو سے پوچھا۔

''تم کچھ سمجھ دار لگتے ہو۔ ٹھیک ہے۔ میں پہلے تم سے بات کرتا

ہوں''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''تم شاید کسی سرکاری ایجنسی کے آدمی ہو۔ میں سیدھا سادا سا ملازمت پیشہ آدمی ہوں تم جو کچھ پوچھو گے میں سچ سچ بتا دوں گا''......سردار جان نے بلیک زیرو کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم شارپ سینڈیکیٹ کے جانسن کو تو جانتے ہی ہو''...... بلیک زیرو نے سردار جان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ سردار جان کے ساتھ ساتھ اس کی توجہ سلیم جان کی طرف بھی تھی۔ دونوں ہی جانسن کا نام سن کر چونک پڑے۔

''شارپ سینڈیکیٹ اور جانسن۔ نہیں میں تو ان دونوں ناموں سے ناواقف ہوں''......سردار جان نے کہا۔

''یہ دونوں نام تمہارے لئے بھی اجنبی ہیں''...... بلیک زیرو نے سلیم جان کی طرف مڑتے ہوئے پوچھا۔

''معلوم نہیں تم مجھے کیا سمجھ کر اٹھا لائے ہو۔ میں تو تم پر ہرجانے کا دعویٰ کروں گا۔ میرے ہوٹل کے مالک ہیومن رائٹس تنظیم کے نمائندے ہیں۔ صرف نمائندے ہی نہیں بلکہ ہیومن رائٹس تنظیم کو فنڈز بھی دیتے ہیں۔ وہ تو ہنگامہ کھڑا کر دیں گے''...... سلیم جان نے بلیک زیرو کو دھمکی دیتے ہوئے کہا۔ جیسے ہی اس کی بات مکمل ہوئی ویسے ہی اس کی چیخ بھی بلند ہوئی۔ جوزف کا خنجر چمکا تھا اور سلیم جان کا آدھا کان کٹ کر فرش پر جا گرا تھا۔ جوزف نے اس پر ہی بس نہیں کیا بلکہ اس کا خنجر والا ہاتھ ایک بار پھر حرکت میں آیا

اور سلیم جان کی آدھی ناک کٹ گئی۔ اب بھی جوزف نہ رکا اور اس نے اپنی ایک انگلی سلیم جان کی آنکھ میں ڈالی اور اس کی آنکھ کا ڈھیلا نیچے فرش پر جا گرا۔ سلیم جان کی دردناک چیخوں سے ڈارک روم گونج رہا تھا۔ پھر اچانک اس کی چیخیں بند ہو گئیں کیونکہ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ جوزف نے اس کے منہ پر تھپڑوں کی بارش کر دی اور وہ چیختا ہوا ہوش میں آ گیا۔ تکلیف کی وجہ سے وہ مسلسل چیخ رہا تھا۔

''چیخنا بند کرو''...... جوزف نے غراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی ایک اور تھپڑ اس کے منہ پر مار دیا۔

''بولو۔ صاحب کے سوالوں کے جواب دو گے یا نہیں''۔ جوزف نے بدستور غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ ہاں۔ پوچھو''...... سلیم جان نے لاشعوری انداز میں بولتے ہوئے کہا۔

''تم شارپ سینڈیکیٹ اور جانسن کو جانتے ہو''...... بلیک زیرو نے اپنا سوال دوہراتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ چند ماہ پہلے ہی میں شارپ سینڈیکیٹ نامی تنظیم میں شامل ہوا ہوں اور اس سے مجھے ہر مہینے باقاعدگی سے تنخواہ ملتی ہے لیکن ابھی تک میں نے اس کے لئے کوئی کام نہیں کیا۔ کل مجھے شارپ سینڈیکیٹ کے ہیڈ آفس سے فون آیا کہ ان کا ایک آدمی جانسن پاکیشیا آ رہا ہے اور میں اس کی مدد کروں''...... سلیم جان نے

''وہ کس مقصد کے لئے آ رہا تھا اور تم نے اس کی کیا مدد کرنی تھی''...... بلیک زیرو نے پوچھا۔

''یہ مجھے نہیں معلوم۔ اس نے جو بھی مجھے حکم دینا ہے میں نے اس پر عمل کرنا ہے''...... سلیم جان نے کہا۔ وہ لاشعوری انداز میں بول رہا تھا اس لئے اس کے جھوٹ بولنے کا امکان نہیں تھا۔

''تو کیا جانسن تم سے ابھی تک نہیں ملا''...... بلیک زیرو نے پوچھا۔

''نہیں۔ میں اس کے انتظار میں تھا کہ یہاں پہنچ گیا''...... سلیم جان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''جانسن یہاں آیا تھا اور اب وہ جہنم پہنچ چکا ہے۔ جوزف۔ اس کا انتظار ختم کرا دو اور اسے بھی جانسن کے پاس پہنچا دو''۔ بلیک زیرو نے پہلے سلیم جان اور پھر جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کا فقرہ مکمل ہوتے ہی سلیم جان کی درد ناک چیخ بلند ہوئی کیونکہ جوزف کا خنجر اس کے دل میں اتر گیا تھا۔ جوزف نے خنجر واپس کھینچا اور اسے سلیم جان کے کپڑوں سے صاف کیا اور پھر وہ مسکرا کر سردار جان کی طرف دیکھنے لگا جس کی آنکھوں میں خوف کے تاثرات نمایاں طور پر نظر آ رہے تھے۔ جوزف کو اپنی طرف متوجہ پا کر اس کا حلق بھی خشک ہو گیا۔ جوزف نے خنجر کی دھار پر انگلی پھیری اور ایک مرتبہ پھر مسکراتے ہوئے سردار جان کی طرف دیکھنے لگا۔

''تم شارپ سینڈیکیٹ اور جانسن کے بارے میں کیا کہتے ہو''۔ بلیک زیرو نے سردار جان سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''جو کچھ سلیم جان کے ساتھ ہوا ہے میرے ساتھ بھی ویسا ہی ہوا ہے۔ مجھے چھوڑ دو پلیز۔ میں یہاں سے بہت دور چلا جاؤں گا۔ بس شریف اور محب وطن انسان بن کر زندگی گزاروں گا''...... سردار جان نے کپکپاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اب تک تو تم ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث رہے ہو نا''۔ بلیک زیرو نے کہا۔

''اب سب چھوڑ دوں گا۔ بس مجھے ایک موقع دے دو''۔ سردار جان نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

''جانسن یہاں دہشت گردی کے مشن پر آیا تھا اور تم اس کے ساتھی ہو۔ لہذا تمہیں معافی نہیں دی جا سکتی۔ جوزف۔ ان دونوں کی لاشوں کو برقی بھٹی میں ڈال کر تم واپس رانا ہاؤس جا سکتے ہو''۔ بلیک زیرو نے کہا اور پھر دروازے کی طرف بڑھا۔ ابھی اس نے ایک ہی قدم اٹھایا تھا کہ اسے سردار جان کی چیخ سنائی دی۔ جوزف نے اس کے بھی دل میں خنجر اتار دیا تھا۔

بلیک زیرو نے رک کر اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کیا اور ڈارک روم سے باہر نکل آیا کیونکہ عمران اپنے فلیٹ جا چکا تھا اس لئے بلیک زیرو اسے فون کر کے رپورٹ دینا چاہتا تھا۔ کنٹرول روم میں آ کر بلیک زیرو نے عمران کے سیٹلائٹ موبائل فون کے نمبر ملائے اور پھر اسے سلیم جان اور سردار جان کے متعلق بتا دیا۔ رپورٹ سننے کے بعد عمران نے اسے آرام کرنے کو کہا۔

بلیک زیرو جانتا تھا کہ سرداور اپنے گاؤں گئے ہوئے ہیں اور عمران ان سے کیمیائی مواد سے بھری ہوئی ٹیوب کے بارے میں مشورہ کرنا چاہتا تھا اس لئے عمران نے اسے آرام کرنے کا مشورہ دیا تھا لیکن آرام کرنے کی بجائے اس نے لائبریری سے ایک کتاب نکالی اور اس کا مطالعہ کرنے لگا۔ عمران کی طرح اس نے بھی مطالعے کی عادت اپنا لی تھی۔ رات کو جب اسے نیند ستانے لگی تو اس نے کتاب اپنے تکیئے کے نیچے رکھی اور سو گیا۔

''صبح نماز سے فارغ ہو کر بلیک زیرو نے اپنے لئے ناشتہ تیار کیا اور کنٹرول روم میں بیٹھ کر ناشتہ کرنے لگا۔ ناشتے کے دوران اچانک اسے شدید ترین گرمی کا احساس ہوا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے کمرے میں یکدم تیز آگ بھڑک اٹھی ہو۔ بلیک زیرو نے ادھر ادھر دیکھا لیکن اسے اچانک گرمی کی کوئی وجہ سمجھ نہ آئی۔ اس نے ناشتہ چھوڑا اور کنٹرول روم سے باہر آ کر اس نے دیکھا لیکن کہیں بھی کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی لیکن پھر فوراً ہی اس کے ذہن میں ایک خیال آیا۔

''اوہ۔ کہیں ٹیوب سے کیمیائی مواد تو خارج نہیں ہو رہا''۔ بلیک زیرو کے ذہن میں فوراً ہی خیال ابھرا اور پھر وہ تیزی سے کنٹرول پینل کی طرف بڑھا۔ اس نے کنٹرول پینل پر لگے درجنوں بٹنوں میں سے دو بٹن پریس کر دیئے۔ ان بٹنوں کے پریس ہوتے ہی دانش منزل کی لیبارٹری ایئر ٹائٹ ہو گئی تھی۔ اس کے بعد اس نے

ایئر کنڈیشنڈ بھی آن کر دیا لیکن اب اس کے سر پر ہلکے ہلکے دھماکے ہو رہے تھے اور اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم میں سے جان نکلتی جا رہی ہو۔

بلیک زیرو نے اٹھ کر واش روم جانا چاہا تاکہ وہ نہا کر گرمی کی شدت کو کم کر سکے اور اس کی طبیعت بحال ہو لیکن ابھی اس نے ایک ہی قدم اٹھایا تھا کہ وہ لڑکھڑا گیا۔ اگر اس نے اپنی کرسی کا سہارا نہ لیا ہوتا تو وہ یقیناً گر پڑتا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے سر میں ہونے والے دھماکے شدید ہو گئے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے بار بار اندھیرا سا چھانے لگا تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا آخری وقت قریب ہو۔ بلیک زیرو نے اپنے حواس پر قابو پانے کی بہت کوشش کی اور یہی کوشش کرتے ہوئے اس نے عمران کے فلیٹ کے نمبر پریس کئے اور اگلے ہی لمحے رسیور اٹھا لیا گیا۔

''ہے لو۔ عم ران۔ صاحب''...... بلیک زیرو نے انتہائی مشکل سے کہا اور پھر اس کے ہاتھ سے رسیور گر گیا۔ رسیور گرتے ہی اس کے ذہن میں کلمہ طیبہ پڑھنے کا خیال ابھرا اور پھر وہ قالین پر گر گیا۔

''ہیلو طاہر۔ کیا ہوا''...... رسیور سے عمران کی آواز سنائی دی لیکن بلیک زیرو بے سدھ پڑا ہوا تھا اور شاید اس کے دل کی دھڑکن بند ہو چکی تھی۔

عمران کی کار ایک جھٹکے سے دانش منزل کے مین گیٹ پر رکی اور عمران بجلی کی سی تیزی سے نیچے اترا۔ اس نے مین گیٹ میں ایک مخصوص جگہ پر اپنا ہاتھ رکھا تو دانش منزل کا خودکار حفاظتی سسٹم آن تھا۔ کمپیوٹرائزڈ سسٹم کے تحت عمران کے فنگر پرنٹس کی وجہ سے گیٹ خودبخود کھل گیا اور یہ نظام عمران نے ایمرجنسی کے لئے نصب کیا ہوا تھا اس لئے جیسے ہی عمران نے اپنا ہاتھ گیٹ کی مخصوص جگہ پر رکھا تو گیٹ کھل گیا۔

عمران دوڑنے والے انداز میں کنٹرول روم کی طرف بڑھا۔ جیسے ہی وہ کنٹرول روم میں داخل ہوا اس نے بلیک زیرو کو کرسی کے قریب ہی قالین پر گرے ہوئے دیکھا۔ عمران نے ایک سیکنڈ کے بھی ہزارویں حصے میں کنٹرول روم کا جائزہ لیا اور پھر اس نے کمپیوٹر

کے کی بورڈ پر چند کمانڈ دے کر او کے کا بٹن پریس کر دیا۔ اس کے جواب میں سکرین پر ابھرنے والی تحریر نے عمران کے ہوش اڑا دیئے تھے۔

عمران نے جلدی سے بلیک زیرو کو کندھے پر اٹھایا اور باہر کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ مین گیٹ کے باہر کھڑی ہوئی اپنی کار تک پہنچ گیا۔ اس نے بلیک زیرو کو پچھلی سیٹ پر لٹایا اور پھر خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اگلے ہی لمحے اس کی کار طوفانی رفتار سے فاروقی ہسپتال کی طرف بڑھ رہی تھی اور پھر وہ بہت ہی قلیل وقت میں فاروقی ہسپتال پہنچ گیا۔ فاروقی ہسپتال کے کمپاؤنڈ میں پہنچتے ہی عمران نے کار ایک جھٹکے سے روکی اور دوسرے ہی لمحے وہ کار سے اتر کر کار کی عقبی سیٹ پر لیٹے ہوئے بلیک زیرو کو کندھے پر ڈال کر بھاگتا ہوا ڈاکٹر فاروقی کے آفس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

”ڈاکٹر صاحب۔ یہ رضوان صاحب ہیں چیف کے فارن ایجنٹ۔ ملک و قوم کے لئے ان کی خدمات بہت زیادہ ہیں اور ابھی ملک و قوم کو ان کی ضرورت ہے۔ یہ کیمیائی مواد سے متاثر ہو گئے ہیں۔ آپ جلدی سے انہیں چیک کریں“...... عمران نے بلیک زیرو کو آفس کے ایک کونے میں پڑے ہوئے منی بیڈ پر لٹا کر تیزی سے ڈاکٹر فاروقی سے کہا تو انہوں نے فوراً ہی بلیک زیرو کو چیک کیا اور اپنے ساتھ موجود ایک ڈاکٹر کو اسٹریچر لانے کی ہدایت کی۔

”ان کی نبض تو تقریباً ڈوب چکی ہے عمران صاحب“...... ڈاکٹر

فاروقی نے مایوس لہجے میں کہا۔

''آپ انہیں بچانے کی بھرپور کوشش کریں'' ...... عمران نے کہا۔

''کوشش کرنا تو ہمارا فرض ہے عمران صاحب۔ میں اپنا فرض ادا کرتا ہوں آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں'' ...... ڈاکٹر فاروقی نے کہا اور اسی دوران بلیک زیرو کو اسٹریچر پر لٹا کر ایمرجنسی روم میں لے جایا گیا اور پھر ڈاکٹر فاروقی بھی چلے گئے اور عمران ایک کرسی پر بیٹھ کر اور قبلہ رخ ہو کر دعا مانگنے میں مصروف ہو گیا۔

''چند لمحوں تک دعا مانگنے کے بعد عمران نے جیب سے اپنا سیٹلائٹ موبائل فون نکالا اور سرداور کی کوٹھی کے نمبر پریس کر دیئے۔ تیسری بیل پر دوسری طرف سے رسیور اٹھا لیا گیا۔

''ہیلو۔ کون بول رہا ہے'' ...... دوسری طرف سے سرداور کی بیگم کی آواز سنائی دی۔

''السلام علیکم آنٹی۔ میں علی عمران بول رہا ہوں۔ سرداور ہیں''۔ عمران نے کہا۔

''تمہارے انکل موجود ہیں۔ ہولڈ کرو میں انہیں بلاتی ہوں''۔ سلام کا جواب دینے کے بعد دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی چھا گئی۔

''السلام علیکم عمران بیٹا۔ کیسے ہو تم'' ...... چند لمحوں بعد سرداور کی آواز سنائی دی۔

''میں تو ٹھیک ہوں لیکن چیف کا ایک فارن ایجنٹ کیمیائی مواد سے متاثر ہو گیا ہے۔ میں اس وقت فاروقی ہسپتال سے بول رہا ہوں'' ...... عمران نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ وری سیڈ۔ یہ تو بہت بری خبر ہے۔ وہ کیمیائی مواد سے کیسے متاثر ہوا ہے'' ...... سرداور نے پوچھا۔

''اس نے ایک مجرم کو گرفتار کیا تھا جس کے پاس ایک عجیب ساخت کی ٹیوب تھی۔ پوچھ گچھ کرنے پر معلوم ہوا کہ اس ٹیوب میں کیمیائی مواد ہے تو چیف کے فارن ایجنٹ نے وہ ٹیوب ایک عمارت میں رکھ دی اور چیف کو اطلاع کی۔ چیف نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ سے مشورہ کروں لیکن آپ گاؤں گئے ہوئے تھے اس لئے آپ سے بات نہ ہو سکی۔ آج صبح کسی طرح وہ ٹیوب لیک ہو گئی۔ شاید مجرموں نے کوئی ایڈجسٹمنٹ کی ہوئی تھی۔ جیسے ہی وہ ٹیوب لیک ہوئی چیف کے فارن ایجنٹ کو احساس ہو گیا اور اس نے ٹیوب والے کمرے کو فوراً ایئر ٹائٹ کر دیا لیکن اس دوران وہ خود اس سے متاثر ہو گیا'' ...... عمران نے کہا کیونکہ اس نے کمپیوٹر پر رپورٹ دیکھ لی تھی۔ رپورٹ میں بتایا گیا تھا کہ لیبارٹری میں خطرناک گیس پھیلی ہوئی ہے اور لیبارٹری کو ایئر ٹائٹ کر دیا گیا ہے۔ باقی عمران نے خود ہی تجزیہ کر لیا تھا کہ کیا ہوا ہو گا اس لئے عمران نے تفصیل سے سرداور کو سب کچھ بتا دیا تھا۔

''میں چند ادویات کے نام بتا رہا ہوں تم ڈاکٹر فاروقی سے کہو

کہ وہ مریض کو یہ ادویات استعمال کرائیں اور تم فوراً میرے پاس کوٹھی پر آ جاؤ“...... سرداور نے کہا۔

”میں مریض کو چھوڑ کر آپ کے پاس نہیں آ سکتا“...... عمران نے سرداور سے کہا۔

”یہ بہت ضروری ہے عمران ورنہ پورا دارالحکومت تباہ ہو جائے گا“...... سرداور نے کہا۔

”اوہ۔ ایسی بات ہے تو میں ابھی آ رہا ہوں۔ آپ ادویات کے نام بتائیں“...... عمران نے فکرمند لہجے میں کہا تو سرداور نے اسے چند ادویات کے نام بتا دیئے۔ ادویات کے نام سن کر عمران نے موبائل فون آف کیا اور ڈاکٹر فاروقی کی میز پر رکھی ہوئی کال بیل کا بٹن پریس کر دیا اور اگلے ہی لمحے ایک ملازم اندر آ گیا۔

”یس سر“...... ملازم نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”ڈاکٹر صاحب ایمرجنسی روم میں ہیں۔ تم فوراً انہیں بلا کر لاؤ“...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”سر۔ جب ڈاکٹر صاحب ایمرجنسی میں ہوں تو ہمیں وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے“...... ملازم نے کہا۔ اس کی بات سن کر عمران ایک جھٹکے سے اٹھا اور خود ہی ایمرجنسی روم کی طرف بڑھ گیا۔

”اوہ عمران صاحب آپ“...... ڈاکٹر فاروقی نے عمران کو اس طرح اندر داخل ہوتے دیکھ کر کہا۔

”میں چند ادویات کے نام آپ کو بتا رہا ہوں۔ آپ یہ ادویات

مریض کو استعمال کرائیں۔ میں کچھ دیر میں واپس آ رہا ہوں“۔ عمران نے کہا اور پھر اس نے سرداور کی بتائی ہوئی ادویات کے نام ڈاکٹر فاروقی کو نوٹ کرائے اور پھر اگلے چند لمحوں بعد اس کی کار سرداور کی رہائش گاہ کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔

پندرہ منٹ کی تیز رفتار ڈرائیونگ کے بعد عمران سرداور کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ اسے دیکھتے ہی گارڈ نے اس کے لئے گیٹ کھول دیا۔ یہ گارڈ کافی پرانا تھا اور عمران کو جانتا تھا اور اس وقت سرداور نے اسے عمران کی آمد سے آگاہ کر دیا تھا۔

”آپ کے ساتھی کا علاج یہاں پاکیشیا میں ممکن نہیں ہے عمران بیٹے۔ انہیں ایکریمیا یا گریٹ لینڈ بھجوانا ہو گا۔ جو ادویات میں نے بتائی ہیں وہ وقتی طور پر بمشکل دس فیصد مریض کو بہتر کر دیں گی“۔ سلام دعا کے بعد سرداور نے نہایت ہی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں مریض کو گریٹ لینڈ بھجوا دیتا ہوں“۔ عمران نے کہا۔

”گریٹ لینڈ میں سر براؤن ہسپتال ہے اور اس ہسپتال کے انچارج سر انتھونی ہیں۔ تم میرا حوالہ دے کر وہاں بکنگ کرا لو“۔ سرداور نے کہا۔

”جی بہتر۔ یہ کام میں ابھی کر لیتا ہوں مگر آپ نے کہا تھا کہ دارالحکومت تباہ ہو سکتا ہے۔ کیا ایسا کیمیائی مواد کے تابکاری اثرات

کی وجہ سے ہوگا''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ تمہارے ساتھی نے کمرہ فوراً ایئر ٹائٹ کر کے ذہانت کا ثبوت دیا ہے اور دارالحکومت کے لاکھوں افراد کو موت کے منہ میں جانے سے بچالیا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو تابکاری اثرات اب تک پورے شہر میں پھیل چکے ہوتے اور ہر طرف چیخ و پکار ہوتی اور لاشیں ہی لاشیں نظر آ رہی ہوتیں''...... سرداور نے کہا۔ عمران کو بھی اس بات کا اندازہ تھا لیکن بلیک زیرو کی حالت کے پیش نظر اس نے ابھی اس بارے میں سوچا نہیں تھا۔

''آپ درست کہہ رہے ہیں۔ تابکاری کے ان اثرات کو ختم کرنے کے لئے زیڈ ٹوٹنی تھری شعاعیں ایجاد کی گئی ہیں۔ اب ہمیں اس بلڈنگ پر ان شعاعوں کا حصار قائم کرنا پڑے گا پھر کہیں جا کر تابکاری خطرہ ختم ہوگا''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ ایسا ہی ہے اور تمہارے لئے خوش خبری ہے کہ یہ شعاعیں میری لیبارٹری میں موجود ہیں''...... سرداور نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران نے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔

''آپ نے میری پریشانیاں ختم کر دی ہیں''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''عمران بیٹے۔ پریشانیاں ختم کرنے والی صرف ایک ہی ذات ہے۔ لوگ تو ذریعہ بنتے ہیں۔ اب تم چند لمحے میرا انتظار کرو کیونکہ مجھے ایک فائل اٹھانی ہے پھر ہم لیبارٹری چلیں گے''...... سرداور نے

کہا اور پھر وہ ڈرائنگ روم سے اٹھ کر چلے گئے۔ ان کے واپس آنے تک عمران نے گریٹ لینڈ کے ہسپتال میں بلیک زیرو کے لئے بکنگ بھی کروا دی اور طیارہ بھی چارٹرڈ کرا دیا تھا۔

''چلو۔ آج میں تمہاری کار میں لیبارٹری چلوں گا''...... سرداور نے کہا تو عمران اٹھ کھڑا ہوا۔ راستے میں اس نے ڈاکٹر فاروقی کے نمبر ملائے تھے۔

''ڈاکٹر صاحب۔ میں علی عمران بول رہا ہوں۔ مریض کی حالت کیسی ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''عمران صاحب۔ آپ کی بتائی ہوئی ادویات سے معمولی سا فرق تو پڑا ہے لیکن امید کی کرن ابھی تک نہیں چمکی''...... ڈاکٹر فاروقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ڈاکٹر صاحب۔ میں مریض کو گریٹ لینڈ بھجوا رہا ہوں۔ میرا ایک ساتھی جوزف کچھ دیر میں آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔ آپ نے مریض کو اس کے حوالے کر دینا ہے''...... عمران نے کہا۔

''جی بہت بہتر''...... ڈاکٹر فاروقی نے کہا تو عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ اس کے بعد وہ رانا ہاؤس کے نمبر ملانے لگا۔ دوسری بیل پر رسیور اٹھا لیا گیا۔

''ہیلو۔ جوزف بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے جوزف کی آواز سنائی دی۔

''جوزف۔ میں عمران بول رہا ہوں''...... عمران نے انتہائی سنجیدہ

لہجے میں کہا۔

''اوہ باس آپ۔ بہت عرصہ ہو گیا ہے آپ کی صورت دیکھے ہوئے''...... جوزف نے شکایت بھرے لہجے میں کہا۔

''جوزف۔ طاہر صاحب اس وقت زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے اور اس کا علاج بھی گریٹ لینڈ میں ممکن ہے۔ گریٹ لینڈ کے سر براؤن ہسپتال میں طاہر کی بکنگ میں نے کرا دی ہے اور ایک طیارہ بھی چارٹرڈ کرا دیا ہے۔ تم فوراً فاروقی ہسپتال چلے جاؤ۔ وہاں سے طاہر کو لو اور سیدھے ایئر پورٹ چلے جاؤ۔ ایک لمحے کی بھی تاخیر طاہر کی جان لے سکتی ہے۔ طاہر کے صحت مند ہونے تک تم نے اس کے ساتھ رہنا ہے''...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ باس۔ طاہر صاحب کے لئے تو میری جان بھی حاضر ہے''...... جوزف نے بے چین لہجے میں کہا۔

''اوکے۔ وش یو گڈ لک''...... عمران نے کہا اور پھر اس نے سلسلہ منقطع کر کے موبائل جیب میں رکھ لیا۔

''شعاعوں کا حصار اس عمارت پر کیسے قائم کیا جا سکتا ہے''۔ عمران نے سرداور سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''ہیلی کاپٹر کے ذریعے وہ شعاعیں مطلوبہ عمارت پر پھیلائی جائیں گی اور اس کے بعد ایئر ٹائٹ کمرے کو اوپن کرنا پڑے گا۔ اس عمل کے تقریباً آدھے گھنٹے بعد تابکاری کے اثرات ختم ہو جائیں

گے''...... سرداور نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ لیبارٹری ایریا میں داخل ہو گئے۔

پہلی چیک پوسٹ پر ان کی کار کو روک لیا گیا مگر جیسے ہی چیک پوسٹ کے عملے کی نظر سرداور پر پڑی تو انہوں نے فوراً ہی سلام کیا اور کار کے لئے راستہ کھول دیا اور عمران نے اپنی کار آگے بڑھا دی۔

آفس نما کمرے میں ایک جہازی سائز کی میز کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر ایک کرخت چہرے والا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بھاری جسم کا مالک تھا اور اس کے چہرے سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ آنکھوں میں ہلکی ہلکی سرخی تھی اور اس کا سر بالوں سے بے نیاز تھا۔ میز پر مختلف رنگوں کے ٹیلی فون سیٹ، چند فائلیں اور ایک کمپیوٹر رکھا ہوا تھا۔ کرسی پر بیٹھا ہوا آدمی ایک فائل کے مطالعے میں مصروف تھا کہ اچانک سفید رنگ کے ٹیلی فون سیٹ کی گھنٹی بجنے لگی تو اس آدمی نے چونک کر فون کی طرف دیکھا اور پھر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

’’ہیلو۔ راڈاک سپیکنگ‘‘...... بھاری جسامت والے نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ چہرے کی طرح اس کی آواز بھی کرخت تھی۔

’’ڈاکٹر سمتھ بول رہا ہوں راڈاک صاحب‘‘...... دوسری طرف سے کہا گیا تو راڈاک چونک پڑا۔

’’اوہ ڈاکٹر سمتھ آپ۔ خیریت تو ہے‘‘...... اس مرتبہ راڈاک نے نرم لہجے میں کہا۔

’’میں آپ سے فوری ملنا چاہتا ہوں‘‘...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا۔

’’اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی اہم بات ہے۔ ٹھیک ہے آپ دفتر آ جائیں۔ میں دفتر میں موجود ہوں‘‘...... راڈاک نے کہا۔

’’میں آدھے گھنٹے تک پہنچ رہا ہوں‘‘...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا تو راڈاک نے رسیور کریڈل پر رکھا اور انٹرکام کا رسیور اٹھا کر دو نمبر پریس کر دیئے۔ دوسری طرف سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

’’کچھ دیر بعد ڈاکٹر سمتھ آ رہے ہیں۔ انہیں میرے آفس میں پہنچانے کے بعد کولڈ ڈرنکس بھی لے آنا‘‘...... راڈاک نے اپنی سیکرٹری کو ہدایت کرتے ہوئے کہا اور پھر اس کی بات سنے بغیر ہی اس نے رسیور رکھ دیا اور دوبارہ فائل کے مطالعے میں مصروف ہو گیا۔ کچھ دیر بعد انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے فائل بند کی اور اس فائل کو دوسری فائلوں کے ساتھ رکھتے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھا لیا۔

’’یس‘‘...... راڈاک نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"سر۔ ڈاکٹر سمتھ صاحب تشریف لے آئے ہیں"...... دو
طرف سے سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"ٹھیک ہے۔ انہیں میرے پاس لے آؤ"...... راڈاک کرخت لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد اس کے آ
کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر سمتھ اس کی سیکرٹری کے ہمراہ کمرے داخل ہوئے۔ راڈاک نے ڈاکٹر سمتھ کا اٹھ کر استقبال کیا اور سے مصافحہ کیا جبکہ اس کی سیکرٹری واپس چلی گئی۔

"تشریف رکھیئے ڈاکٹر صاحب"...... راڈاک نے کرسی کی ط
اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"شکریہ"...... ڈاکٹر سمتھ نے راڈاک کا شکریہ ادا کرتے ہو
کہا اور پھر کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ڈاکٹر سمتھ۔ آپ کچھ پریشان لگ رہے ہیں۔ خیریت ہے"...... راڈاک نے کہا۔

"ہاں۔ میں کچھ پریشان ہوں"...... ڈاکٹر سمتھ نے اثبات
سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا میں آپ کی پریشانی کی وجہ جان سکتا ہوں"...... راڈاک نے کہا۔

"میں اسی لئے تو آپ کے پاس آیا ہوں"...... ڈاکٹر سمتھ
کہا۔ راڈاک نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ آفس
دروازہ کھلا اور اس کی سیکرٹری اندر آ گئی۔ اس نے ایک ٹرے اٹھا

ہوئی تھی جس میں شراب کی ایک بوتل، دو گلاس اور ایک باؤل میں برف رکھی ہوئی تھی۔ اس نے ٹرے میز پر رکھی اور بوتل کھولنے لگی۔

"تم جاؤ ہم خود جام بنا لیں گے"...... راڈاک نے اپنی سیکرٹری سے کہا تو اس نے بوتل واپس ٹرے میں رکھی اور پھر آفس سے باہر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد راڈاک نے گلاسوں میں برف ڈالی اور پھر دونوں گلاس شراب سے بھر لئے۔ ایک گلاس نے ڈاکٹر سمتھ کی طرف بڑھایا اور دوسرا اپنے سامنے رکھ لیا۔

"شکریہ"...... ڈاکٹر سمتھ نے راڈاک کا شکریہ ادا کیا اور گلاس اٹھا کر منہ سے لگا لیا۔

"ڈاکٹر سمتھ۔ آپ اپنی پریشانی کا ذکر کر رہے تھے"۔ راڈاک نے کہا۔

"ہمارے ہسپتال میں ایک مریض لایا گیا ہے اور میں اس مریض کی وجہ سے پریشان ہوں"...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا۔

"اوہ۔ اس میں ایسی کیا بات ہے کہ آپ پریشان ہو گئے"۔ راڈاک نے کہا۔

"یہ مریض کیمیائی تابکاری کا شکار ہوا ہے۔ اسے ایک لمحے کے لئے بھی زندہ نہیں رہنا چاہئے تھا لیکن وہ نہ صرف زندہ ہے بلکہ تیزی سے صحت یاب بھی ہو رہا ہے۔ یہ شخص ناقابل یقین حد تک مضبوط دماغ، مضبوط اعضاء اور فولادی قوت ارادی اور قوت برداشت کا مالک ہے اور اپنی انہی خوبیوں کی وجہ سے یہ اب تک

زندہ ہے۔ نہ صرف زندہ ہے بلکہ صحت یاب بھی ہو رہا ہے“۔ ڈاکٹر سمتھ نے کہا۔

”اوہ۔ آپ کا کیا خیال ہے کیا وہ آدمی زندہ بچ جائے گا“۔ راڈاک نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”جس وقت وہ شخص ہسپتال میں لایا گیا تھا کسی کو امید نہیں تھی کہ یہ زندہ بچ جائے گا بلکہ سب حیران تھے کہ یہ اب تک زندہ کیسے ہے لیکن اب سب کو یقین ہو گیا ہے کہ یہ شخص اپنی قوت ارادی کی وجہ سے جلد صحت یاب ہو جائے گا“...... ڈاکٹر سمتھ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس مریض کا نام کیا ہے اور وہ کہاں کا رہنے والا ہے“۔ راڈاک نے پوچھا۔

”مریض کا نام طاہر ہے اور وہ پاکیشیا سے گریٹ لینڈ لایا گیا ہے“...... ڈاکٹر سمتھ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ڈاکٹر سمتھ۔ کیا آپ نے اس کا مائینڈ چیک کیا ہے۔ اتنی مضبوط قوت مدافعت اور اتنے مضبوط دماغ کا آدمی ہے کون“۔ راڈاک نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ ابھی اس کے دماغ کو چھیڑنا رسک ہو گا۔ وہ خطرے سے باہر نکل آئے اور کچھ تندرست ہو جائے تو پھر اس کے دماغ کو چیک کیا جا سکتا ہے لیکن یہ کام ہمارے ہسپتال میں نہیں ہو گا کیونکہ وہاں ایسی مشینری نہیں ہے۔ اس کے دماغ کو چیک کرنے کے لئے

آپ کو اسے یہاں اپنے ہیڈکوارٹر لانا ہو گا“...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا۔

”یہ تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ جب آپ کہیں گے میں اسے اغوا کرا لوں گا۔ ہمیں تو ایسے مضبوط لوگوں کی تلاش رہتی ہے بلکہ ہمارے بڑوں کی تو خواہش ہے کہ دنیا میں ایسے مضبوط قوت ارادی اور اعلیٰ دماغ کے لوگوں کو فوراً ہی زیرو لینڈ کا شہری بنا دیا جائے“۔ راڈاک نے مسکراتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر سمتھ بھی مسکرانے لگا۔

”آپ نے ٹھیک کہا ہے۔ ایسے لوگوں کے رہنے کی جگہ بھی صرف زیرو لینڈ ہی ہے“...... ڈاکٹر سمتھ نے مسکراتے ہوئے فخریہ لہجے میں کہا تو راڈاک نے اثبات میں سر ہلا کر اس کی تائید کر دی۔

”آپ مجھے اس کے بارے میں مزید معلومات فراہم کریں میں پاکیشیا سے بھی اس کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ یہ شخص کون ہے“...... راڈاک نے کہا۔

”آپ کو مزید کس قسم کی معلومات چاہئیں“...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا۔

”یہ مریض کب، کس وقت اور کس فلائٹ سے گریٹ لینڈ پہنچا۔ ہسپتال میں اس کی بکنگ کس نے کرائی، مریض کا ہوم ایڈریس کیا ہے اور اس کے ساتھ کون ہے۔ اس کا نام اور اس کا ہوم ایڈریس کیا ہے۔ آپ یہ ساری تفصیلات مجھے پہنچا دیں میں پاکیشیا سے بھی اس شخص کے بارے میں معلومات حاصل ۔ لیکن [illegible] جب یہ تندرست ہو جائے تو پھر ہم اس کے دماغ کو بھی چیک

گے“...... راڈاک نے ڈاکٹر سمتھ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں واپس جا کر اس مریض کی فائل دیکھتا ہوں اور پھر تمام تفصیلات آپ کو نوٹ کراتا ہوں۔ ہاں۔ اس مریض کے ساتھ جو آدمی آیا ہوا ہے اس کا نام جوزف ہے اور وہ نسلاً افریقی حبشی ہے“...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا تو راڈاک نے اثبات میں سر ہلایا اور کچھ سوچنے لگا۔

”آپ زیرو لینڈ کے ہیڈ آفس رپورٹ کریں گے“...... ڈاکٹر سمتھ نے راڈاک کو سوچ میں ڈوبے دیکھ کر پوچھا۔

”ابھی نہیں۔ اس شخص کے بارے میں تمام معلومات حاصل ہو جائیں تو پھر رپورٹ کروں گا۔ ادھوری رپورٹ پر تو ہیڈ آفس نے میرے ڈیتھ وارنٹ جاری کر دینے ہیں“...... راڈاک نے کہا۔

”اوکے۔ میں اب چلتا ہوں۔ آدھے گھنٹے بعد میں اس مریض کے تمام کوائف آپ کو فون پر لکھوا دوں گا“...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے اٹھتے دیکھ کر راڈاک بھی اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ اس نے ڈاکٹر سمتھ سے ہاتھ ملایا اور ڈاکٹر سمتھ اس کے آفس سے باہر چلا گیا۔ ڈاکٹر سمتھ کے باہر نکل جانے کے بعد راڈاک اپنی کرسی پر بیٹھا اور اس نے گلاس دوبارہ شراب سے بھرا اور سپ کرنے لگا۔ ساتھ ہی اس نے فائل اٹھائی اور اسے کھول کر پڑھنے لگا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد سفید رنگ کے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو راڈاک نے فائل بند کر کے میز پر رکھی اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا

لیا۔

”یس۔ راڈاک سپیکنگ“...... راڈاک نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے کرخت لہجے میں کہا۔

”ڈاکٹر سمتھ بول رہا ہوں“...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”جی ڈاکٹر سمتھ۔ بولیں۔ میں آپ کی بات نوٹ کر رہا ہوں“۔ راڈاک نے ایک پیڈ اور قلم اپنے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

”کسی سرداور کے ریفرنس سے کامران نامی آدمی نے مریض کے لئے بکنگ کرائی ہے۔ مریض کا ہوم ایڈریس پاکیشیا کے دارالحکومت کی گلفشار کالونی کوٹھی نمبر دو سو بائیس ہے۔ جوزف نامی حبشی مریض طاہر کا ملازم ہے اور اس کا ہوم ایڈریس بھی وہی ہے جو مریض کا ہے۔ مریض کو چارٹرڈ طیارے کے ذریعے گریٹ لینڈ لایا گیا ہے اور لندان کے وقت کے مطابق طیارہ صبح آٹھ بجے لندان ایئر پورٹ پر اترا تھا“...... دوسری طرف سے ڈاکٹر سمتھ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا جبکہ راڈاک یہ تفصیل پیڈ پر نوٹ کر رہا تھا۔

”اوکے ڈاکٹر سمتھ۔ آپ کا شکریہ۔ یہ معلومات کافی ہیں۔ میں اب اس مریض کے متعلق مزید معلومات حاصل کر لوں گا“۔ راڈاک نے کہا اور پھر اس نے رسیور رکھ دیا۔ اگلے لمحے اس نے سرخ رنگ کے فون کا رسیور اٹھایا اور انکوائری آفس کے نمبر پریس کر دیئے۔

”انکوائری پلیز“...... رابطہ ملنے پر دوسری طرف سے لیڈی آپریٹر

کی آواز سنائی دی۔

"یہاں سے پاکیشیا اور اس کے دارالحکومت کا نمبر بتائیں"۔ راڈاک نے کہا تو آپریٹر نے دونوں نمبر بتا دیئے اور اس نے وہ نمبر پیڈ پر لکھ لئے اور پھر اس نے رسیور رکھا اور میز کی دراز میں سے ایک ڈائری نکال لی۔ راڈاک ڈائری کھول کر اس کے صفحے پلٹنے لگا۔ ایک صفحے پر پہنچ کر وہ رک گیا اور پھر اس نے اس صفحے پر لکھا ہوا نمبر بھی پیڈ پر لکھ لیا اور ڈائری بند کر کے واپس میز کی دراز میں رکھی اور سرخ رنگ کے فون کا رسیور اٹھا کر پاکیشیا اور اس کے دارالحکومت کے نمبر پریس کرنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے پیڈ پر لکھا ہوا نمبر بھی پریس کر دیا۔

"مس ریٹا فرام وولف کلب"...... رابطہ ملتے ہی دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"مینجر اشوک سنگھ سے بات کراؤ۔ میں گریٹ لینڈ سے راڈاک بول رہا ہوں"...... راڈاک نے اپنے کرخت لہجے میں کہا۔

"ہولڈ کریں سر۔ میں معلوم کرتی ہوں"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی چھا گئی۔

"ہیلو۔ اشوک سنگھ فرام وولف کلب"...... چند لمحوں بعد ایک اور آواز سنائی دی۔

"اشوک سنگھ۔ میں راڈاک بول رہا ہوں"...... راڈاک نے بدستور کرخت لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ یس سر۔ حکم سر"...... دوسری طرف سے فوراً ہی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"میں طاہر نامی ایک شخص سے متعلق تمہیں چند معلومات دے رہا ہوں۔ طاہر آج کل گریٹ لینڈ کے ایک ہسپتال میں زیر علاج ہے۔ تم نے اس کے متعلق تفصیلات حاصل کرنی ہیں کہ یہ کون ہے اور کیا کرتا ہے"...... راڈاک نے کرخت لہجے میں کہا۔

"آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی سر۔ آپ کوائف لکھوا دیں"۔ اشوک سنگھ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو راڈاک نے اسے کوائف لکھوا دیئے۔

"کتنی دیر تک تم یہ معلومات حاصل کر لو گے"...... کوائف لکھوانے کے بعد راڈاک نے پوچھا۔

"زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ لگے گا سر"...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"اوکے۔ یہ معلومات حاصل کر کے تم نے مجھے فوراً رپورٹ دینی ہے"...... راڈاک نے کہا۔

"بہت بہتر سر۔ آپ کو زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑے گا"۔ اشوک سنگھ نے کہا تو راڈاک نے اس کی بات کا جواب دیئے بغیر ہی رسیور کریڈل پر رکھ دیا اور پھر انٹرکام کا رسیور اٹھا کر اپنی سیکرٹری کے نمبر پریس کر دیئے۔

"آئس کیوب اور ڈرنک کی بوتل لے آؤ"...... راڈاک نے

تحکمانہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے رسیور رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد سیکرٹری آئس کیوب اور شراب کی بوتل لئے کمرے میں داخل ہوئی۔ پہلی بوتل خالی ہو چکی تھی۔ سیکرٹری نے خالی بوتل اٹھائی اور واپس چلی گئی۔ راڈاک نے دوبارہ گلاس بھرا اور تیسری فائل اٹھا کر اس نے اپنے سامنے رکھی اور اسے کھول کر پڑھنے لگا۔ ساتھ ساتھ وہ شراب بھی پی رہا تھا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد انٹرکام کی بیل بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... راڈاک نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

''سر۔ پاکیشیا سے اشوک سنگھ بات کرنا چاہتے ہیں''...... سیکرٹری نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کراؤ بات'' ...... راڈاک نے کرخت لہجے میں کہا اور انٹرکام کا رسیور رکھ دیا۔ اگلے ہی لمحے سیاہ رنگ کے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ راڈاک سپیکنگ''...... راڈاک نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے کرخت لہجے میں کہا۔

''سر۔ اشوک سنگھ بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے اشوک سنگھ کی آواز سنائی دی۔

''ہاں۔ بولو اشوک سنگھ۔ کیا رپورٹ ہے''...... راڈاک نے کرخت آواز میں پوچھا۔

''سر۔ ایڈریس غلط ہے۔ گلفشار کالونی میں کوٹھیوں کی تعداد

صرف ایک سو ہے اور ان کے نمبر ایک سے سو تک ہیں جبکہ طیارہ چارٹرڈ کرانے والے کامران نامی شخص کے کوائف بھی ایئر پورٹ کے انکوائری آفس میں موجود نہیں ہیں''...... اشوک سنگھ نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

''تم نے اچھی طرح تسلی کر لی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں تمہاری رپورٹ غلط ثابت ہو جائے اور تمہارے ڈیتھ وارنٹ جاری کرنے پڑیں''...... راڈاک نے کرخت لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''سر۔ میں اچھی طرح تسلی کرنے کے بعد ہی آپ کو رپورٹ دے رہا ہوں''...... اشوک سنگھ نے کہا تو راڈاک نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور رسیور رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے سفید رنگ کے فون کا رسیور اٹھایا اور سر براؤن ہسپتال کے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''ڈاکٹر سمتھ سے بات کرائیں میں ان کا دوست راڈاک بول رہا ہوں''...... رابطہ ملتے ہی راڈاک نے کہا۔

''ایک منٹ ہولڈ کیجئے''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

''ہیلو سر۔ کیا آپ لائن پر موجود ہیں''...... چند لمحوں بعد آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

''یس''...... راڈاک نے انتہائی نرم لہجے میں کہا۔

"سر۔ ڈاکٹر سمتھ ایک مریض کو چیک کرنے وارڈ میں گئے ہوئے ہیں۔ پلیز آپ دس پندرہ منٹ بعد کال کریں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوکے۔ تھینک یو"...... راڈاک نے کہا اور پھر اس نے رسیور رکھ دیا۔

"گراہم کو میرے پاس بھیجو"...... فون کا رسیور رکھنے کے بعد اس نے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر اپنی سیکرٹری سے کہا اور رسیور دوبارہ کریڈل پر رکھ دیا۔ تقریباً دو منٹ بعد آفس کا دروازہ کھلا اور ایک ورزشی جسم کا مالک نوجوان اندر آ گیا۔ اس نے ادب سے راڈاک کو سلام کیا اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھو گراہم"...... راڈاک نے کرخت لہجے میں کہا تو گراہم کرسی پر بیٹھ گیا۔

"سر براؤن ہسپتال میں زیرو لینڈ سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر سمتھ موجود ہیں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ ان کے ہسپتال میں ایک ایسا مریض لایا گیا ہے جو انتہائی مضبوط اعصاب اور اعلیٰ دماغ کا مالک ہے اور تم جانتے ہو کہ ہم لوگ ایسے افراد کی تلاش میں رہتے ہیں تاکہ انہیں زیرو لینڈ کا وفادار شہری بنایا جا سکے۔ ایسے اعلیٰ دماغ کے حامل افراد کی زیرو لینڈ کو اشد ضرورت ہے"...... راڈاک نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ میں جانتا ہوں"...... گراہم نے مؤدبانہ لہجے میں

جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جس طرح ڈاکٹر سمتھ نے اس آدمی کی تعریف کی ہے اس سے یہ بات تو طے ہو گئی ہے کہ ہم نے اسی شخص کو اپنے ساتھ ملانا ہے لیکن اس سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ اس کے بارے میں معلومات حاصل ہو جائیں کہ اتنے اعلیٰ دماغ کا مالک یہ شخص اصل میں ہے کون"...... راڈاک نے کہا۔

"یس سر۔ یہ معلوم ہونا بھی بہت ضروری ہے"...... گراہم نے بدستور مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اس شخص کا نام طاہر ہے اور وہ پاکیشیا سے گریٹ لینڈ پہنچا ہے۔ میں نے اس کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن مجھے ناکامی ہوئی ہے۔ اس مریض طاہر کے کوائف اور اسے بھجوانے والے کے کوائف غلط ہیں اور ایسا صرف اس لئے کیا گیا ہو گا کہ یہ پاکیشیا کی کوئی اہم اور خفیہ شخصیت ہے۔ اب اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا اور زیادہ ضروری ہو گیا ہے"...... راڈاک نے کہا۔

"آپ درست کہہ رہے ہیں سر۔ اس کے بارے میں جاننا بہت ضروری ہے"...... گراہم نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم بتاؤ ہم اس کے بارے میں معلومات کیسے حاصل کریں"۔ راڈاک نے پوچھا۔

"سر۔ اسے اغوا کر لیا جائے اور پھر اس کے دماغ کی سکریننگ

کی جائے''...... گراہم نے سادہ سے لہجے میں کہا۔

''وہ مریض کیمیائی تابکاری سے متاثر ہوا ہے اور انتہائی خطرناک حالت میں ہے۔ اگر اس کے ساتھ ایسا کرنے کی کوشش کی گئی تو وہ مر بھی سکتا ہے اور تم جانتے ہو کہ ہم ایسے لوگوں کی قدر کرتے ہیں''...... راڈاک نے کہا تو گراہم سوچ میں پڑ گیا۔

''سر۔ مریض اکیلا ہے یا اس کے ساتھ کوئی اور شخص بھی آیا ہے''...... گراہم نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

''گڈ۔ میں نے اسی لئے تمہیں بلایا ہے کہ تم بہت سمجھ دار ہو''۔ راڈاک نے خوش ہوتے ہوئے کہا تو گراہم کے چہرے پر بھی خوشی کے تاثرات پھیل گئے۔

''تھینک یو سر۔ تو میں مریض کے ساتھی کو اغوا کر کے یہاں لے آؤں تاکہ اس سے معلومات حاصل کر لی جائیں''...... گراہم نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''تم بالکل ٹھیک سمجھے ہو۔ میں ڈاکٹر سمتھ کو فون کرتا ہوں وہ اس سلسلے میں تمہاری مدد کریں گے''...... راڈاک نے کہا اور پھر اس نے سفید رنگ کے فون کا رسیور اٹھایا اور سر براؤن ہسپتال کے نمبر پریس کرنے لگا۔

''یس۔ سر براؤن ہسپتال''...... رابطہ ملتے ہی دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''اگر ڈاکٹر سمتھ اپنے آفس میں آ گئے ہوں تو میری ان سے

بات کرا دیں''...... راڈاک نے کہا۔

''ایک منٹ ہولڈ کیجئے سر''...... لیڈی آپریٹر نے کہا اور پھر لائن پر خاموشی چھا گئی۔

''یس۔ ڈاکٹر سمتھ سپیکنگ''...... چند لمحوں بعد ڈاکٹر سمتھ کی آواز سنائی دی۔

''ڈاکٹر صاحب میں راڈاک بول رہا ہوں''...... راڈاک نے نرم لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ کچھ معلومات ملی ہیں آپ کو اس مریض کے متعلق''۔ ڈاکٹر سمتھ نے پوچھا۔

''نہیں ڈاکٹر صاحب۔ اگر آپ تشریف لے آئیں تو ہم دوسرا پلان بنا سکتے ہیں''...... راڈاک نے کہا۔

''اوکے۔ میں ایک گھنٹے بعد حاضر ہو سکوں گا''...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا۔

''میں آپ کا منتظر ہوں ڈاکٹر صاحب''...... راڈاک نے کہا اور پھر اس نے رسیور رکھ دیا۔

''سر۔ کیا اس طاہر نامی مریض کے بارے میں ہیڈ آفس کو رپورٹ دے دی گئی ہے''...... گراہم نے نہایت ہی مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

''ابھی ہمیں معلوم ہی کیا ہوا ہے کہ ہم ہیڈ آفس کو رپورٹ دیں۔ پہلے ہم اس آدمی کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کریں

گے اور پھر یہ دیکھیں گے کہ یہ ہمارے کام کا آدمی ہے یا نہیں۔ اس کے بعد ہیڈ آفس کو رپورٹ دیں گے۔ اب اگر میں نے ادھوری رپورٹ ہیڈ آفس بھیج دی اور بعد میں وہ شخص ہمارے لئے کارآمد ثابت نہ ہوا تو یہ ہیڈ آفس کے وقت کا ضیاع ہو گا جو کہ ایک سنگین جرم ہے اور اس جرم کی سزا موت ہے“...... راڈاک نے کرخت لہجے میں کہا تو گراہم کو احساس ہو گیا کہ اس نے غلط بات کی ہے۔

”سوری سر۔ غلط بات میرے منہ سے نکل گئی“...... گراہم نے فوراً ہی معذرت کرتے ہوئے کہا۔

”تمہیں ہر بات سوچ سمجھ کر کرنی چاہئے گراہم“...... راڈاک نے کرخت لہجے میں کہا۔

”یس سر۔ میں آئندہ محتاط رہوں گا“...... گراہم نے کہا۔

”مجھے ان فائلوں کو دیکھنا ہے اس لئے تم جاؤ۔ جب ڈاکٹر سمتھ آ جائیں تو تم بھی آ جانا“...... راڈاک نے کہا تو گراہم فوراً ہی اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ اس نے مؤدبانہ انداز میں راڈاک کو سلام کیا تو اس نے سر کے اشارے سے سلام کا جواب دیا اور پھر ایک فائل اٹھائی اور اس کے مطالعے میں مصروف ہو گیا۔ گراہم واپس مڑا اور آفس سے باہر نکل گیا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد انٹرکام کی بیل بج اٹھی تو راڈاک نے فائل ایک طرف رکھ کر انٹرکام کا رسیور اٹھا لیا۔

”سر۔ ڈاکٹر سمتھ تشریف لائے ہیں“...... دوسری طرف سے

سیکرٹری نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ بھیج دو انہیں“...... راڈاک نے کرخت لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد اس کے آفس کا دروازہ کھلا تو ڈاکٹر سمتھ اور گراہم دونوں ہی اندر آ گئے۔ راڈاک ڈاکٹر سمتھ کے استقبال کے لئے کھڑا ہو گیا اور اس سے مصافحہ کیا جبکہ گراہم ادب سے کھڑا ہو گیا۔

”تشریف رکھیں“...... راڈاک نے کہا تو ڈاکٹر سمتھ اور گراہم دونوں اس کے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

”ڈاکٹر سمتھ۔ مریض کی فائل میں سے آپ نے جو کوائف مجھے لکھوائے تھے وہ سب غلط ہیں“...... راڈاک نے ڈاکٹر سمتھ سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں نے تو فائل کے مطابق کوائف بتائے ہیں۔ اب وہ غلط ہیں یا صحیح میں تو اس بارے میں کچھ نہیں جانتا“...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا۔

”میں جانتا ہوں کہ اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں ہے۔ کوائف غلط ثابت ہونے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ مریض پاکیشیا کی کوئی اہم اور خفیہ شخصیت ہے۔ اب اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا اور بھی ضروری ہو گیا ہے“...... راڈاک نے کہا۔

”جی ہاں۔ ضروری تو ہو گیا ہے لیکن آپ یہ معلومات کس سے حاصل کریں گے“...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا۔

''آپ نے بتایا ہے کہ اس کا ایک ملازم بھی اس کے ساتھ ہے جس کا نام جوزف ہے اور جو نسلاً افریقی حبشی ہے''...... راڈاک نے کہا تو ڈاکٹر سمتھ چونک پڑا۔

''ارے ہاں۔ میں تو اس حبشی کو بھول ہی گیا تھا''...... ڈاکٹر سمتھ نے چونکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ہم نے اس حبشی کو اغوا کرنا ہے۔ اس سلسلے میں آپ گراہم کی مدد کریں''...... راڈاک نے کہا۔

''آپ اسے کس طریقے سے اغوا کرنا چاہتے ہیں''...... ڈاکٹر سمتھ نے پوچھا۔

''آپ اس حبشی کے کھانے میں کوئی بے ہوشی کی دوا ملا دیں۔ اس کے بعد اسے ایمبولینس میں ڈال کر وہاں سے نکالا جا سکتا ہے''...... راڈاک نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ یہ سادہ سا اور محفوظ طریقہ ہے''...... ڈاکٹر سمتھ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''لیکن ایک بات کا آپ کو خیال رکھنا ہو گا''...... راڈاک نے کہا۔

''کس بات کا''...... ڈاکٹر سمتھ نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''آپ اس حبشی کے کھانے میں کوئی ایسی دوا ملائیں جس کا ذائقہ بھی نہ ہو اور جس کی معمولی سی خوشبو بھی نہ ہو''...... راڈاک

نے کہا۔

''اس کی کوئی خاص وجہ''...... ڈاکٹر سمتھ نے حیران ہو کر پوچھا۔

''جی ہاں۔ بعض حبشیوں کی سونگھنے کی حس غیر معمولی طور پر بہت تیز ہوتی ہے۔ کہیں اس حبشی کی حس بھی ویسی ہی نہ ہو۔ اگر اس کی حس بھی ویسی ہی ہوئی تو پھر ہمارے لئے تھوڑی سی پریشانی پیدا ہو سکتی ہے''...... ڈاراک نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ میں اس بات کا خیال رکھوں گا''...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا۔

''اوکے۔ اب آپ کا اور گراہم کا کام ہے''...... راڈاک نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھا اور اس نے مصافحہ کے لئے ڈاکٹر سمتھ کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ راڈاک کو اٹھتے دیکھ کر ڈاکٹر سمتھ اور گراہم بھی کھڑے ہو گئے۔ ڈاکٹر سمتھ نے راڈاک سے ہاتھ ملایا جبکہ گراہم نے مؤدبانہ انداز میں اسے سلام کیا اور پھر وہ دونوں آفس سے باہر نکل گئے۔

بلیک زیرو مسلسل بے ہوشی کی حالت میں تھا اور جوزف ہر وقت اس کے ساتھ رہتا تھا۔ عمران نے اسے ہدایت کی تھی کہ وہ ایک لمحے کے لئے بھی بلیک زیرو کو تنہا نہ چھوڑے۔ عمران نے اسے ایک سیٹلائٹ موبائل فون بھی دیا تھا تاکہ کسی ایمرجنسی کی صورت میں وہ فوراً عمران سے رابطہ کر سکے۔ بلیک زیرو کی عدم موجودگی کی وجہ سے پاکیشیا میں عمران کی موجودگی ضروری تھی اس لئے چاہنے کے باوجود بھی وہ بلیک زیرو کے ساتھ نہ جا سکا تھا۔

جوزف کی عقابی نظریں ہر وقت بلیک زیرو کا احاطہ کئے ہوئے تھیں اور ابھی تک جوزف نے کوئی غیر معمولی بات محسوس نہیں کی تھی۔ ڈاکٹر بلیک زیرو پر خصوصی توجہ دے رہے تھے اور اب انہیں یقین ہو گیا تھا کہ بلیک زیرو کی زندگی بچ جائے گی کیونکہ ان کے مطابق بلیک زیرو اب تیزی سے صحت یاب ہو رہا تھا اور وہ اس بات کو معجزہ قرار دے رہے تھے۔

جوزف کو دونوں وقت کا کھانا اور ناشتہ بلیک زیرو کے کمرے میں ہی دیا جاتا تھا مگر جوزف اس کھانے سے خوش نہیں تھا کیونکہ جو کھانا مریضوں کے لئے تیار کیا جاتا تھا جوزف کو بھی وہی کھانا دیا جاتا تھا۔ جوزف بمشکل وہ کھانا کھا پاتا تھا۔ وہ کھانے کے لئے باہر بھی نہیں جا سکتا تھا کیونکہ اس طرح کچھ دیر کے لئے اسے بلیک زیرو سے دور ہونا پڑتا تھا اور عمران کی ہدایت تھی کہ وہ بلیک زیرو سے دور نہ جائے۔

اس وقت ایک ڈاکٹر بلیک زیرو کا تفصیلی معائنہ کر کے گیا تھا اور جوزف اب بلیک زیرو کے چہرے کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ بلیک زیرو کا سرخ و سفید چہرہ اس وقت زرد ہو رہا تھا۔ دنیا کے بڑے بڑے مجرم اور ایجنسیاں ایکسٹو کے نام سے ڈرتی تھیں اور اس وقت وہی ایکسٹو بے بسی کی حالت میں ایک ہسپتال میں پڑا ہوا تھا۔

جوزف جانتا تھا کہ یہ ڈمی ایکسٹو ہے اور اصل ایکسٹو عمران ہے لیکن اس کے باوجود اس نے کبھی عمران اور بلیک زیرو میں معمولی سا فرق بھی محسوس نہیں کیا تھا۔ جوزف انہی سوچوں میں گم تھا کہ اس کی جیب میں موجود سیٹلائٹ موبائل فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے جیب سے موبائل فون نکال کر آن کر دیا۔ اسے معلوم تھا کہ عمران کے علاوہ اسے اور کوئی فون نہیں کر سکتا۔

”یس باس۔ جوزف سپیکنگ“..... جوزف نے فون کان سے لگاتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔

’’شب دیجور کی اولاد۔ کیا تم سو رہے تھے‘‘...... دوسری طرف سے عمران کی غصیلی آواز سنائی دی۔

’’نہیں باس۔ میں تو طاہر صاحب اور تمہارے بارے میں سوچ رہا تھا‘‘...... جوزف نے کہا۔

’’کیا سوچ رہے تھے‘‘......عمران نے پوچھا۔

’’میں یہ سوچ رہا تھا باس کہ طاہر صاحب ملک کے لئے بہت ضروری ہیں‘‘...... جوزف نے کہا۔

’’پاکیشیا صرف میرا ملک ہے کیا تمہارا ملک نہیں ہے‘‘......عمران نے اس مرتبہ غصیلے لہجے میں کہا۔

’’باس۔ میرا سب کچھ تم ہو‘‘...... جوزف نے عقیدت کی رو میں بہتے ہوئے کہا۔

’’اچھا یہ بتاؤ کہ طاہر کی حالت اب کیسی ہے‘‘......عمران نے پوچھا۔

’’باس۔ ڈاکٹر پرامید ہیں کہ طاہر صاحب جلد صحت یاب ہو جائیں گے اور ان کے بچ جانے کو وہ ایک معجزہ کہہ رہے ہیں‘‘۔ جوزف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’ہاں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ طاہر کی جان بچ گئی ورنہ ایسے حالات میں کسی انسان کا زندہ بچنا ممکن نہیں ہوتا‘‘...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

’’باس۔ میرا ایک کام تو کر دو‘‘...... جوزف نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

’’میرا اک کام کر دو نا، یہ دل میرے نام کر دو نا۔ دیکھو اگر کوئی ایسا کام ہے تو یہ کام مجھ سے نہیں ہو گا۔ اس کام کے لئے تمہیں سلیمان سے رابطہ کرنا پڑے گا۔ لیکن تمہارا اس سے رابطہ کرنا بے کار ہے کیونکہ وہ دل کا کاروبار حسیناؤں کے ساتھ کرتا ہے۔ تمہارے جیسے وحشی حبشی کے ساتھ نہیں‘‘...... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

’’باس۔ معلوم نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا‘‘...... جوزف نے کہا۔

’’اچھا بولو۔ کیا کام ہے‘‘...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

’’باس۔ ہسپتال والوں سے کہو کہ وہ بدمزہ کھانا نہ بنایا کریں‘‘۔ جوزف نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

’’شب دیجور کی اولاد۔ کیا میں اس ہسپتال کا مالک سر براؤن ہوں‘‘......عمران نے کہا۔

’’باس۔ پھر بھی کھانے میں کچھ تو ذائقہ ہونا چاہئے‘‘...... جوزف نے کہا۔

’’ہسپتال والوں کو میں ہدایت نہیں دے سکتا۔ البتہ سلیمان کو گریٹ لینڈ بھجوا دیتا ہوں۔ وہ تمہیں مزے مزے کے کھانے بنا کر کھلائے گا‘‘...... دوسری طرف سے عمران نے کہا۔

’’ارے نہیں باس۔ اسے مت بھیجنا۔ اس نے تو مونگ کی دال کھلا کھلا کر میرے معدے کا بیڑا غرق کر دینا ہے۔ یہ تو تمہاری

ہمت ہے جو اس کے کھانوں کو برداشت کر جاتے ہو۔ اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھانے سے بہتر ہے میں ہسپتال کا بدمزہ کھانا کھاتا رہوں''...... جوزف نے یکدم گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اوکے۔ جیسے تمہاری مرضی''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا تو جوزف نے موبائل فون جیب میں رکھ لیا۔ پھر اس نے کمرے میں لگے ہوئے وال کلاک کی طرف دیکھا تو کھانے کا وقت ہو چکا تھا۔ اسے بھوک لگ رہی تھی اس لئے وہ کھانے کا انتظار کرنے لگا۔ اسے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا کیونکہ ایک نرس اس کے لئے کھانا لا رہی تھی۔

''لاؤ۔ لاؤ مس۔ بدمزہ کھانا لے آؤ۔ تم ہسپتال والے چاہتے ہو کہ اس ہسپتال کے کھانے کھا کھا کر میں بھی مریض بن جاؤں اور پھر اسی ہسپتال میں داخل ہو جاؤں تاکہ ہسپتال والوں کو معقول آمدنی ہو سکے''...... جوزف نے نرس سے مخاطب ہو کر کہا۔

''سر۔ کیا آپ کو ہسپتال کا کھانا اچھا نہیں لگتا''...... نرس نے حیرت بھرے لہجے میں جوزف سے پوچھا۔

''مس۔ مریض میرا یہ مالک ہے، میں نہیں ہوں۔ ہسپتال والوں کو چاہئے کہ مجھے تو صحت مند انسانوں والا کھانا دیں''۔ جوزف نے کہا۔

''سر۔ ہسپتال میں تو مریضوں اور ان کے لواحقین کے لئے ایک ہی کھانا پکتا ہے۔ اگر آپ کو کھانا اچھا نہیں لگتا تو کھانے سے کچھ

دیر پہلے تھوڑی سی شراب پی لیا کریں''...... نرس نے کہا۔

''کیا یاد دلا دیا ہے تم نے۔ میں تو شراب پانی کی طرح پیا کرتا تھا لیکن اب نہیں پیتا''...... جوزف نے کہا۔

''کیوں سر۔ اب آپ نے شراب پینا کیوں چھوڑ دی ہے''۔ نرس نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''میرے آقا نے کہا شراب بری چیز ہے سو میں نے شراب پینا چھوڑ دی''...... جوزف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کمال ہے''...... نرس نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا جبکہ جوزف کھانا کھانے میں مگن ہو گیا تھا۔ پھر ان دونوں کے درمیان کوئی بات نہ ہوئی۔ جب جوزف کھانا کھا چکا تو نرس نے خاموشی سے برتن اٹھائے اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

نرس کے کمرے سے چلے جانے کے تھوڑی دیر بعد جوزف کی آنکھوں میں نیند اتر آئی اور اس کا ذہن بوجھل سا ہو گیا۔ کمرے کے ایک کونے میں اس کے لئے بیڈ لگایا گیا تھا۔ وہ بیڈ پر جا کر سو جانا چاہتا تھا لیکن وہ نیند کو دور بھگانے کی کوشش کرنے لگا کیونکہ دن میں اسے سونے کی عادت نہیں تھی۔ لیکن زیادہ دیر تک وہ خود پر قابو نہ پا سکا۔ وہ بڑی مشکل سے کرسی سے اٹھا اور اپنے بیڈ پر جا کر لیٹ گیا۔ آخری خیال جو اس کے ذہن میں آیا وہ یہ تھا کہ اس کے کھانے میں بے ہوشی کی دوا ملائی گئی ہے۔ اس کے بعد اس کا ذہن تاریکی میں ڈوب گیا۔

راڈاک کو اپنے دفتر میں آ کر بیٹھے ابھی ایک منٹ ہی گزرا تھا کہ انٹرکام کی بیل بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... راڈاک نے کرخت آواز میں کہا۔

''سر۔ گراہم ایک حبشی کو لے کر آیا ہے''...... دوسری طرف سے اس کی سیکرٹری نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کہاں ہیں یہ دونوں''...... راڈاک نے پوچھا۔

''سر۔ گراہم اور وہ حبشی اس وقت مشین روم میں ہیں''۔ دوسری طرف سے کہا گیا تو راڈاک نے رسیور کریڈل پر رکھا اور پھر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنے آفس سے نکل کر وہ مشین روم میں پہنچ گیا۔ یہ ہال نما کمرہ تھا۔ اس کمرے میں مختلف نوعیت کی بہت سی مشینیں نظر آ رہی تھیں۔ ایک مشین کے قریب ایک بنچ پر ایک افریقی حبشی لیٹا ہوا تھا۔ اسے موٹی رسی کی مدد سے بنچ کے ساتھ باندھا گیا تھا

اور اس کی آنکھیں بند تھیں۔ بنچ کے قریب ہی گراہم بھی ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ راڈاک کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر گراہم فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے مؤدبانہ انداز میں راڈاک کو سلام کیا تو راڈاک نے سر کے اشارے سے اس کے سلام کا جواب دیا اور بنچ کے قریب رکھی ہوئی دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔

''کیا یہی جوزف ہے۔ اس مریض کا ساتھی''...... راڈاک نے گراہم سے کرخت لہجے میں پوچھا۔

''یس سر۔ میں اسے مریض کے کمرے سے ہی اٹھا کر لایا ہوں''...... گراہم نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''اوکے۔ اس کے کانوں پر ہیڈ فون چڑھاؤ''...... راڈاک نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو گراہم نے مشین کی سائیڈ پر موجود ہک سے ہیڈ فون اتارا اور اس حبشی کے کانوں پر چڑھا دیا۔ یہ مشین لاشعور کو چیک کر لیتی تھی۔ اپنے دشمنوں سے پوچھ گچھ کرنے کے لئے یہ لوگ عموماً تشدد کا سہارا لیتے تھے لیکن کبھی کبھار وہ اس مشین سے بھی کام لے لیتے تھے۔

جوزف کے کانوں پر ہیڈ فون چڑھانے کے بعد گراہم نے مشین پر لگے ہوئے چند بٹنوں میں سے دو بٹن پریس کر دیئے۔ بٹنوں کے پریس ہوتے ہی مشین پر لگے ہوئے چھوٹے چھوٹے بلبوں میں سے ایک زرد رنگ کا بلب جلنے بجھنے لگا اور چند لمحوں بعد اسی مشین پر لگی ہوئی ایک چھوٹی سی سکرین روشن ہو گئی جس کا

مطلب تھا کہ اب مشین کام کرنے کے لئے تیار ہے۔ راڈاک نے مشین کے قریب رکھا ہوا ایک چھوٹا سا مائیک اٹھا لیا۔

''تمہارا نام کیا ہے مسٹر''...... راڈاک نے مائیک منہ کے قریب کرتے ہوئے کرخت لہجے میں پوچھا۔

''میرا نام جوزف ہے''...... مشین کی سکرین پر راڈاک کے سوال کا جواب ابھرا تو راڈاک کے چہرے پر خوشی کے تاثرات پھیل گئے۔

''گڈ۔ اب یہ بتاؤ کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو''۔ راڈاک نے پوچھا۔

''کسی زمانے میں، میں افریقہ میں رہتا تھا اور افریقہ کے جنگلوں کا پرنس کہلاتا تھا۔ اب ایک عرصے سے پاکیشیا میں رہتا ہوں اور پاکیشیا میرا وطن ہے''...... سکرین پر جواب ابھرا۔

''سر۔ مشین بالکل صحیح کام کر رہی ہے''...... گراہم نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا تو راڈاک نے بھی اثبات میں سر ہلا کر گراہم کی بات کی تائید کر دی۔

''اچھا۔ یہ بتاؤ کہ تم جس مریض کے ساتھ گریٹ لینڈ آئے ہو یہ مریض کون ہے''...... راڈاک نے اپنے مخصوص کرخت لہجے میں کہا لیکن سکرین پر کوئی الفاظ نہ ابھرے تو راڈاک اور گراہم اس سوال کے جواب کا انتظار کرنے لگے لیکن چند لمحے گزر گئے اور مشین کی سکرین پر اس سوال کا کوئی جواب نہ آیا تو وہ دونوں ایک

دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ مزید کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد بھی ان کے سوال کا جواب نہ ملا تو گراہم نے مزید دو بٹن پریس کر دیئے۔ ان بٹنوں کے پریس کرنے سے مختلف رنگوں کے بلب جلنے بجھنے لگے تھے۔

''سر۔ آپ اپنا سوال دوبارہ پوچھیں''...... گراہم نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''مسٹر جوزف۔ تم جس مریض کو پاکیشیا سے لائے ہو وہ کون ہے''...... راڈاک نے پوچھا لیکن اب بھی سکرین صاف رہی۔ اس پر ایک بھی حرف نہ ابھرا تو وہ دونوں پریشان ہو گئے۔

''کیا ہو گیا ہے مشین کو۔ سوال کا جواب کیوں نہیں آ رہا''۔ راڈاک نے پریشان لہجے میں کہا۔

''سر۔ آپ ایک لمحے کے لئے مائیک مجھے دیں''...... گراہم نے راڈاک سے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو راڈاک نے مائیک اس کی طرف بڑھا دیا۔ گراہم نے مائیک اس کے ہاتھوں سے لے لیا۔

''مسٹر جوزف۔ یہ بتاؤ کہ آج تم نے کھانا کھایا ہے''...... گراہم نے مائیک منہ سے لگاتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ میں آج بھی ہسپتال کا بدمزہ کھانا کھا چکا ہوں''۔ سکرین پر اس کے سوال کا جواب ابھر آیا۔

''مسٹر جوزف۔ یہ جو تمہارے ساتھ مریض ہے یہ پاکیشیا میں کیا کام کرتا ہے''...... گراہم نے پوچھا تو سکرین پر کوئی عبارت نہ

ابھری تو ان دونوں کی پریشانی مزید بڑھ گئی۔

''کیا بات ہے۔ اس کا لاشعور ہمارے اس سوال کا جواب کیوں نہیں دے رہا''...... راڈاک نے پریشان لہجے میں کہا۔ گراہم بھی اس بات پر حیران تھا۔

''سر۔ میرا خیال ہے کہ اس کے ذہن کو لاکڈ کر دیا گیا ہے''۔ گراہم نے راڈاک سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یقیناً یہی بات ہے۔ ان لاکڈ کرنے کے لئے تم اس کے ذہن کو شاک پہنچاؤ''...... راڈاک نے کہا تو گراہم نے مشین کے بٹنوں میں سے ایک بٹن پریس کیا تو جوزف کے سر کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا۔ گراہم نے تین بار یہ عمل دوہرایا اور تینوں بار جوزف کے سر کو جھٹکے لگے۔

''بس کرو۔ کہیں اس کا دماغ ڈیج ہی نہ ہو جائے''...... راڈاک نے کہا اور پھر اس نے مائیک اٹھا لیا۔

''ہیلو مسٹر جوزف۔ کیا تم میری آواز سن رہے ہو''...... راڈاک نے پوچھا۔

''ہاں۔ میں تمہاری آواز سن رہا ہوں''...... مشین کی سکرین پر جواب ابھرا۔

''اچھا یہ بتاؤ کہ یہ جو تمہارے ساتھ مریض ہے کیا یہ پاکیشیا کی کوئی اہم شخصیت ہے''...... اس مرتبہ راڈاک نے سوال کا انداز بدل کر کہا لیکن پھر بھی سکرین پر کوئی حروف نہ ابھرے۔

''سر۔ اب یہ بات یقینی ہو گئی ہے کہ مریض پاکیشیا کی کوئی انتہائی اہم اور خفیہ شخصیت ہے''...... گراہم نے راڈاک سے مخاطب ہو کر کہا اور مائیک مشین کے قریب رکھ دیا۔

''اس کے سر سے ہیڈ فون اتار لو۔ اس سے سوال کرنا بے کار ہے''...... راڈاک نے کہا۔

''اوکے سر''...... گراہم نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے جوزف کے سر سے ہیڈ فون اتار لیا۔

''نہ صرف وہ مریض مضبوط اعصاب اور اعلیٰ دماغ کا مالک ہے بلکہ یہ حبشی بھی انتہائی مضبوط اعصاب اور اعلیٰ دماغ کا مالک ہے۔ اگر یہ عام انسان ہوتا تو مشین کی وجہ سے اس کا لاشعور ہمارے ہر سوال کا جواب دے دیتا اور ذہنی شاکس کے بعد تو ممکن ہی نہیں تھا کہ یہ ہمارے سوالوں کے جواب نہ دیتا''...... راڈاک نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''یس سر۔ اگر کسی کے دماغ کو لاک کر بھی دیا گیا ہو تو اس مشین کا ایک ہی شاک اس لاک کو توڑ دیتا ہے لیکن اسے تو تین شاک دیئے گئے ہیں لیکن اس کے دماغ کا لاک پھر بھی نہیں ٹوٹا''۔ گراہم نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''اسے ٹارچر روم میں پہنچاؤ۔ اب اس کی زبان وہیں کھلے گی''...... راڈاک نے یکدم کرخت لہجے میں کہا۔

''اوکے سر''...... گراہم نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر وہ مشین

روم سے باہر نکل گیا۔ چند لمحوں بعد وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ چار آدمی اور بھی تھے۔

"اس حبشی کو اٹھا کر ٹارچر روم میں پہنچا دو"...... گراہم نے ان چاروں سے مخاطب ہو کر کہا تو وہ چاروں افراد جوزف کی طرف بڑھے اور انہوں نے بنچ سے رسی کھولی اور جوزف کو اٹھانے لگے۔ جوزف جسامت کے لحاظ سے کافی بھاری تھا۔ ان چاروں نے بمشکل اسے اٹھایا اور مشین روم سے باہر چلے گئے۔

ان کے پیچھے پیچھے راڈاک بھی مشین روم سے باہر نکلا اور راڈاک کے پیچھے گراہم بھی مشین روم سے باہر نکل آیا اور پھر وہ ٹارچر روم میں داخل ہو گئے۔ جوزف کو اٹھانے والے آدمیوں نے اسے ایک کرسی پر پٹخ دیا اور اس طرح کھڑے ہو کر ہانپنے لگے جیسے منوں وزن اٹھا کر لائے ہوں۔

"گراہم۔ یہ چاروں آدمی تو بے کار ہیں۔ ایک شخص کو اٹھا کر اس طرح ہانپ رہے ہیں جیسے کتا گرمی سے ہانپتا ہے"...... راڈاک نے کرخت لہجے میں غراتے ہوئے کہا۔

"سر۔ اس حبشی کا وزن تو ہاتھی کے وزن سے بھی بڑھ کر ہے"۔ گراہم نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اچھا۔ زیادہ باتیں نہ بناؤ اور اس حبشی کو رسی سے باندھ دو"۔ راڈاک نے ناگوار لہجے میں کہا اور اس کا حکم سنتے ہی گراہم ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری سے ایک رسی کا بنڈل

نکالا اور جوزف کے قریب آ گیا اور پھر جوزف کو رسی سے کرسی کے ساتھ باندھنے لگا۔

"تم یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو۔ جاؤ دفع ہو جاؤ۔ اگر آئندہ میں نے تمہیں اس طرح ہانپتے دیکھا تو فوراً ہی گولی مار دوں گا"...... راڈاک نے ان چاروں سے انتہائی سخت لہجے میں کہا تو وہ چاروں افراد راڈاک کو سلام کر کے جلدی سے کمرے سے باہر نکل گئے۔

"نانسنس۔ ایک حبشی کو اٹھا کر ہانپنے لگ گئے ہیں"...... راڈاک نے غصیلے لہجے میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"سر۔ میں نے حبشی کو اچھی طرح باندھ دیا ہے"...... گراہم نے راڈاک سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بے ہوشی کی حالت میں تو اس نے ہمارے سوالوں کے جواب نہیں دینے اس لئے اسے ہوش میں لے آؤ"...... راڈاک نے کہا تو گراہم ایک بار پھر الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری سے ایک چھوٹی سی شیشی اٹھائی اور اس کا ڈھکن کھول کر جوزف کے قریب آ گیا۔ اس نے شیشی کا دہانہ جوزف کی ناک سے لگایا اور پھر شیشی کے منہ پر ڈھکن لگا کر شیشی واپس الماری میں رکھ دی۔

چند لمحوں بعد جوزف کے جسم میں حرکت کے آثار پیدا ہوئے اور پھر ہوش میں آتے ہی اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن رسیوں سے جکڑا ہونے کی وجہ سے وہ اپنی کوشش میں

کامیاب نہ ہو سکا۔ آہستہ آہستہ اس کی آنکھوں میں شعور کی چمک پیدا ہوئی اور اس نے گھور کر راڈاک اور گراہم کی طرف دیکھا۔

''مسٹر جوزف۔ تم ہمیں اپنا دوست سمجھو''...... راڈاک نے انتہائی نرم لہجے میں کہا۔

''کیا دوست اس طرح کھانے میں دوا ملا کر اغوا کراتے ہیں اور پھر اسے رسیوں سے جکڑ دیتے ہیں''...... جوزف نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''اگر تم ہمارے سوالوں کے صحیح صحیح جواب دے دو تو پھر ہم تمہارے دوست ہیں ورنہ دوسری صورت میں دیواروں پر لٹکے ہوئے یہ تشدد کرنے کے آلات تم دیکھ رہے ہو۔ یہ سب آلات تم پر آزمائے جائیں گے''...... راڈاک نے دیوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو جوزف نے دیوار کی طرف دیکھا اور طنزیہ انداز میں مسکرانے لگا۔

''تم ان ہتھیاروں کو دیکھ کر ہنس رہے ہو''...... راڈاک نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''تم جوزف دی گریٹ کو ان کھلونوں سے ڈرا رہے ہو۔ جوزف ان معمولی ہتھیاروں سے ڈرنے والا نہیں ہے۔ تم جوزف کے لئے کوئی خاص قسم کا ہتھیار لاؤ''...... جوزف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''لگتا تو نہیں کہ تم شرافت سے میرے سوالوں کے جواب دو گے۔ پھر بھی تم سے پوچھ کر دیکھتا ہوں۔ یہ بتاؤ کہ جس مریض کے

ساتھ تم آئے ہو وہ کون ہے''...... راڈاک نے کہا۔

''وہ میرا مالک اور میں اس کا ملازم ہوں''...... جوزف نے کہا۔

''گڈ۔ وری گڈ۔ تم میرے سوالوں کے جواب دے رہے ہو۔ اسی طرح جواب دیتے رہو تو فائدے میں رہو گے''...... راڈاک نے خوش ہوتے ہوئے کہا مگر جوزف نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ وہ صرف اسے غور سے دیکھتا رہا۔

''اب یہ بتاؤ کہ تمہارا یہ باس پاکیشیا میں کس محکمے میں اور کس عہدے پر فائز ہے''...... راڈاک نے پوچھا۔

''میرا باس کیوں کسی کی ملازمت کرے۔ وہ بہت بڑا جاگیردار ہے۔ اس کی زمینوں سے سالانہ کروڑوں کی آمدن ہوتی ہے۔ میرے باس کو دنیا کی سیاحت کا شوق ہے اور وہ تقریباً سارا سال سیاحت میں گزارتا ہے''...... جوزف نے کہا۔

''اب تم نے بکواس شروس کر دی ہے''...... راڈاک نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''میں بکواس بند کر دیتا ہوں تم بکواس شروع کر دو''...... جوزف نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ آج تک کسی نے راڈاک کے سامنے اس لہجے میں بات نہیں کی تھی۔ جوزف کی بات سن کر اس کے جسم میں آگ سی لگ گئی اور وہ کرسی سے اٹھ کر آگے بڑھا اور اس کا بھرپور تھپڑ جوزف کے منہ پر پڑا اور چٹاخ کی آواز سے کمرہ گونج اٹھا۔ جوزف کی آنکھوں سے شعلے سے نکلنے لگے اور اس کی سیاہ چہرہ مزید

سیاہ ہو گیا۔

اگلے ہی لمحے کڑکڑ کی آواز پیدا ہوئی اور جوزف کے جسم پر بندھی ہوئی رسیاں ٹوٹتی چلی گئیں۔ پھر اس سے پہلے کہ راڈاک یا گراہم کچھ سمجھتے جوزف کا ہاتھ بلند ہوا اور دوسرے لمحے راڈاک اچھل کر گراہم سے جا ٹکرایا۔ راڈاک کو لگنے والا جوزف کا تھپڑ اس قدر زوردار تھا کہ اچھلنے کے ساتھ ساتھ راڈاک کا گال بھی پھٹ گیا تھا اور اس کے کئی دانت ہل گئے تھے۔

راڈاک، گراہم سے ٹکرایا تو وہ دونوں فرش پر گر گئے۔ پھر ابھی وہ سنبھل ہی رہے تھے کہ جوزف ان کے سروں پر پہنچ گیا۔ جوزف کی لات حرکت میں آئی اور اٹھتا ہوا گراہم کئی فٹ دور جا گرا۔ اس کے بعد جوزف نے راڈاک کو گردن سے پکڑ کر اٹھایا اور دور اچھال دیا۔ راڈاک دیوار سے جا ٹکرایا اور اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ اسی لمحے کمرے میں ایک دھماکہ ہوا اور جوزف ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں فرش پر قلابازی کھا گیا۔ اس نے گراہم کو ریوالور نکالتے اور خود پر فائر کرتے دیکھ لیا تھا اس لئے فرش پر گر کر اس نے خود کو گولی سے بچا لیا۔

اسی دوران راڈاک کو بھی سنبھلنے کا موقع مل گیا۔ وہ توپ سے نکلے ہوئے گولے کی مانند اڑتا ہوا جوزف کے اوپر آ گرا۔ جوزف کے سینے پر گرتے ہی وہ یکدم چھت کی جانب اچھلا۔ اس کے اچھلتے ہی گراہم نے دوسرا فائر بھی کر دیا۔ جوزف نے تیزی سے کروٹ

بدلی اور گولی اس کے قریب سے گزر گئی۔

جوزف کروٹیں بدلنے کے بعد سیدھا ہونا ہی چاہتا تھا کہ راڈاک اس کے قریب آ کر رکا اور اس کی ایک ٹھوکر جوزف کے سر پر لگی۔ ٹھوکر بہت زوردار تھی۔ اگر جوزف کی جگہ کوئی اور ہوتا تو روشنی اس کے لئے اندھیرے میں بدل جاتی لیکن یہ جوزف تھا، اسے تکلیف کا احساس تو ہوا لیکن وہ یہ تکلیف برداشت کر گیا تھا۔ ٹھوکر مارتے ہی راڈاک بجلی کی سی تیزی سے اس سے دور ہو گیا۔ اس کے دور ہوتے ہی گراہم نے تیسری مرتبہ اس پر فائر کر دیا۔ اس مرتبہ بھی جوزف نے برق رفتاری سے کروٹ بدلی اور خود کو گولی سے بچا لیا۔

راڈاک ایک مرتبہ پھر اڑتا ہوا اس کی طرف آیا۔ وہ ایک بار پھر جوزف کے سر پر ٹھوکر مارنا چاہتا تھا لیکن جیسے ہی اس کا پاؤں جوزف کے سر کے قریب پہنچا جوزف کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور اس نے راڈاک کا پاؤں پکڑ کر اسے جھٹکا دیا اور گھما دیا۔ راڈاک کا پورا جسم حرکت میں آ گیا۔ جوزف کے اس طرح جھٹکا دینے سے وہ اڑتا ہوا گراہم سے جا ٹکرایا اور وہ دونوں ایک دوسرے سے الجھ کر ایک بار پھر فرش پر گر گئے۔ دونوں نے اٹھنے میں ایک لمحے کی تاخیر نہ کی لیکن جوزف ان سے پہلے اٹھ کر ان کے قریب پہنچ چکا تھا۔

جوزف نے راڈاک کو گریبان سے پکڑ کر اٹھایا اور دور اچھال دیا

جبکہ اس کی ایک ٹانگ گراہم کی پسلیوں پر پڑی اور گراہم کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ جوزف نے اس کی گردن پکڑ کر جھٹکا دیا تو اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اس سے فارغ ہو کر جوزف نے راڈاک کی طرف دیکھا۔ راڈاک دروازے سے باہر نکل رہا تھا۔ جوزف اس کی طرف بڑھا لیکن جیسے ہی وہ دروازے کے قریب پہنچا دروازے باہر سے بند ہو چکا تھا۔ جوزف چند قدم پیچھے ہٹا اور پھر دوڑتا ہوا دروازے سے ٹکرا گیا۔ لکڑی کا مضبوط دروازہ اس کی زوردار ٹکر سے ٹوٹ کر باہر جا گرا اور اس کے ساتھ ہی جوزف خود بھی باہر جا گرا۔

یہ ایک طویل راہداری تھی۔ جوزف کو راہداری کے ایک سرے پر تین آدمی دوڑتے ہوئے دکھائی دیئے جن کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ جوزف کو دروازے سمیت گرتے دیکھ کر وہ تینوں رک گئے اور انہوں نے اپنی مشین گنوں کا رخ جوزف کی طرف کر لیا۔

جوزف فرش پر گرتے ہی ایک مرتبہ پھر ہوا میں اچھلا اور اڑتا ہوا ان تینوں کی طرف آ گیا۔ انہوں نے فوراً ہی مشین گنوں کا رخ اوپر کی طرف کیا اور فائر کھول دیا مگر جوزف یکدم زمین پر گرا اور چکنے فرش پر رول ہوتا ہوا ان تینوں کی ٹانگوں سے جا ٹکرایا۔ وہ تینوں ہی لڑکھڑا کر فرش پر گرتے چلے گئے۔ مشین گنیں ان کے ہاتھوں سے نکل گئی تھیں۔

جوزف تو پارہ بنا ہوا تھا۔ ان کے اٹھنے سے پہلے ہی وہ ایک

مشین گن اٹھا چکا تھا۔ پھر اس کی مشین گن سے شعلے نکلے اور وہ تینوں ابدی نیند سو گئے۔ اسی لمحے راہداری کے دوسرے سرے پر چار آدمی اور نمودار ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں بھی مشین گنیں نظر آ رہی تھیں۔ ان چاروں نے بھی جوزف پر فائر کھول دیا مگر جوزف نے خود کو فرش پر گراتے ہوئے ان چاروں پر فائرنگ کر دی۔ ان چاروں نے جوزف کی فائرنگ سے بچنے کی کوشش کی لیکن وہ اتنی سرعت کا مظاہرہ نہ کر سکے جتنی تیزی کا مظاہرہ جوزف کر رہا تھا اور نتیجے کے طور پر وہ چاروں بھی ہٹ ہو گئے اور فرش پر گر کر تڑپنے لگے۔

اسی لمحے ایک اور آدمی ایک کمرے سے نکلا اور اس نے ہینڈ گرنیڈ جوزف کی طرف اچھال دیا۔ جوزف نے ہوا میں اڑ کر ہینڈ گرنیڈ کو کیچ کیا اور ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں اسے واپس اچھال دیا۔ ہینڈ گرنیڈ اس آدمی کے قریب فرش پر جا گرا۔ دوسرے ہی لمحے ایک زبردست دھماکہ ہوا اور اس آدمی کا جسم ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا جبکہ قریب کے کمروں کے دروازے بھی اڑ گئے اور راہداری میں دھواں پھیل گیا۔

اسی لمحے باہر سے پولیس سائرن کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ جوزف نے سانس روکا اور دھوئیں میں سے گزرتا ہوا راہداری کراس کر گیا۔ راہداری سے نکل کر اس نے دیکھا باہر وسیع صحن اور گراسی پلاٹ تھا۔ درختوں کی بہتات تھی۔ یہ ایک قلعہ نما عمارت تھی جس کی

دیواریں بہت اونچی تھیں۔ جوزف جانتا تھا کہ گریٹ لینڈ کی پولیس نے اس عمارت کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہو گا اور اب پولیس عمارت میں داخل ہو کر اس کی تلاشی بھی لے گی۔ اس کی نظریں سرچ لائٹ کی طرح چاروں طرف گھومیں اور پھر اسے کچھ فاصلے پر ایک دیوار کے ساتھ گٹر کا ڈھکن نظر آیا۔ جوزف تیزی سے اس گٹر کی طرف بڑھا۔ مشین گن اس کے ہاتھ میں تھی اور فی الحال وہ اس مشین گن کو پھینکنا نہیں چاہتا تھا۔

گٹر کے ڈھکن کے قریب پہنچ کر جوزف نے ڈھکن کے ایک ہک میں ہاتھ ڈالا اور اسے ایک جھٹکے سے اوپر اٹھا لیا۔ گٹر میں سیڑھیاں نیچے اتر رہی تھیں۔ جوزف چند سیڑھیاں نیچے اترا اور اس نے ڈھکن کو اس طرح ایڈجسٹ کیا کہ اس میں معمولی سی درز باقی رہ گئی۔ ایسا اس نے تازہ ہوا کے لئے کیا تھا۔ پھر وہ اسی درز سے ناک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر بعد اسے مختلف آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اس نے درز سے ناک ہٹا کر وہاں آنکھ لگائی تو اسے پولیس کی وردی میں ملبوس درجنوں آدمی عمارت کے اندر جاتے دکھائی دیئے۔ وہ بہت دیر تک ان کی چہل قدمی دیکھتا رہا اور پھر کافی دیر بعد ان کی نقل و حرکت ختم ہوئی اور عمارت پر سکوت طاری ہو گیا۔

اس سکوت سے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اب اس عمارت میں کوئی نہیں ہے۔ جوزف مزید کچھ دیر تک انتظار کرتا رہا اور پھر اس نے ڈھکن اٹھایا اور گٹر سے باہر نکل آیا۔ باہر نکل کر اس نے محتاط

نظروں سے چاروں طرف کا جائزہ لیا۔ ایک طرف اسے بڑا سا گیٹ نظر آیا۔ گیٹ سے باہر جانے میں رسک تھا اس لئے اس نے گیٹ کی بجائے گیٹ کی مخالف سمت کی طرف قدم بڑھائے۔ دیوار کے قریب پہنچ کر اس نے دیوار کا جائزہ لیا تو دیوار بہت بلند تھی۔ جہاں جوزف کھڑا تھا وہاں سے کچھ فاصلے پر پانچ چھ طویل القامت درخت موجود تھے۔ جوزف ان درختوں کی طرف بڑھ گیا۔ ایک درخت جو نسبتاً دیوار کے قریب تھا جوزف اس پر بندر کی طرح چڑھ گیا اور پھر اس نے وہاں سے دیوار پر چھلانگ لگائی اور دیوار پر پہنچ گیا۔ اس نے دوسری طرف کا جائزہ لیا تو یہ عمارت کا عقبی حصہ تھا اور یہ ایک تنگ سی گلی تھی جس میں کوڑے کے ڈرم پڑے تھے۔

فرش کئی فٹ نیچے تھا لیکن جوزف نیچے کود سکتا تھا۔ اس نے ایک بار پھر نیچے کا جائزہ لیا اور پھر دیوار کا کونہ پکڑ کر نیچے لٹک گیا۔ دو تین سیکنڈ لٹکنے کے بعد اس نے دیوار چھوڑ دی۔ دھپ کی آواز کے ساتھ ہی وہ زمین پر آ گیا۔ اس نے گلی کے دونوں طرف دیکھا اور اسی لمحے اس کے قریب ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا اور اس کے چاروں طرف دھواں پھیل گیا۔ جوزف نے سانس روکنے کی کوشش کی لیکن اسے اس کوشش کا کوئی فائدہ نہ ہوا اور اس کا سر چکرانے لگا۔ اسے زمین و آسمان گھومتے ہوئے محسوس ہونے لگے اور پھر وہ دھپ کی آواز کے ساتھ زمین پر گر گیا اور اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

ٹارچر روم سے نکلتے ہی راڈاک نے برق رفتاری سے دروازہ باہر سے بند کیا تو راہداری کے کونے پر ایک مسلح آدمی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے چونک کر راڈاک کی طرف دیکھا۔

"ٹارچر روم میں ایک حبشی ہے۔ اسے گولیوں سے اڑا دو"۔ راڈاک نے چیختے ہوئے مسلح آدمی سے کہا اور پھر وہ اپنے آفس میں داخل ہو گیا۔ اپنے آفس میں داخل ہو کر اس نے بجلی کے سوئچ بورڈ پر لگے ہوئے کئی بٹنوں میں سے دو بٹن دبائے تو سامنے کی دیوار میں ایک خلاء پیدا ہو گیا۔ اسی لمحے اسے باہر دھماکے کی آواز سنائی دی تو وہ تیزی سے اس خلاء کی طرف بڑھا۔ خلاء میں سیڑھیاں نیچے کی طرف جاتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ اس نے ان سیڑھیوں پر قدم رکھا اور اسی وقت اسے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ جیسے ہی وہ تیسری سیڑھی پر پہنچا اس کے پیچھے خلاء خود بخود بند

ہو گیا۔ خلاء کے بند ہو جانے کے باوجود وہاں روشنی اور ہوا موجود تھی۔

مزید چند سیڑھیاں اترنے کے بعد وہ ایک تنگ سے راستے پر پہنچ گیا۔ وہ اس راستے پر آگے بڑھنے لگا۔ تقریباً چالیس پچاس قدم چلنے کے بعد وہ ایک سپاٹ دیوار کے قریب پہنچ گیا۔ اس دیوار کے ایک کونے پر بھی بجلی کا سوئچ بورڈ لگا ہوا تھا جس پر کئی بٹن تھے۔ راڈاک نے یہاں بھی دو بٹن دبائے تو اس دیوار میں بھی ایک خلاء پیدا ہو گیا اور وہ اس خلاء کو کراس کر کے باہر نکلا تو یہ ایک سنسان اور ویران گلی تھی۔ اس کے گلی میں آتے ہی دیوار کا خلاء بند ہو گیا تھا۔

راڈاک گلی سے باہر نکلا اور ساتھ والی کوٹھی کے گیٹ پر پہنچ گیا۔ اس نے گیٹ پر دستک دی تو فوراً ہی گیٹ کی ذیلی کھڑکی کھل گئی اور اندر ایک مسلح شخص نظر آیا۔ اس کی نظر جیسے ہی راڈاک پر پڑی اس نے فوراً اسے سلام کیا اور راڈاک اندر داخل ہو گیا۔ پھر وہ تیز تیز چلتا ہوا اس کوٹھی کے ایک کمرے میں داخل ہو گیا۔ یہ کمرہ بھی دفتر کے انداز میں سجایا گیا تھا۔ جیسے ہی وہ کرسی پر بیٹھا کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس نے راڈاک کو سلام کیا۔

"سر۔ آپ کے آفس سے فائرنگ کی آوازیں آ رہی ہیں"۔ اس نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں ڈینیل۔ فائرنگ تو ہو رہی ہے۔ تم یوں کرو کہ چھت پر اپنے آدمی بٹھا دو جو آفس ون کے فرنٹ اور بیک پر نظر رکھیں۔ اگر

اس عمارت میں سے کوئی حبشی باہر نکلتا ہوا نظر آئے تو اس پر گیس کیپسول فائر کر کے اسے بے ہوش کر دیا جائے اور پھر اسے اٹھا کر یہاں لے آنا ہے''...... راڈاک نے اس نوجوان کو ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

''اوکے سر۔ آپ کے حکم کی ابھی تعمیل ہو جاتی ہے''...... ڈینیل نے کہا اور پھر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے باہر چلے جانے کے بعد راڈاک نے اپنا سر پکڑ لیا۔

''اوہ مائی گاڈ۔ ایک انسان اتنا پھرتیلا اور اتنا تیز ہو سکتا ہے''...... راڈاک نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ وہ پندرہ سولہ برس کا تھا جب جرائم کی دنیا میں آ گیا تھا۔ وہ خود بہترین فائٹر تھا۔ ذہانت میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ وہ حد سے بڑھ کر بے رحم اور سفاک تھا۔ وہ بیس اکیس سال کا تھا جب اس نے اپنا گروپ بنا لیا تھا اور اس کا گروپ ہر قسم کی وارداتیں کیا کرتا تھا۔ گریٹ لینڈ کے کیپٹل سٹی میں اس کے گروپ کی دھاک بیٹھ گئی تھی لیکن وہ کبھی قانون کے شکنجے میں نہیں پھنسا تھا کیونکہ وہ ہر واردات سوچ سمجھ کر اور انتہائی پلاننگ کے ساتھ کرتا تھا اور کوئی ثبوت نہیں چھوڑتا تھا۔ کئی سال تک وہ اس چھوٹے سے گروپ کے ساتھ کام کرتا رہا اور پھر اس نے لندان میں اپنا ایک کلب کھول لیا تھا۔ کلب کھولنے کے بعد اس کا نام انڈر ورلڈ میں بھی گونجنے لگا۔

کئی سال تک وہ کلب کے بزنس سے منسلک رہا اور پھر اسے

زیرو لینڈ کا نمائندہ آ کر ملا اور کافی سوچ و بچار کے بعد اس نے زیرو لینڈ کی شہریت اختیار کر لی اور زیرو لینڈ کا وفادار بن گیا۔ وہ لندان میں زیرو لینڈ کا نمائندہ خصوصی تھا اور لندان میں زیرو لینڈ کے بے شمار معاملات کا وہ انچارج تھا۔

اس کی ساری زندگی لڑتے بھڑتے گزری تھی لیکن اس نے آج تک ایسا بہترین فائٹر نہیں دیکھا تھا۔ لڑتے ہوئے اس حبشی پر نظر ہی نہیں ٹھہرتی تھی۔ وہ چھلاوہ بنا ہوا تھا اور پھر جس طرح اس نے رسیاں توڑ ڈالی تھیں وہ اس کی بے پناہ طاقت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ اسے ساری زندگی میں کسی نے اتنا متاثر نہیں کیا تھا جتنا آج اس جوزف نامی حبشی نے کیا تھا۔ وہ جوزف کے متعلق سوچ رہا تھا کہ ڈینیل واپس آ گیا۔ اس نے چونک کر ڈینیل کو دیکھا۔

''سر۔ میں نے چھت پر آدمی بٹھا دیئے ہیں۔ آفس ون کی عمارت کو پولیس نے گھیرے میں لے لیا ہے اور کچھ پولیس والے عمارت کے اندر بھی داخل ہو گئے ہیں''...... ڈینیل نے کہا۔

''تم خود بھی چھت پر چلے جاؤ اور عمارت پر نظر رکھو۔ اگر پولیس اس حبشی کو گرفتار کر کے لے جاتی ہے تو ہمیں اس حبشی کو پولیس سے چھڑانا پڑے گا''...... راڈاک نے ڈینیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

''اوکے سر''...... ڈینیل نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر وہ کمرے سے نکل گیا۔ ڈینیل کے جانے کے بعد وہ سوچنے لگا کہ اگر زیرو لینڈ کے بڑوں تک اس کارروائی کی رپورٹ پہنچ گئی تو وہ کیا

جواب دے گا۔ اگر زیرو لینڈ کے بڑوں تک یہ خبر پہنچ گئی کہ صرف ایک آدمی نے اس کے پورے آفس کو تباہ کر ڈالا ہے تو اس کے ڈیتھ وارنٹ جاری ہو جائیں گے۔

جیسے جیسے وہ اس بارے میں سوچ رہا تھا ویسے ویسے اس کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔ اسے سوچتے ہوئے کافی دیر ہو گئی تھی کہ ڈینیل ایک مرتبہ پھر اس کے آفس میں آیا۔ اس نے راڈاک کو سلام کیا تو راڈاک سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"سر۔ پولیس واپس چلی گئی ہے اور پولیس کے ساتھ صرف آپ کی سیکرٹری جاتے ہوئے دکھائی دی ہے۔ کوئی حبشی پولیس کے ساتھ نہیں تھا"...... ڈینیل نے کہا۔

"وہ ضرور اس بلڈنگ میں کسی ایسی جگہ چھپ گیا ہے کہ پولیس کو نظر نہیں آیا۔ وہ لازماً باہر نکلے گا۔ تم نظر رکھو"...... راڈاک نے کہا۔

"اوکے سر۔ میں دوبارہ چھت پر چلا جاتا ہوں"...... ڈینیل نے راڈاک سے کہا۔

"آفس ون میں ہمارے بہت سے آدمی تھے۔ پولیس نے ان کے ساتھ کیا کیا ہے"...... ڈینیل نے جیسے ہی باہر جانے کے لئے قدم اٹھایا تو راڈاک نے اس سے پوچھا اور اس کے قدم رک گئے۔

"سر۔ آپ کی سیکرٹری کے علاوہ اور کوئی زندہ شخص پولیس کے ساتھ نہیں گیا۔ البتہ ایمبولینس میں بہت سی لاشیں گئی ہیں"۔ ڈینیل

نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ تم چھت پر جاؤ اور بلیکی کو میرے پاس بھیج دو"۔ راڈاک نے کہا تو ڈینیل اس کمرے سے باہر نکل گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد ایک غنڈہ ٹائپ آدمی اس کے کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے مؤدبانہ انداز میں راڈاک کو سلام کیا۔

"بلیکی۔ آفس ون سے پولیس میری سیکرٹری کو گرفتار کر کے لے گئی ہے۔ اب وہ اس سے پوچھ گچھ کرے گی لہٰذا اس سے پہلے کہ پولیس اس سے پوچھ گچھ کرے تم نے اسے پوچھ گچھ کے قابل نہیں چھوڑنا اور پولیس کو میرے آفس سے میری کچھ فائلیں بھی ملی ہوں گی تم نے وہ فائلیں بھی واپس لانی ہیں"...... راڈاک نے کہا۔

"اوکے سر۔ ابھی کچھ دیر میں ہی یہ دونوں کام ہو جائیں گے"...... بلیکی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"بس۔ تمہارے ذمے یہی دو کام ہیں۔ اب تم جاؤ"۔ راڈاک نے کہا تو بلیکی سلام کر کے کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد راڈاک نے چند لمحے کے لئے کچھ سوچا اور پھر سفید رنگ کے ٹیلی فون سیٹ کا رسیور اٹھا کر نمبر پریس کرنے لگا۔ اس آفس کی میز پر بھی مختلف رنگوں کے ٹیلی فون سیٹ رکھے ہوئے تھے۔ جلد ہی دوسری طرف سے رسیور اٹھا لیا گیا۔

"یس۔ سر براؤن ہسپتال"...... دوسری طرف سے سر براؤن ہسپتال کی لیڈی آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

''ڈاکٹر سمتھ سے بات کرائیں۔ میں ان کا دوست راڈاک بول رہا ہوں''...... راڈاک نے کہا۔

''ایک منٹ ہولڈ کیجئے سر''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی چھا گئی۔

''یس۔ ڈاکٹر سمتھ سپیکنگ''...... چند لمحوں بعد ڈاکٹر سمتھ کی آواز سنائی دی۔

''ڈاکٹر سمتھ۔ میں راڈاک بول رہا ہوں''...... راڈاک نے کہا۔

''اوہ۔ راڈاک صاحب۔ کیسے ہیں آپ''...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا۔

''ڈاکٹر سمتھ۔ میرے حالات کچھ خراب ہو گئے ہیں اس لئے مجھے پہلی کوٹھی چھوڑ کر دوسری کوٹھی میں شفٹ ہونا پڑا ہے۔ دوسری کوٹھی بھی آپ کی دیکھی ہوئی ہے نا''...... راڈاک نے پوچھا۔

''جی ہاں۔ آپ کی دوسری کوٹھی میں نے دیکھی ہوئی ہے۔ لیکن حالات کیسے خراب ہو گئے۔ کیا میں آپ کی کچھ مدد کر سکتا ہوں''۔ ڈاکٹر سمتھ نے چونکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''جی ہاں۔ میں آپ سے بھی ضرور مدد لوں گا لیکن فی الحال تو آپ مجھے اس مریض کے بارے میں بتائیں جو کیمیائی تابکاری سے متاثر ہوا ہے اور آپ کے ہسپتال میں ہے''...... راڈاک نے کہا۔

''اب وہ مریض بہت اچھی پوزیشن میں ہے۔ وہ حیرت انگیز طور پر روبصحت ہے اور ہم سب ڈاکٹرز کو حیرت ہو رہی ہے''۔

اکٹر سمتھ نے کہا۔

''اچھا۔ اب آپ یہ بتائیں کہ آپ میرے پاس کس وقت ٹریف لا رہے ہیں''...... راڈاک نے پوچھا۔

''میری ڈیوٹی آف ہونے میں آدھ گھنٹہ باقی ہے۔ میں گھر جاتے ہوئے آپ کی طرف آ جاؤں گا''...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا۔

''او کے۔ میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں''...... راڈاک نے کہا اور پھر دوسری طرف سے ڈاکٹر سمتھ کا جواب سن کر اس نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ رسیور رکھنے کے بعد وہ اٹھا اور الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اسے شراب کی طلب محسوس ہو رہی تھی اور الماری میں شراب کی بوتلیں موجود تھیں۔ الماری کھول کر اس نے ایک بوتل اٹھائی اور واپس کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے ایک کونے پر لگا ہوا بٹن پریس کیا تو فوراً ہی ایک آدمی کمرے میں آ گیا۔

''آئس کیوب لے کر آؤ''...... راڈاک نے کرخت لہجے میں کہا تو وہ واپس چلا گیا۔ پھر کچھ دیر بعد وہ ایک ٹرے میں آئس کیوب لے آیا۔ اس نے ٹرے میز پر رکھی اور ادب سے کھڑا ہو گیا۔

''ٹھیک ہے۔ اب تم جاؤ''...... راڈاک نے کرخت لہجے میں کہا تو وہ آدمی سلام کر کے واپس چلا گیا۔ راڈاک نے میز سے گلاس اٹھایا اور اس میں برف ڈالی اور شراب کی بوتل کا ڈھکن کھول کر اس نے گلاس شراب سے بھر لیا اور گھونٹ گھونٹ پینے لگا۔ ابھی اس نے شراب کا آدھا گلاس ہی پیا تھا کہ ڈینیل کمرے میں داخل ہوا۔ اس

کے چہرے پر جوش کے تاثرات تھے۔

"سر۔ ہم نے اس حبشی کو پکڑ کر ٹارچنگ روم میں پہنچا دیا ہے"...... ڈینیل نے جوشیلے لہجے میں کہا تو راڈاک اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے شراب کا باقی آدھا گلاس ایک ہی گھونٹ میں پی لیا اور گلاس میز پر رکھ دیا۔

"ویری گڈ۔ آؤ میرے ساتھ"...... راڈاک نے کہا اور پھر وہ دونوں اس کمرے سے نکل کر ٹارچنگ روم میں پہنچ گئے۔ یہ ٹارچنگ روم بھی پہلے والی بلڈنگ کے ٹارچنگ روم جیسا تھا۔ ایک بنچ پر جوزف بے ہوشی کی حالت میں پڑا ہوا تھا اور اسے رسیوں سے باندھا گیا تھا۔

"رسیوں سے نہیں اسے لوہے کی موٹی زنجیروں سے باندھو۔ رسیاں تو یہ توڑ لیتا ہے"...... راڈاک نے کرخت لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ میں اسے زنجیروں سے باندھ دیتا ہوں"...... ڈینیل نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر وہ ٹارچنگ روم میں موجود الماری کی طرف بڑھا اور اس نے الماری کھولی اور ایک موٹی زنجیر نکال کر بے ہوش جوزف کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے جوزف کو بنچ کے ساتھ زنجیر سے بھی باندھ دیا۔ رسیاں کھولنے کی اس نے ضرورت ہی محسوس نہ کی تھی۔

"گڈ۔ اب یہ ٹھیک بندھا ہوا ہے"...... راڈاک نے اس مرتبہ اطمینان بھرے لہجے میں کہا مگر ڈینیل کچھ نہ بولا۔

"اب اسے یہیں بندھا رہنے دو اور تم میرے ساتھ آؤ۔ ڈاکٹر سمتھ آنے والے ہیں اور ہم نے ان سے ضروری میٹنگ کرنی ہے"...... راڈاک نے کہا اور پھر وہ دونوں ٹارچنگ روم سے نکل کر راڈاک کے آفس کی طرف بڑھنے لگے۔ آفس میں پہنچ کر راڈاک تو اپنی ریوالونگ چیئر پر بیٹھ گیا جبکہ ڈینیل اس کے سامنے ادب سے کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھ جاؤ ڈینیل"...... راڈاک نے ڈینیل سے مخاطب ہو کر کہا جو اس کی اجازت کے بغیر کرسی پر نہیں بیٹھ سکتا تھا۔

"شکریہ سر"...... ڈینیل نے راڈاک کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا اور پھر کرسی پر بیٹھ گیا۔ ابھی انہیں بیٹھے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ دفتر کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر سمتھ اندر آ گیا۔ راڈاک نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا اور اس سے ہاتھ ملایا۔ ڈینیل بھی ڈاکٹر سمتھ کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا تھا اور اس نے سر کو جھکاتے ہوئے ڈاکٹر سمتھ کو سلام کیا۔ ڈاکٹر سمتھ نے سر کے خفیف اشارے سے اس کے سلام کا جواب دیا۔

"تشریف رکھیں ڈاکٹر سمتھ"...... راڈاک نے کہا تو ڈاکٹر سمتھ کرسی پر بیٹھ گیا۔ راڈاک اور ڈاکٹر سمتھ کے کرسیوں پر بیٹھنے کے بعد ڈینیل بھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ڈاکٹر سمتھ۔ وہ مریض اب بہت اہمیت اختیار کر گیا ہے اور اب میں اسے ہر حال میں اپنے پاس دیکھنا چاہتا ہوں"...... راڈاک

نے ڈاکٹر سمتھ سے مخاطب ہو کر کہا۔

''لیکن ابھی وہ اس حالت میں نہیں ہے کہ اسے یہاں لا سکے''...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا۔

''ہمارے پاس نرسیں ہیں۔ آپ جیسے قابل ڈاکٹر ہیں۔ مریض کا جو علاج ہسپتال میں ہو رہا ہے ہم وہ علاج یہاں بھ سکتے ہیں اور آپ اس علاج کی نگرانی کریں گے''...... راڈاک کہا۔

''آپ اس قدر جلدی کیوں کر رہے ہیں''...... ڈاکٹر سمتھ کہا۔

''ہم نے اس مریض کا ساتھی اغوا کر لیا ہے۔ اب اس کے کی اطلاع پاکیشیا پہنچے گی تو اس مریض کی حفاظت کے لئے اور اُ آ جائیں گے اور پھر ان کی موجودگی میں اس مریض کا اغوا ہمار لئے کافی مشکل ہو جائے گا''...... راڈاک نے کہا۔

''ہاں۔ یہ بات آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں''...... ڈاکٹر سمتھ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''پھر اس مریض کو آپ آج رات ہی اغوا کرا دیں''۔ راڈا نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آپ منصوبہ بندی کریں۔ میں آپ کی ہدایت عمل کروں گا''...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا۔

''یہ ڈیٹیل ہے۔ مریض کو اس نے اغوا کرنا ہے اور جس پلان

کے تحت مریض کے ساتھی کو اغوا کیا گیا تھا اسی پلاننگ سے مریض کو بھی اغوا کر لیا جائے گا''...... راڈاک نے ڈیٹیل کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

''مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ مریض کے اغوا کے لئے رات چار بجے کا وقت مناسب رہے گا''...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا تو راڈاک نے اثبات کے انداز میں سر ہلایا اور پھر وہ دونوں مریض کے اغوا کی پلاننگ پر مزید بات چیت کرنے لگے۔

سر براؤن ہسپتال وسیع رقبے پر پھیلا ہوا تھا۔ اس کے مختلف وارڈ ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر تھے۔ چونکہ یہ جدید ترین سہولتوں سے آراستہ ہسپتال تھا اس لئے بڑی تعداد میں مریض علاج کے لئے داخل ہوتے تھے۔ اس ہسپتال میں دنیا بھر سے مریض لائے جاتے تھے۔

اس وقت رات کے پونے چار بجے کا ٹائم تھا اور پورا لندان شہر دھند میں لپٹا ہوا تھا۔ سردی نے سابقہ تمام ریکارڈ توڑ دیئے تھے۔ درجہ حرارت نقطہ انجماد سے بہت نیچے گر گیا تھا۔ وی آئی پی وارڈ کے استقبالیہ کیبن میں ایک لڑکی اور چار سیکورٹی گارڈ موجود تھے۔ گو کہ کیبن میں ہیٹر بھی جل رہا تھا لیکن سردی کی شدت میں کوئی کمی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ سیکورٹی گارڈز کی نظریں کسی وقت وارڈ کی گیلری کی طرف اٹھ جاتی تھیں لیکن گیلری میں کوئی ذی روح دکھائی

نہیں دے رہا تھا۔ وہ پانچوں آپس میں باتیں کر رہے تھے پھر انہوں نے ایک شخص کو کیبن کی طرف آتے دیکھا۔ اس شخص نے موسم کے مطابق گرم کپڑے پہن رکھے تھے۔ اس کے سر پر ٹوپی تھی اور چہرے کو اس نے رومال سے ڈھانپا ہوا تھا۔ سیکورٹی گارڈز چونکے ہو گئے۔ چند لمحوں بعد وہ شخص کیبن میں داخل ہوا اور اس نے چہرے سے رومال ہٹا دیا۔

''اوہ انکل جونی۔ یہ تم ہو''...... ایک گارڈ نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ انکل جونی وی آئی پی وارڈ کا کک تھا اور ہسپتال کا سارا عملہ اسے انکل کہتا تھا۔

''سردی کی وجہ سے نیند نہیں آ رہی تھی میں نے سوچا مارگریٹ بیٹی سے گپ شپ ہو جائے''...... انکل جونی نے کہا۔

''تھینک یو انکل۔ لیکن آپ خالی ہاتھ آئے ہیں اس لئے اچھا نہیں لگا''...... لڑکی نے کہا جسے انکل جونی نے مارگریٹ کے نام سے پکارا تھا۔

''تمہارا مطلب ہے کہ مجھے ہاٹ کافی کے ساتھ آنا چاہئے تھا''...... انکل جونی نے کہا۔

''ارے انکل جونی۔ آپ تو بہت سمجھ دار ہیں''...... مارگریٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیوں دوستو۔ تم بھی ہاٹ کافی پینا پسند کرو گے''...... انکل جونی نے چاروں گارڈز سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''اس موسم میں اور رات کے اس پہر میں ہاٹ کافی بہت بڑی نعمت ہے انکل جونی''...... ایک گارڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''او کے۔ میں ابھی ہاٹ کافی بنا کر لاتا ہوں۔ تم بس پانچ منٹ انتظار کرو''...... انکل جونی نے کہا اور پھر وہ کیبن سے باہر چلا گیا اور واقعی پانچ منٹ بعد اس کی واپسی ہوگئی۔ وہ سردی سے کانپتا ہوا واپس آ رہا تھا۔ کافی کا فلاسک اس نے اپنے کوٹ کے اندر چھپایا ہوا تھا اور کپ کوٹ کی جیب میں رکھے ہوئے تھے۔ کیبن میں پہنچ کر اس نے پانچ پیالیوں میں ہاٹ کافی بھری اور پھر ان کے آگے کر دی۔

''انکل جونی۔ آپ خود کافی نہیں پی رہے''...... مارگریٹ نے انکل جونی سے پوچھا۔

''بیٹی۔ یہ میٹھی کافی ہے اور ہسپتال کے سینئر ڈاکٹر شمیر صاحب نے مجھے میٹھے سے منع کیا ہوا ہے۔ ڈاکٹر شمیر صاحب نے کہا ہے کہ اگر میں کچھ عرصہ زندہ رہنا چاہتا ہوں تو میٹھے سے دور رہوں''۔ انکل جونی نے کہا۔

''انکل جونی۔ پھر تو ہم نے خواہ مخواہ تمہیں تکلیف دی''۔ ایک گارڈ نے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

''تکلیف کیسی۔ تم میرے بچے ہو اور تمہیں سردی سے بچانا میرا فرض ہے''...... انکل جونی نے خلوص بھرے لہجے میں کہا تو وہ سب انکل جونی کے خلوص سے متاثر نظر آنے لگے۔ اس وقت ہاٹ کافی

انہیں بہت ہی مزہ دے رہی تھی۔ ان پانچوں نے جلد ہی کپ خالی کر دیئے اور پھر دو منٹ بھی نہ گزرے تھے کہ ان پانچوں کو اپنے دم گھٹتے ہوئے محسوس ہوئے۔ ان پانچوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا لیکن انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ان کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ پھر ان پانچوں نے انکل جونی کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

اب وہ سمجھ گئے کہ انکل جونی نے انہیں ہاٹ کافی میں سریع الاثر زہر دے دیا ہے۔ گارڈز نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن زہر نے اپنا اثر دکھا دیا تھا۔ وہ معمولی سی حرکت بھی نہ کر سکے اور پھر ان کی گردنیں ایک طرف ڈھلک گئیں۔ ان پانچوں نے آخری ہچکیاں لیں اور دم توڑ گئے۔

انکل جونی نے باہر دور دور تک دیکھنے کی کوشش کی مگر اسے دور تک کوئی نظر نہ آ رہا تھا۔ دھند اور سردی کی وجہ سے ہر کوئی اپنے اپنے ٹھکانوں میں دبکا بیٹھا تھا۔ باہر کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد انکل جونی نے اپنی کلائی کی گھڑی کی پن کھینچی اور پھر اسے منہ کے قریب لے جا کر بولنے لگا۔

''ہیلو۔ ہیلو۔ جونی کالنگ۔ اوور''...... جونی نے بار بار کال کرتے ہوئے کہا۔

''یس جونی۔ کیا پوزیشن ہے۔ اوور''...... چند لمحوں بعد دوسری طرف سے کہا گیا۔

"سر۔ وکٹری۔ چاروں گارڈز اور مارگریٹ موت کے منہ میں چلے گئے ہیں۔ اوور"...... جونی نے کہا۔

"او کے۔ چند لمحوں بعد ایمبولینس وارڈ کے قریب پہنچ رہی ہے۔ باقی کام بھی نہایت ہوشیاری سے ہونا چاہئے۔ اوور"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"یس سر۔ ہر کام درست طریقے سے ہو گا۔ اوور"...... جونی نے جوشیلے لہجے میں کہا۔

"معاوضہ تمہیں دے دیا گیا ہے۔ اب تمہیں منہ مانگا انعام بھی دیا جائے گا۔ اوور اینڈ آل"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو انکل جونی کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ اس نے گھڑی کی پن دبائی اور ایمبولینس کا انتظار کرنے لگا۔ پھر تقریباً تین منٹ بعد ایک ایمبولینس وارڈ کی سیڑھیوں کے قریب آ کر رک گئی۔ ایمبولینس سے چار آدمی نیچے اترے جنہوں نے ہسپتال کی وردی پہنی ہوئی تھی۔ انہوں نے ایک سٹریچر بھی اٹھایا ہوا تھا۔

"آئیے جناب۔ آپ کا مطلوبہ مریض روم نمبر فائیو میں ہے"...... انکل جونی نے کہا اور پھر وہ چاروں آدمیوں کے آگے چلنے لگے۔ دو سیکنڈ بعد وہ ایک کمرے کے دروازے پر رک گیا جس پر فائیو لکھا ہوا تھا۔ انکل جونی اور وہ چاروں کمرے میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے بہت ہی احتیاط کے ساتھ مریض کو بیڈ سے اٹھا کر سٹریچر پر لٹایا اور پھر محتاط انداز میں چلتے ہوئے ایمبولینس تک پہنچ

گئے۔ وہ احتیاط سے ایمبولینس میں سوار ہوئے اور پھر ایک آدمی ایمبولینس سے نیچے اتر آیا۔

"انکل جونی۔ استقبالیہ کیبن میں آ جائیں۔ آپ کو انعام دینا ہے"...... اس آدمی نے انکل جونی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں۔ ہاں۔ کیوں نہیں۔ آؤ۔ آؤ"...... انکل جونی نے خوش ہوتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں کیبن میں آ گئے۔ کیبن میں داخل ہوتے ہی انکل جونی کی آنکھوں میں خوف و ہراس کے تاثرات پیدا ہو گئے کیونکہ اس نے اپنے ساتھ کیبن میں آنے والے آدمی کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ لیا تھا جس پر سائیلنسر فٹ تھا۔ انکل جونی نے چیخنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ اس آدمی نے ریوالور کی نال اس کے حلق میں ڈال کر ٹریگر دبا دیا۔ ہلکی سی کھٹک کی آواز پیدا ہوئی اور انکل جونی چیخے بغیر کیبن کے فرش پر گر گیا۔ وہ آدمی کیبن سے باہر نکل کر ایمبولینس کی ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا اور اگلے ہی لمحے ایمبولینس آگے بڑھنے لگی۔

عمران دانش منزل کے آپریشن روم میں موجود تھا۔ جب سے اس نے بلیک زیرو کو گریٹ لینڈ بھجوایا تھا اس کا زیادہ وقت دانش منزل میں ہی گزرتا تھا۔ جب اسے دانش منزل سے باہر جانا ہوتا تو وہ دانش منزل کا خودکار حفاظتی سسٹم آن کر دیتا تھا۔

دانش منزل پر شعاعیں پھیلا کر کیمیائی تابکاری کے اثرات ختم کر دیئے گئے تھے اور اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا تھا کہ جانسن اس کے ہاتھ لگ گیا تھا ورنہ دارالحکومت کے لاکھوں بے گناہ لوگ مارے جاتے۔

بلیک زیرو نے دانش منزل کی سائنس لیبارٹری ایئر ٹائٹ کر دی تھی۔ اب تابکاری اثرات ختم ہونے کے بعد عمران نے اسے بھی اوپن کر دیا تھا۔ آج کل چونکہ سیکرٹ سروس کے پاس کوئی کیس نہ تھا اس لئے تمام ممبران فارغ تھے۔ چونکہ عمران کا زیادہ وقت دانش

منزل میں ہی گزرتا تھا اس لئے وہ ممبران سے کم ہی ملتا تھا۔

اس وقت وہ انٹرنیٹ پر معلومات کی مختلف ویب سائٹ دیکھ رہا تھا کہ اس کے موبائل فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے موبائل فون نکال کر دیکھا تو سکرین پر جولیا کے نمبر فلیش کر رہے تھے۔ عمران نے موبائل فون آن کر کے کان سے لگا لیا۔

''ہیلو عمران۔ تمام ساتھی میرے فلیٹ پر ہیں۔ تم بھی آ جاؤ۔ میں نے چائنیز رائس بنائے ہیں''...... دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

''جی۔ آپ کون بول رہی ہیں''...... عمران نے لڑکی کی آواز میں جولیا سے پوچھا۔

''سوری۔ رانگ نمبر''...... جولیا نے کہا اور فوراً ہی سلسلہ منقطع ہو گیا۔ دو تین سیکنڈ بعد پھر اس کے موبائل فون پر کال آنے لگی تو عمران نے مسکراتے ہوئے کال رسیو کی۔

''یہ رانگ نمبر نہیں ہے۔ یہ نمبر عمران صاحب کا ہی ہے''۔ عمران نے ایک مرتبہ پھر لڑکی کی آواز میں کہا۔

''تم کون ہو اور عمران کہاں ہے''...... دوسری طرف سے جولیا نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

''میں عمران صاحب کی آکسفورڈ کی کلاس فیلو ہوں۔ ہم دونوں زمانہ طالب علمی میں بہت اچھے دوست رہے ہیں۔ پھر سائنس کی ڈگری لینے کے بعد مجھے گریٹ لینڈ میں ایک لیبارٹری میں ملازمت

مل گئی۔ اب بہت عرصے بعد میں چند ماہ کی چھٹیوں پر پاکیشیا آئی ہوں اور آج کل عمران صاحب کی مہمان ہوں''...... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''تم نے یہ نہیں بتایا کہ عمران خود اس وقت کہاں ہے''...... جولیا نے کہا۔

''عمران صاحب اس وقت مارکیٹ گئے ہوئے ہیں''...... عمران نے بدستور نسوانی لہجے میں کہا۔

''عمران مارکیٹ گیا ہوا ہے۔ اس کا ملازم سلیمان کہاں ہے''۔ جولیا نے حیرانی سے پوچھا۔

''عمران صاحب نے میری وجہ سے سلیمان کو چند دن کی چھٹی دے کر گاؤں بھیج دیا ہے''...... عمران نے شرماتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''عمران صاحب۔ اگر آپ نے چائنیز رائس کھانے ہیں تو فوراً مس جولیا کے فلیٹ پر آ جائیں''...... اس مرتبہ صفدر کی آواز سنائی دی۔ غالباً اس نے جولیا کے ہاتھوں سے رسیور لے لیا تھا۔ عمران کچھ کہنا ہی چاہتا تھا لیکن اس کا منہ کھلے کا کھلا ہی رہ گیا کیونکہ دوسری طرف سے رسیور رکھا جا چکا تھا۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے سیٹلائٹ موبائل فون میز پر رکھ دیا۔ وہ جولیا کے فلیٹ پر جانا چاہتا تھا کیونکہ جولیا چائنیز رائس بہت اچھے بناتی تھی لیکن اس سے پہلے اس نے بلیک زیرو کی خیریت معلوم کرنے کا سوچا تھا۔

عمران نے دانش منزل کے مخصوص فون کا رسیور اٹھایا اور جوزف کو دیئے ہوئے سیٹلائٹ موبائل فون کا نمبر پریس کرنے لگا لیکن جلد ہی اسے کمپیوٹر کی آواز سنائی دینے لگا۔ کمپیوٹر بتا رہا تھا کہ اس کا مطلوبہ نمبر آف ہے۔ اس نے دو تین بار کوشش کی لیکن ہر بار اسے ایک ہی جواب ملا۔ اس نے رسیور رکھا اور اپنا موبائل فون اٹھایا اور جوزف کے نمبر پریس کرنے لگا۔ موبائل فون پر بھی اسے وہی پیغام ملا تو اس کی پیشانی پر شکنیں نمودار ہو گئیں۔ اس نے ایک بار پھر ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور سر براؤن ہسپتال کے نمبر پریس کر دیئے۔

''یس۔ سر براؤن ہسپتال''...... چند لمحوں بعد سر براؤن ہسپتال کی لیڈی آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

''میں پاکیشیا سے بول رہا ہوں۔ وی آئی پی وارڈ کے ڈاکٹر سر میلکم سے بات کرائیں''...... عمران نے کہا۔

''ایک منٹ ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی چھا گئی۔

''ہیلو۔ ڈاکٹر میلکم سپیکنگ''...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ایک آواز سنائی دی۔

''ڈاکٹر صاحب۔ پاکیشیا کا ایک مریض جو کہ تابکاری اثرات سے متاثر ہوا ہے آپ کے وارڈ میں زیر علاج ہے۔ مجھے اس کی خیریت معلوم کرنی ہے''...... عمران نے کہا۔

''اوہ۔ آپ اس مریض کے کیا لگتے ہیں۔ ہم نے پاکیشیا میں

مریض کے گھر والوں سے رابطہ کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ہمیں کوئی کامیابی نہیں ہو سکی۔ اب ہم مجبوراً پاکیشیا کے سفیر سے رابطہ کر رہے تھے''...... ڈاکٹر میلکم کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی تو عمران کے دل کی دھڑکن یکدم تیز ہوگئی۔

''کیوں۔ کیا ہوا ہے ڈاکٹر صاحب''...... عمران نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔

''جناب۔ اس مریض کو نامعلوم افراد نے اغوا کر لیا ہے۔ ہمارے ہسپتال کے چھ آدمی مارے گئے ہیں جن میں پانچ مرد اور ایک لڑکی شامل ہے''...... دوسری طرف سے ڈاکٹر میلکم نے کہا تو عمران کو اطمینان محسوس ہوا کہ بلیک زیرو زندہ ہے۔

''اغوا ہونے سے پہلے مریض کی حالت کیسی تھی۔ کیا وہ خطرے سے باہر تھا''...... عمران نے پوچھا۔

''جی ہاں۔ وہ حیرت انگیز طور پر صحت یاب ہو رہا تھا''...... ڈاکٹر میلکم نے کہا۔

''اس مریض کے ساتھ اس کا ایک حبشی ملازم بھی تھی۔ وہ حبشی ملازم اس وقت کہاں ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''جناب۔ اس مریض کے اغوا ہونے سے پہلے اس کا حبشی ملازم بھی غائب ہوگیا تھا۔ ہم نے اس کی رپورٹ بھی پولیس میں درج کرا دی تھی''...... ڈاکٹر میلکم نے کہا۔

''اب ایسا ہے کہ میں بین الاقوامی پریس کانفرنس کر کے آپ

کے ہسپتال کے خلاف بیان دوں گا اور پھر عالمی عدالت میں آپ کے ہسپتال کے خلاف کروڑوں ڈالرز ہرجانے کا دعویٰ کروں گا''۔ عمران نے کہا۔

''اوہ سر۔ ایسا مت کیجئے گا۔ عالمی سطح پر ہمارے ہسپتال کی ساکھ تباہ ہو جائے گی۔ آپ گریٹ لینڈ تشریف لے آئیں اور ہمارے ہسپتال کی انتظامیہ سے مذاکرات کر لیں''...... عمران کی بات سن کر ڈاکٹر میلکم نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''آپ نے ہمارا مریض اغوا کرا دیا ہے۔ آپ سے کسی صورت میں مذاکرات نہیں ہوں گے''...... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا اور پھر اس نے رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

عمران سوچنے لگا کہ بلیک زیرو کی بازیابی کے لئے کیا کیا جائے۔ پاکیشیا چھوڑ کر جانا اس کے لئے ممکن نہیں تھا کیونکہ اس دوران اگر کوئی مجرم تنظیم پاکیشیا آ جاتی تو اسے سنبھالنے والا کوئی نہیں تھا۔ پاکیشیا میں بلیک زیرو یا عمران کا ہونا بہت ضروری تھا۔

بلیک زیرو کے اغوا نے اسے پریشان کر دیا تھا۔ جوزف کی گمشدگی کی اسے فکر نہیں تھی کیونکہ جوزف صحیح سلامت اور صحت مند تھا۔ وہ کسی کے لئے بھی تر نوالہ ثابت نہیں ہو سکتا تھا جبکہ بلیک زیرو حرکت کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا اس لئے اسے بلیک زیرو کی طرف سے فکر ہو رہی تھی۔ پھر اس نے سیکرٹ سروس کے ارکان کو گریٹ لینڈ بھجوانے کا فیصلہ کیا۔ یہ فیصلہ کرتے ہی اس نے فون کی

طرف ہاتھ بڑھایا اور رسیور اٹھا کر جولیا کے فلیٹ کے نمبر پریس کر دیئے۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے رسیور اٹھا لیا گیا۔

''ایکسٹو''...... عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

''یس سر۔ جولیا سپیکنگ''...... دوسری طرف سے جولیا کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''تمام ممبرز کو کال کرو کہ وہ فوری طور پر دانش منزل کے میٹنگ روم میں پہنچ جائیں۔ ایک فوری اور اہم میٹنگ ہے''...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً آدھ گھنٹے بعد تمام ممبران دانش منزل کے میٹنگ ہال میں پہنچ گئے۔ عمران سکرین پر انہیں دیکھ رہا تھا اور ان کی باتیں بھی سن رہا تھا۔

''مس جولیا۔ عمران صاحب نظر نہیں آ رہے''...... چوہان نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

''میں تو صرف سیکرٹ سروس کے ممبران کو کال کرتی ہوں۔ عمران کو ہمیشہ چیف ہی کال کر کے بلاتا ہے۔ اب بھی اگر چیف نے اسے بلایا ہے تو وہ آ جائے گا''...... جولیا نے کہا۔

''ہر موقع پر اس کی موجودگی ضروری بھی نہیں ہے۔ وہ سیکرٹ سروس کا باقاعدہ ممبر تو نہیں ہے''...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''عمران صاحب سیکرٹ سروس کے باقاعدہ ممبر نہ سہی لیکن وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں''۔ خاور نے کہا جبکہ عمران سکرین پر انہیں غور سے دیکھ رہا تھا۔ خاور کی

بات سن کر جولیا کا چہرہ کھل اٹھا تھا جبکہ تنویر نے ایسے منہ بنا لیا تھا جیسے وہ کونین کی گولیاں چبا رہا ہو۔

''خاور ٹھیک کہہ رہا ہے تنویر۔ عمران صاحب سیکرٹ سروس کے لئے لازم و ملزوم ہو چکے ہیں''...... صدیقی نے بھی خاور کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

''لازم و ملزوم نہیں ہم پر لازم ہو چکا ہے۔ ہر وقت ہماری بے عزتی کرتا رہتا ہے''...... تنویر نے بدستور منہ بناتے ہوئے کہا تو تمام ممبران کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر اس سے پہلے کہ ان میں سے کوئی بات کرتا عمران نے میٹنگ ہال کا سپیکر آن کر دیا۔ سپیکر آن ہونے کی آواز ان سب نے بھی سن لی تھی اس لئے وہ سب مستعد ہو کر بیٹھ گئے۔

''ہیلو ممبرز۔ امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے''۔ عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔ ایکسٹو کی آواز سن کر میٹنگ ہال میں موجود تمام ممبرز نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

''ممبرز۔ آپ جانتے ہیں کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس صرف آپ لوگوں پر ہی مشتمل نہیں ہے بلکہ یہ بہت وسیع نیٹ ورک ہے۔ اندرون ملک اور دنیا بھر میں بے شمار اس کے سیکرٹ ایجنٹس موجود ہیں۔ اس کے کئی شعبے ہیں۔ دارالحکومت میں ہی کئی لوگ ایسے ہیں جنہیں آپ نہیں جانتے اور جو آپ کو نہیں جانتے۔ مختلف اداروں میں بھی ہمارے نمائندے موجود ہوتے ہیں لیکن اس ادارے کے

دیگر لوگ یہ نہیں جانتے کہ ان کے درمیان رہنے والا یہ شخص دراصل سیکرٹ ایجنٹ ہے''۔۔۔ عمران نے ایکسٹو کے لہجے میں کہا اور پھر سکرین پر ممبران کے تاثرات دیکھنے لگا۔

''یس چیف۔ ہم سب یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں''۔ عمران کے خاموش ہونے پر جولیا نے کہا۔

''یہاں ایک انتہائی خفیہ لیبارٹری میں طاہر نامی ہمارا ایک انتہائی اہم ایجنٹ کام کرتا ہے۔ وہ نہ صرف ہمارا سیکرٹ ایجنٹ ہے بلکہ ایک قابل سائنس دان بھی ہے۔ ملک و قوم کے لئے اس کی خدمات قابل تعریف ہیں۔ ایک سائنسی تجربے کے دوران ہمارا یہ آدمی تابکاری اثرات سے متاثر ہو گیا۔ پاکیشیا میں اس کا علاج نہیں ہوسکتا تھا اس لئے اسے جوزف کے ہمراہ گریٹ لینڈ کے سر براؤن ہسپتال میں علاج کے لئے بھیجا گیا لیکن ان دونوں کو ہسپتال سے اغوا کر لیا گیا ہے''۔۔۔ عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔ تمام ممبرز اس کی بات غور سے سن رہے تھے۔

''چیف۔ طاہر صاحب کی حالت تو خراب ہو گی۔ اس خراب حالت میں ان کا اغوا تو نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے''۔۔۔ جولیا نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

''جن لوگوں نے طاہر کو اغوا کیا ہے وہ اسے مارنا نہیں چاہتے۔ اگر ان کا مقصد طاہر کو مارنا ہوتا تو وہ نہایت آسانی سے اسے ہسپتال میں ہی مار سکتے تھے لیکن انہوں نے طاہر کو اس وقت اغوا کیا جب

وہ خطرے سے باہر آ چکا تھا''۔۔۔ عمران نے ایکسٹو کے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''چیف۔ طاہر صاحب کو بازیاب کرانے کے لئے ٹیم کو فوراً گریٹ لینڈ روانہ ہو جانا چاہئے''۔۔۔ جولیا نے کہا۔

''ہاں۔ آپ لوگوں کو یہ حالات بتانے کے لئے اور ٹیم کی گریٹ لینڈ روانگی کے لئے میں نے یہ میٹنگ کال کی ہے۔ تنویر، صدیقی اور جولیا پر مشتمل ٹیم گریٹ لینڈ جا رہی ہے۔ جولیا اس ٹیم کی لیڈر ہو گی''۔۔۔ عمران نے کہا تو تنویر کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

''چیف۔ کیا عمران ہمارے ساتھ نہیں جا رہا''۔۔۔ جولیا نے ڈرے ڈرے لہجے میں ایکسٹو سے پوچھا۔

''عمران کی موجودگی میں تمام ممبران عمران پر انحصار کرتے ہیں اور اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار نہیں لاتے۔ عمران نے آپ لوگوں کو سہل پسند بنا دیا ہے اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس بار عمران کو آپ کے ساتھ نہ بھیجا جائے''۔۔۔ عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

''او کے چیف۔ ہم عمران کے بغیر بھی بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کریں گے''۔۔۔ جولیا نے کہا۔

''اگر کسی نے کوئی سوال پوچھنا ہے تو پوچھ سکتا ہے''۔۔۔ عمران نے کہا۔

''چیف۔ کیا گریٹ لینڈ جانے والی ٹیم کے اراکین میں اضافہ

نہیں ہو سکتا''...... صفدر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ عمران جانتا تھا کہ اپنے نظرانداز کئے جانے پر وہ رنجیدہ ہے۔

''کس ممبر سے کیا کام لینا ہے اور کس وقت لینا ہے یہ میں بہتر جانتا ہوں۔ تم نہیں''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔ اس کے بعد کسی کو بھی ہمت نہ ہوئی کہ وہ ایکسٹو سے کوئی سوال کرے۔

''باقی ممبرز کی پاکیشیا میں ضرورت ہے اس لئے مختصر ٹیم کو گریٹ لینڈ بھجوایا جا رہا ہے۔ اب تم لوگ واپس جا سکتے ہو''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا اور مائیک آف کر دیا۔

''انتہائی حیرت انگیز راڈاک صاحب۔ اس مریض کو تو ہوش آ رہا ہے''...... ڈاکٹر سمتھ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''راڈاک، ڈاکٹر سمتھ، ڈینیل اور اینڈریو اس وقت مشین روم میں موجود تھے۔ کمرے میں بہت سی چھوٹی بڑی مشینیں موجود تھیں۔ انہوں نے بلیک زیرو کو ایک بیڈ پر لٹایا ہوا تھا اور اس کے سر پر ایک کنٹوپ چڑھا ہوا تھا اور ایک چھوٹی سی مشین پر لائنیں اور نقطے ابھر ابھر کر غائب ہو رہے تھے۔ اینڈریو اس سیکشن کا انچارج تھا اور وہ اس وقت ان مشینوں کو آپریٹ کر رہا تھا۔

''میں نے ایسا کیس اپنی ساری زندگی میں نہیں دیکھا اور میری باقی عمر حیرت میں گزر جائے گی''...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا جبکہ راڈاک مشین پر ابھرنے والی لائنوں کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

''ڈاکٹر سمتھ۔ اب مریض کا دماغ صحیح طور پر کام کرنے لگ گیا

ہے۔ کیا ہم اس کے لاشعور کو چیک کر سکتے ہیں''...... راڈاک نے بلیک زیرو کے دماغ کی لائنوں کو دیکھنے کے بعد ڈاکٹر سمتھ سے کہا تو ڈاکٹر سمتھ بھی سکرین کو غور سے دیکھنے لگا۔

''اگر کوئی اور شخص ہوتا تو میں آپ کو منع کرتا لیکن اس شخص کے لئے میں آپ کو منع نہیں کروں گا''......ڈاکٹر سمتھ نے کہا تو راڈاک نے اثبات میں سر ہلا دیا اور اینڈریو کی طرف دیکھا۔

''اینڈریو۔ مشین ایس تھری کا ہیڈ فون اس کے کانوں میں فٹ کر دو''...... راڈاک نے اینڈریو سے مخاطب ہو کر کہا۔

''اوکے سر''...... اینڈریو نے مؤدبانہ لہجے میں راڈاک سے کہا اور پھر اس نے قریب رکھا ہوا ایک ہیڈ فون اٹھایا اور بلیک زیرو کے سر سے کنٹوپ اتار کر ہیڈ فون کانوں سے لگا دیا اور پھر راڈاک نے خود ہی ہاتھ بڑھا کر میز پر رکھا ہوا مائیک اٹھا لیا۔ پھر اس نے دوسری مشین کی طرف دیکھا جو روشن ہو گئی تھی اور دو چھوٹے چھوٹے بلب بھی جلنے بجھنے لگ گئے تھے۔

''ہیلو مسٹر طاہر۔ کیا تم میری آواز سن رہے ہو''...... راڈاک نے مائیک میں بولتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ میں تمہاری آواز سن رہا ہوں''...... سکرین پر اس کے سوال کا جواب ابھرا۔ اپنے سوال کا جواب پڑھ کر راڈاک نے اطمینان کے انداز میں سر ہلایا اور ڈاکٹر سمتھ کی طرف دیکھا۔

''کیا تمہارا اصلی نام طاہر ہی ہے''...... راڈاک نے مائیک پر

بولتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ میرا نام طاہر ہی ہے''..... راڈاک کے دوسرے سوال کا جواب بھی سکرین پر ابھرا۔

''تم پاکیشیا کے رہنے والے ہو''...... راڈاک نے مائیک پر بلیک زیرو سے تیسرا سوال پوچھا۔

''ہاں۔ میرے ملک کا نام پاکیشیا ہے''...... سکرین پر راڈاک کے سوال کا جواب ابھرا۔

''تم پاکیشیا میں کیا کام کرتے ہو اور کس محکمے میں اور کس عہدے پر فائز ہو''...... راڈاک نے پوچھا لیکن اس کے سوال کا جواب سکرین پر نہ ابھرا تو اس نے ڈاکٹر سمتھ کی طرف دیکھا۔

''اس کے حبشی کا دماغ بھی اسی سوال پر آ کر رک جاتا ہے اور اس کا دماغ بھی اسی سوال کا جواب نہیں دے رہا''...... راڈاک نے ڈاکٹر سمتھ سے کہا۔

''ہاں۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ ان کے دماغوں کو لاکڈ کر دیا گیا ہے۔ آپ اس کا دماغ شاک دے کر کھول سکتے ہیں''...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا۔

''ہم نے حبشی کے دماغ کو شاک دیئے ہیں لیکن اس کے دماغ کا لاک نہیں کھلا''...... راڈاک نے کہا۔

''آپ اس کے دماغ کو شاک دے کر دیکھیں۔ یہ ابھی بیمار ہے اور اس کا شعور اور قوت ارادی ابھی مکمل طور پر بیدار نہیں

ہوئے۔ امید ہے اس کے دماغ کا لاک ٹوٹ جائے گا''...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا۔

''اس کے دماغ کو شاک دینے سے کہیں اس کا دماغ ڈیمج نہ ہو جائے کیونکہ یہ شخص بہت اہمیت کا حامل ہے اور ہم اسے ضائع نہیں کرنا چاہتے''...... راڈاک نے کہا۔

''آپ اسے انتہائی کم شاک دیں۔ یہ برداشت کر جائے گا''۔ ڈاکٹر سمتھ نے یقین سے کہا۔

''اوکے۔ اینڈریو۔ تم نے ڈاکٹر سمتھ کی بات سن لی ہے۔ اس شخص کے دماغ کو انتہائی لو شاک پہنچانا ہے''...... راڈاک نے پہلے ڈاکٹر سمتھ اور پھر اینڈریو سے مخاطب ہو کر کہا۔

''رائٹ سر۔ میں سمجھ گیا ہوں''...... اینڈریو نے کہا اور پھر اس نے بٹنوں کے پینل میں سے ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن کے دبتے ہی بلیک زیرو کے سر کو ایک جھٹکا لگا۔ بلیک زیرو کے سر کو جھٹکا لگتے دیکھ کر راڈاک نے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔

''پریشان نہ ہوں راڈاک صاحب۔ اس شخص کو کچھ نہیں ہونے والا۔ آپ اپنا سوال دوہرائیں''...... ڈاکٹر سمتھ نے راڈاک کو پریشان ہوتے دیکھ کر کہا۔

''مسٹر طاہر۔ تم پاکیشیا میں کس محکمے میں ہو''...... راڈاک نے بلیک زیرو سے پوچھا۔

''میں پاکیشیا سیکرٹ سروس میں ہوں''...... راڈاک کے سوال کا

جواب سکرین پر ابھرا۔ اپنے اس سوال کے جواب کو سکرین پر دیکھ کر راڈاک خوش ہو گیا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ مریض کے لاکڈ دماغ کو کھولنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اس نے مسرت بھرے انداز میں ڈاکٹر سمتھ کی طرف دیکھا تو ڈاکٹر سمتھ نے بھی مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''تم پاکیشیا سیکرٹ سروس میں کس عہدے پر فائز ہو''۔ راڈاک نے پوچھا۔

''میں ڈمی ایکسٹو ہوں''...... جیسے ہی سکرین پر اس کے سوال کا جواب ابھرا راڈاک کرسی سے اچھل پڑا۔ حیرت کی شدت سے اس کا چہرہ بگڑ کر رہ گیا تھا۔

''کیا ہوا راڈاک صاحب۔ خیریت تو ہے''...... ڈاکٹر سمتھ نے راڈاک سے حیرت کی وجہ جاننا چاہی۔

''پلیز ڈاکٹر سمتھ۔ آپ کچھ دیر کے لئے خاموش ہو جائیں''۔ راڈاک نے خشک لہجے میں کہا اور پھر وہ اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''اگر تم ڈمی ایکسٹو ہو تو اصل ایکسٹو کون ہے''...... راڈاک نے بلیک زیرو سے ایک اور سوال کرتے ہوئے پوچھا۔

''سیکرٹ سروس کا اصل چیف اور ایکسٹو علی عمران ہے''۔ سکرین پر جواب ابھرا اور اس جواب کو پڑھ کر راڈاک کی حیرت میں اور اضافہ ہو گیا۔ حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹنے کے قریب ہو گئی تھیں۔ چند لمحوں تک تو وہ بت بنا بیٹھا رہا اور اس سے کچھ بولا ہی

نہ گیا۔

"یہ جو حبشی تمہارے ساتھ ہے کیا یہ بھی پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ممبر ہے"...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد راڈاک نے پوچھا۔ اس نے کسی حد تک اپنی حیرت پر قابو پالیا تھا۔ اب اس کا دل خوشی سے بے قابو ہوا جا رہا تھا کیونکہ اس نے ایک ایسا راز حاصل کر لیا تھا جسے پانے کے لئے دنیا بھر کی سیکرٹ ایجنسیاں، مجرم تنظیمیں اور بڑے بڑے مجرم سرگرداں تھے لیکن آج تک کوئی بھی اس راز کو حاصل نہیں کر سکا تھا۔

"یہ حبشی جوزف، عمران کا ذاتی ملازم ہے اور اس کا سیکرٹ سروس سے کوئی تعلق نہیں ہے"...... راڈاک کے سوال کا جواب سکرین پر ابھرا۔

"پاکیشیا سیکرٹ سروس کے کتنے ممبر ہیں"...... راڈاک نے اس سے پوچھا۔

پاکیشیا سیکرٹ سروس بہت وسیع ادارہ ہے۔ اندرون ملک اور بیرون ملک اس کے ایجنٹوں کی تعداد سینکڑوں میں ہے اور ان کی تفصیل ایک فائل میں ہے اور یہ فائل پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ہیڈکوارٹر میں ہے"...... راڈاک کے سوال کا جواب سکرین پر ابھرا۔

"پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ہیڈکوارٹر کہاں ہے"...... راڈاک نے بلیک زیرو سے ہیڈکوارٹر کے بارے میں پوچھا۔ اسی لمحے اس کے ذہن میں خیال آیا کہ وہ بلیک زیرو سے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے

بارے میں تمام معلومات حاصل کر کے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے خاتمے کے لئے کام کرے۔ اگر اس نے پاکیشیا سیکرٹ سروس کو ختم کر دیا تو دنیا بھر میں اس کے نام کا ڈنکا بج جائے گا اور زیرو لینڈ کے بڑے اسے مین آفس میں شفٹ کر دیں گے کیونکہ زیرو لینڈ کے تمام بڑے پاکیشیا سیکرٹ سروس سے خائف تھے۔ یہ پاکیشیا سیکرٹ سروس ہی تھی جس نے اب تک زیرو لینڈ کو کھربوں ڈالرز کا نقصان پہنچایا تھا۔

"پاکیشیا کے دارالحکومت نورنگ روڈ کے قریب ایک بہت بڑی قلعہ نما عمارت ہے جس کا نام دانش منزل ہے۔ یہی دانش منزل پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ہیڈکوارٹر ہے"...... راڈاک کے سوال کا جواب سکرین پر ابھرا تو راڈاک کی خوشی میں اضافہ ہو گیا۔

"پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ان ممبران کے نام بتاؤ جو پاکیشیا سیکرٹ سروس میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں اور تم سے زیادہ امیچ ہیں"...... راڈاک نے بلیک زیرو سے پوچھا۔

"ان میں جولیا ہے جو کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کی ڈپٹی چیف ہے۔ صفدر، نعمانی، تنویر، چوہان، صدیقی اور خاور شامل ہیں۔ یہ زیادہ اہم ارکان ہیں اور دارالحکومت میں ہی رہتے ہیں"...... بلیک زیرو کے دماغ سے راڈاک کے سوال کا جواب نکلا اور سکرین پر نمودار ہوا۔

"ان کے ایڈریس بتاؤ"...... راڈاک نے بلیک زیرو سے پوچھا۔

"ان کا کوئی مستقل ایڈریس نہیں ہے۔ یہ لوگ اپنی رہائش گاہیں بدلتے رہتے ہیں"...... راڈاک کے سوال کا جواب سکرین پر ابھرا۔

"تم لوگوں نے دانش منزل کی حفاظت کا کیا بندوبست کیا ہوا ہے"...... راڈاک نے پوچھا۔

"دانش منزل کی حفاظت"...... سکرین پر اتنا ہی جواب ابھرا تھا کہ بلیک زیرو کے سر کو ایک جھٹکا لگا۔

"اوہ۔ جلدی سے میرا میڈیکل باکس مجھے دو"...... ڈاکٹر سمتھ نے ڈینیل سے تیز لہجے میں کہا تو ڈینیل جلدی سے اٹھ کر دوسری میز کی طرف بڑھا جہاں ڈاکٹر سمتھ کا میڈیکل باکس رکھا ہوا تھا۔ اس نے وہ باکس اٹھایا اور جلدی سے ڈاکٹر سمتھ کی طرف بڑھا دیا۔ ڈاکٹر سمتھ نے ایک انجکشن تیار کیا اور اسے بلیک زیرو کے بازو میں انجیکٹ کر دیا۔ اس کے بعد اس نے دو مزید انجکشن بھی تیار کر کے بلیک زیرو کو لگا دیئے۔

"راڈاک صاحب۔ اب آپ فی الحال اس سے مزید کوئی سوال نہ پوچھیں۔ اس کے دماغ کو آرام کرنے دیں"...... ڈاکٹر سمتھ نے راڈاک سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ڈاکٹر سمتھ۔ میں تقریباً تمام سوال پوچھ چکا ہوں۔ آیئے آفس میں چل کر بیٹھتے ہیں۔ اینڈریو۔ تم نے مریض کا خیال رکھنا ہے اور اس نرس کو بھی بلا لو جو مریض کی دیکھ بھال کر رہی ہے"۔ راڈاک نے پہلے ڈاکٹر سمتھ اور پھر اینڈریو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوکے سر"...... اینڈریو نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر ڈاکٹر سمتھ، ڈینیل، راڈاک کے ساتھ اس کے آفس میں آ گئے۔ راڈاک نے بیٹھنے سے پہلے الماری کھول کر اس میں سے شراب کی بوتل اور دو گلاس نکال لئے۔

"ڈینیل۔ تم حبشی کو زیرو ہاؤس شفٹ کر دو اور واپسی پر وٹوری کو ساتھ لیتے آنا"...... راڈاک نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو ڈینیل نے دونوں کو ادب سے سلام کیا اور آفس سے باہر چلا گیا۔ راڈاک نے دونوں گلاسوں میں شراب ڈالی اور ایک گلاس اس نے ڈاکٹر سمتھ اور دوسرا اپنے سامنے رکھ لیا۔

"ڈاکٹر سمتھ۔ سب سے پہلے تو میں آپ سے معذرت کروں گا کہ میں نے مشین روم میں آپ سے سخت لہجے میں ایک بات کہی۔ دراصل اس وقت میں اپنے ہوش میں نہیں تھا۔ مجھے اسی لمحے ایک ایسا راز معلوم ہوا جسے معلوم کرنے کے لئے دنیا بھر کی سیکرٹ ایجنسیاں اور بڑے بڑے مجرم سرگرداں ہیں۔ درجنوں بلکہ سینکڑوں بڑے بڑے بین الاقوامی مجرم اور سیکرٹ ایجنٹ پاگل کتوں کی طرح ٹکریں مار مار کر مر گئے ہیں لیکن وہ نہیں جان پائے تھے کہ ایکسٹو کون ہے لیکن میں نے یہ راز جان لیا ہے اس لئے اس وقت میں اپنے ہوش میں نہیں رہا تھا"...... راڈاک نے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ جب کبھی انسان کو اچانک کوئی بہت بڑی خوشی یا غم ملے

تو ایسا ہو جاتا ہے۔ کوئی بات نہیں۔ میں نے آپ کی بات کا برا نہیں مانا“...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا۔

”تھینک یو ڈاکٹر سمتھ“...... راڈاک نے کہا اور شراب کا گلاس منہ سے لگا لیا۔

”یہ مریض کب تک مکمل طور پر صحت یاب ہو جائے گا“۔ راڈاک نے ایک ہی سانس میں شراب کا گلاس خالی کرتے ہوئے پوچھا۔

”جس تیزی سے یہ صحت مند ہو رہا ہے امید ہے کہ یہ ایک ہفتے میں مکمل طور پر صحت یاب ہو جائے گا“...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا۔

”کمال کر دیا ہے آپ نے ڈاکٹر سمتھ“...... راڈاک نے ستائش بھرے لہجے میں کہا۔

”اب آپ نے اس کے بارے میں حتمی فیصلہ کیا کیا ہے“۔ ڈاکٹر سمتھ نے پوچھا۔

”ڈاکٹر صاحب۔ آپ تو جانتے ہیں کہ زیرو لینڈ ایسے لوگوں کی قدر کرتا ہے اور زیرو لینڈ کے بڑے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیں۔ ان کے پاس ایسی مشینیں بھی ہیں جو انسان کی سوچ کو مستقل طور پر بدل دیتی ہیں۔ میں اسے بھی زیرو لینڈ کے بڑوں کے حوالے کر دوں گا۔ وہ مشینوں سے ہی اس کی سوچ بدل کر ہمیشہ کے لئے اسے زیرو لینڈ کا وفادار بنا لیں گے۔ یہ شخص زیرو لینڈ کا قیمتی سرمایہ ہو گا“...... راڈاک نے کہا تو

ڈاکٹر سمتھ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس نے گلاس میں بچی ہوئی باقی ماندہ شراب کو حلق میں انڈیلا اور پھر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”میں اب اجازت چاہوں گا۔ میری ضرورت ہو تو مجھے بلوا لینا“...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا تو راڈاک نے اٹھ کر اس سے ہاتھ ملایا اور پھر وہ آفس سے باہر نکل گیا۔ راڈاک کرسی پر بیٹھا اور اس نے ایک بار پھر گلاس کو شراب سے بھر لیا اور سپ کرنے لگا۔

شراب پینے کے ساتھ ساتھ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ جب گلاس خالی ہو گیا تو اس نے ایک بار پھر گلاس شراب سے بھر لیا۔ یہ گلاس اس نے آدھا ہی پیا تھا کہ اس کے آفس کا دروازہ کھلا اور ڈینیل ایک، اور نوجوان کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ ان دونوں نے مؤدبانہ انداز میں راڈاک کو سلام کیا اور اس کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

ڈینیل کے ساتھ آنے والا نوجوان وٹوری تھا۔ وٹوری زیرو لینڈ کا تیز ترین اور فعال ایجنٹ تھا۔ وہ عموماً غیر ملکی مشنز پر رہتا تھا اور آسان مشنز اسے پسند ہی نہیں تھے۔ مشکل ترین اور جان لیوا مشنز وہ خوشی سے کرتا تھا۔ اس لئے اسے انتہائی کٹھن مشنز پر بھیجا جاتا تھا۔ راڈاک کے نزدیک پاکیشیا جا کر پاکیشیا سیکرٹ سروس کے خلاف کام کرنا بھی انتہائی مشکل مشن تھا اس لئے اس نے اس مشن پر وٹوری کو بھیجنے کا فیصلہ کیا تھا۔

”تم نے حبشی کو زیرو ہاؤس شفٹ کر دیا ہے“...... راڈاک نے

ڈینیل سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"لیس سر۔ حبشی زیرو ہاؤس میں شفٹ ہو چکا ہے"...... ڈینیل نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ اب تم جاؤ اور وٹوری تم کرسی پر بیٹھ جاؤ"...... راڈاک نے پہلے ڈینیل اور پھر وٹوری سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تھینک یو سر"...... وٹوری نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم نے کبھی پاکیشیا سیکرٹ سروس کا نام سنا ہے"...... راڈاک نے وٹوری کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیس سر۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کی دھوم تو پوری دنیا میں ہے"...... وٹوری نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"پھر تو تم نے علی عمران کا نام بھی سن رکھا ہو گا"...... راڈاک نے کہا۔

"لیس سر۔ وہ بھی شیطان کی طرح مشہور ہے"...... وٹوری نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ایکسٹو کے بارے میں تم کیا جانتے ہو"...... راڈاک نے وٹوری کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اس کے بارے میں صرف اتنا جانتا ہوں سر کہ ایکسٹو پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف کا کوڈ نام ہے۔ وہ کون ہے، کہاں رہتا ہے یہ تو کوئی بھی نہیں جانتا"...... وٹوری نے کہا۔

"میں ایکسٹو کے بارے میں جانتا ہوں"...... راڈاک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ج۔ ج۔ جی سر"...... وٹوری نے حیرت کی شدت سے ہکلاتے ہوئے کہا تو راڈاک کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔

"ہاں۔ علی عمران ہی دراصل ایکسٹو ہے اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ہیڈکوارٹر نورنگ روڈ کے قریب ایک قلعہ نما عمارت ہے۔ وہاں اور کوئی عمارت اس جیسی نہیں ہے"...... راڈاک نے کہا تو وٹوری کی آنکھیں حیرت سے پھیلنے لگیں۔

"سر۔ آپ کہہ رہے ہیں تو یقیناً یہ سچ ہی ہو گا"...... وٹوری نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"پاکیشیا کے دارالحکومت میں رہنے والے سیکرٹ سروس کے خاص ممبران جولیا، صفدر، تنویر، صدیقی، چوہان اور نعمانی ہیں جو پاکیشیا سیکرٹ سروس میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ہیڈکوارٹر کو تباہ کر دیا جائے اور عمران سمیت ان افراد کو بھی ختم کر دیا جائے تو پاکیشیا سیکرٹ سروس کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کا خاتمہ اتنا بڑا کارنامہ ہو گا کہ زیرو لینڈ کے بڑے ہم پر انعامات کی بارشیں کر دیں گے"...... راڈاک نے کہا تو وٹوری کی آنکھیں بھی چمک اٹھیں۔

"سر۔ عمران کے لئے تو زیرو لینڈ کے چند بڑے اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ عمران ہمارے ساتھ شامل

ہو جائے“...... وٹوری نے کہا۔

”ہاں۔ ہمارے چند بڑے عمران اور کرنل فریدی کو اپنے ساتھ ملانا چاہتے ہیں لیکن وہ اب ان دونوں سے مایوس ہوتے جا رہے ہیں لہٰذا اگر اب ہم عمران کو ختم کر دیتے ہیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا“...... راڈاک نے کہا۔

”سر۔ ہمارے بڑوں کو بھی کیا یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ علی عمران ہی دراصل ایکسٹو ہے“...... وٹوری نے کہا۔

”نہیں۔ یہ بات صرف مجھے معلوم ہے۔ جب تم مشن مکمل کر کے آؤ گے تو میں رپورٹ دیتے ہوئے اس بات کا بھی ذکر کر دوں گا۔ فی الحال میں انہیں نہیں بتانا چاہتا“...... راڈاک نے کہا۔

”اوکے سر۔ میں آج ہی اس مشن پر روانہ ہو جاتا ہوں۔ آپ کی بتائی ہوئی معلومات میرے لئے بہت ہیں“...... وٹوری نے کہا۔

”ہاں۔ تم اب جاؤ اور روانگی کی تیاری کرو۔ پاکیشیا میں ناکامی کا مطلب تو تم جانتے ہو۔ صرف اور صرف موت“...... راڈاک نے اس مرتبہ اپنے مخصوص کرخت لہجے میں کہا تو وٹوری نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ اٹھا اور اس نے راڈاک کو سلام کیا اور آفس سے باہر نکل گیا۔

بلیک زیرو کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔ خواب میں وہ خود کو ایک بیڈ پر لیٹے ہوئے محسوس کر رہا تھا۔ اس کے ارد گرد چند کرسیوں پر لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک آدمی بلیک زیرو سے گفتگو بھی کر رہا تھا۔ یہ گفتگو کافی دیر تک ہوتی رہی تھی۔ بلیک زیرو کو اپنے سر میں شدید درد محسوس ہوا تھا اور اس کے ساتھ ہی اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ تاریک کنوئیں میں گر گیا ہو۔

پھر جس طرح تاریکی میں جگنو چمکتا ہے اس طرح اس کے ذہن میں بھی جگنو سا چمکا اور پھر آہستہ آہستہ اس کا ذہن اندھیروں سے نکل کر روشنی میں آ گیا۔ وہ کافی دیر تک بے حس و حرکت پڑا رہا۔ اس کا ذہن بھی خالی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ اسے گزری ہوئی باتیں اور واقعات یاد آنے لگے۔ اسے یاد آ گیا تھا کہ کس طرح عمران

ایک ٹیوب میں کیمیائی مواد لایا تھا اور اس کیمیائی مواد سے دانش منزل کی سائنس لیبارٹری میں گرمی اور بو پھیلی تو اس نے لیبارٹری کو ایئر ٹائٹ کر دیا تھا اور پھر آخری بات جو اسے یاد آئی تھی وہ یہ تھی کہ اس نے عمران کے فلیٹ کے نمبر ملائے تھے اور پھر وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

وہ کتنا وقت یا کتنے دن بے ہوش رہا یہ اسے معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ اس نے نظریں گھما کر اپنے اردگرد کا جائزہ لیا تو وہ ایک بیڈ پر لیٹا ہوا تھا اور اس کے قریب ہی میزوں پر چند مشینیں رکھی ہوئی تھیں۔ اسے یاد آ گیا تھا کہ یہ منظر تو اس نے خواب میں دیکھا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ خواب نہیں بلکہ اس کا لاشعور بیدار ہوا تھا۔

”تو کیا مجھ سے کسی قسم کی معلومات حاصل کی گئی ہیں“...... بلیک زیرو کے ذہن میں فوراً ہی سوال ابھرا۔

”میں ہوں کہاں اور یہاں تک کیسے پہنچ گیا“...... بلیک زیرو نے سوچا لیکن اس کے سوالوں کا جواب اس کے پاس موجود نہیں تھا۔ بلیک زیرو نے اپنے جسم کو حرکت دے کر دیکھا تو وہ حرکت کر سکتا تھا۔ اپنے جسم کی حرکت محسوس کر کے اسے خوشی محسوس ہو رہی تھی۔ پھر اس کمرے کا دروازہ کھلا اور اس نے دو افراد کو اندر آتے دیکھا۔ ان میں سے ایک لڑکی تھی جو کہ نرس کے لباس میں تھی اور دوسرا مرد تھا۔ ان دونوں کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ لگتا تھا ان

دونوں نے اپنی قوت برداشت سے زیادہ شراب پی لی ہے۔ نرس کو دیکھ کر بلیک زیرو یہی سمجھا تھا کہ شاید وہ کسی ہسپتال میں ہے لیکن نرس کو شراب کے نشے میں دھت دیکھ کر اسے اپنا خیال بدلنا پڑا کیونکہ ڈیوٹی کے دوران نرس شراب نہیں پی سکتی تھی۔

”اینڈریو ڈیئر۔ میں ذرا مریض کو دیکھ لوں“...... لڑکی کی لڑکھڑاتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”چھوڑو جولی ڈیئر۔ ڈاکٹر کہہ رہا تھا کہ یہ ایک ہفتے سے پہلے تو ہوش میں ہی نہیں آ سکتا“...... مرد کی بھی نشے میں دھت آواز سنائی دی اور بلیک زیرو الجھ کر رہ گیا۔ لڑکی نرس کے لباس میں تھی لیکن نشے میں دھت تھی اور کسی ڈاکٹر کا بھی ذکر ہو رہا تھا۔ لیکن یہ کمرہ ہسپتال کا نہیں لگ رہا تھا۔

”اینڈریو۔ چیف اسے ہسپتال سے اغوا کر کے یہاں کیوں لایا ہے“...... لڑکی نے پوچھا۔

”پاکیشیا سیکرٹ سروس دنیا کی خطرناک ترین سیکرٹ سروس ہے اور یہ شخص اس سیکرٹ سروس کا ڈمی چیف ہے۔ اصل چیف علی عمران نامی ایک سیکرٹ ایجنٹ ہے۔ دنیا کو دھوکہ دینے کے لئے اور خود کو خفیہ رکھنے کے لئے ان لوگوں نے یہ سیٹ اپ بنایا ہوا ہے“۔ اینڈریو کی آواز سنائی دی تو بلیک زیرو کو اپنے سر میں دھماکے سے ہوتے ہوئے محسوس ہونے لگے۔

”اوہ۔ یہ لوگ اس راز سے کس طرح واقف ہو گئے ہیں“۔

بلیک زیرو نے سوچا اور پھر اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس کوشش میں اسے چکر آ گئے اور وہ دوبارہ بیڈ پر گر گیا۔

"ارے۔تم نے دیکھا مریض اٹھ بیٹھا تھا"...... جولی کی آواز سنائی دی۔

"میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ زیادہ شراب نہ پیو لیکن تم نے میری بات نہیں مانی اور حد سے زیادہ شراب پی لی۔اب شراب تم پر چڑھ گئی ہے"...... اینڈریو کی لڑکھڑاتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"نہیں۔نہیں۔ میں نے خود اسے بیڈ پر بیٹھے ہوئے دیکھا ہے"۔ جولی نے کہا۔

"ارے بابا۔ڈاکٹر نے اسے اتنی ساری مشینوں پر چیک کیا ہے اور پھر کہا ہے کہ اس مریض کو ایک ہفتے سے پہلے ہوش نہیں آ سکتا۔ اب یہ ہوش میں آ کر بیڈ پر اٹھ کر کیسے بیٹھ سکتا ہے۔ وہ تو ویسے ہی بے ہوش پڑا ہوا ہے۔اسے غور سے دیکھو"...... اینڈریو نے کہا۔

"آؤ۔اسے قریب سے دیکھتے ہیں"...... جولی نے کہا۔

"تم اپنی تسلی اس طرح کرنا چاہتی ہو تو ایسے ہی سہی۔ آؤ"۔ اینڈریو نے کہا اور پھر وہ دونوں اٹھ کر لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے بلیک زیرو کے قریب پہنچے۔ بلیک زیرو نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور وہ دونوں بلیک زیرو کو غور سے دیکھنے لگے۔

"دیکھا۔ یہ تو ویسے ہی بے ہوش پڑا ہوا ہے"...... اینڈریو نے کہا۔

"ہاں۔تم ٹھیک کہہ رہے ہو اینڈریو۔ مجھے ہی وہم ہوا تھا"۔ جولی نے کہا اور پھر وہ مڑ گئے۔

"تم دونوں کے علاوہ اور کون جانتا ہے کہ میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ڈمی چیف ہوں"...... جیسے ہی وہ مڑے بلیک زیرو نے آنکھیں کھولتے ہوئے ان سے پوچھا۔

"ڈاکٹر سمتھ، ہمارا چیف راڈاک اور ڈینیل۔ اوہ۔ یہ کون بولا تھا"...... اینڈریو نے بے خیالی میں جواب دیتے ہوئے کہا لیکن پھر وہ چونک پڑا اور ان دونوں نے مڑ کر بلیک زیرو کی طرف دیکھا جو بیڈ پر اٹھ بیٹھا تھا۔

"تت۔ تت۔ تمہیں ہوش آ گیا ہے۔ تت۔تم ٹھیک ہو گئے ہو"...... اینڈریو نے بلیک زیرو کو ہوش میں دیکھ کر ہکلاتے ہوئے کہا۔ وہ اپنے حواس پر قابو نہ پا سکا تھا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

"تمہارا تعلق کس تنظیم سے ہے جولی"...... اینڈریو کے بے ہوش ہونے کے بعد بلیک زیرو نے جولی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔اب وہ بیڈ سے اتر کر کھڑا ہو چکا تھا۔

"ہمارا تعلق کسی بھی تنظیم سے نہیں۔ ہم تو زیرو لینڈ کے ادنیٰ سے کارکن ہیں"...... جولی نے کہا تو بلیک زیرو نے طویل سانس لیا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ زیرو لینڈ کے کسی ٹھکانے پر پہنچ چکا ہے۔ اس نے جولی کی کنپٹی پر خاص انداز میں اپنی بند مٹھی کی ایک انگلی کا ہک مارا تو وہ لہرا کر فرش پر گر گئی۔ بلیک زیرو کو یہ دیکھ کر خوشی محسوس

ہو رہی تھی کہ وہ پہلے کی طرح حرکت کر سکتا تھا جس کا مطلب تھا کہ اس پر سے تابکاری کے اثرات مکمل طور پر ختم ہو چکے ہیں۔

بلیک زیرو کو اس کمرے میں ایک الماری نظر آ رہی تھی۔ وہ اس الماری کی طرف بڑھا۔ اس نے الماری کھول کر دیکھی تو اسے اپنے مطلب کی چیز مل گئی۔ الماری میں اسلحہ موجود تھا۔ اس نے دو مشین پسٹل اٹھائے اور انہیں چیک کرنے لگا۔ مشین پسٹل لوڈڈ تھے۔ ایک مشین پسٹل اس نے اپنی جیب میں رکھ لیا اور دوسرا ہاتھ میں پکڑ کر ان دونوں کی طرف بڑھنے لگا۔ کمرہ اپنی ساخت کے اعتبار سے ساؤنڈ پروف تھا۔ ویسے بھی وہ مجرموں کی ذہنیت سے واقف تھا۔ وہ اپنی عمارت کا ہر کمرہ ساؤنڈ پروف بناتے ہیں۔ بلیک زیرو نے مشین پسٹل اینڈریو کے دل پر رکھ کر فائر کر دیا۔ ایک دھماکہ ہوا اور اینڈریو کا جسم تڑپنے لگا۔ اس کے بعد وہ جولی کی طرف بڑھ گیا۔

''سوری جولی۔ تم ایسے راز سے واقف ہو گئی ہو کہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑا جا سکتا ورنہ میں عورت کو مارنے کا قائل نہیں ہوں''۔ بلیک زیرو نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس نے جولی کے سر کا نشانہ لے کر فائر کھول دیا۔ جولی کا جسم بھی تڑپنے لگا۔ اس نے جولی کو وہیں چھوڑا اور ایک نظر اینڈریو کے جسم پر ڈالتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ اینڈریو کے جسم میں ابھی خفیف سی حرکت ہو رہی تھی۔

بلیک زیرو نے دروازہ کھول کر باہر دیکھا تو باہر ایک راہداری تھی جس کے دونوں طرف کمرے تھے۔ ایک کمرے کے آخر میں

راہداری بند ہو رہی تھی جبکہ دوسرے سرے کے اختتام پر کار پورچ دکھائی دے رہا تھا اور پورچ میں ایک کار موجود تھی۔

بلیک زیرو، ڈینیل، راڈاک اور ڈاکٹر سمتھ کو تلاش کرنا چاہتا تھا جو اس کے راز سے واقف ہو گئے تھے۔ اسی لمحے اسے راہداری کی دوسری طرف چند مسلح افراد دکھائی دیئے تو وہ فوراً کمرے کے اندر ہو گیا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس عمارت میں کتنے افراد ہیں اور کون کون سے کمرے میں ہیں۔ چند لمحے کمرے میں رہنے کے بعد وہ دوبارہ کمرہ سے باہر نکلا اور اس نے راہداری کی دوسری طرف دیکھا۔ اب مسلح افراد دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ بلیک زیرو سمجھ گیا تھا کہ وہ مسلح افراد اس عمارت کے گارڈز ہوں گے۔

بلیک زیرو نے مشین روم کے ساتھ والے کمرے کے دروازے پر دباؤ ڈالا تو دروازہ کھل گیا۔ یہ بیڈ روم تھا اور اس وقت اس کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ بلیک زیرو اس کمرے سے نکل کر سامنے والے کمرے کے دروازے پر پہنچا۔ اس نے وہ دروازہ بھی کھول کر اندر جھانکا۔ یہ بھی بیڈ روم تھا اور خالی تھا۔ بلیک زیرو نے اس کمرے کا دروازہ بند کر دیا اور اس سے اگلے دروازے پر دباؤ ڈالا تو وہ دروازہ بھی کھل گیا اور وہ اس کمرے میں داخل ہو گیا۔ یہ کمرہ آفس کے انداز میں سجا ہوا تھا۔ میز پر مختلف رنگوں کے ٹیلی فون سیٹ رکھے ہوئے تھے۔ بڑی میز کے قریب ہی کمپیوٹر ٹیبل بھی رکھی ہوئی تھی جس پر ایک کمپیوٹر موجود تھا۔ بڑی میز پر شراب کی ایک

بوتل بھی رکھی ہوئی تھی جو آدھی سے زیادہ خالی تھی اور میز پر دو گلاس بھی موجود تھے۔

اس کمرے کا جائزہ لینے کے بعد بلیک زیرو اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ یہ کمرہ بھی آفس کے انداز میں سجا ہوا تھا لیکن یہاں صرف ایک ٹیلی فون سیٹ رکھا ہوا تھا اور اس کمرے میں بھی کمپیوٹر ٹیبل پر ایک کمپیوٹر رکھا ہوا تھا اور اس کمپیوٹر کے سامنے ایک بڑے بالوں والا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ جیسے ہی بلیک زیرو کمرے میں داخل ہوا وہ شخص چونک پڑا۔ بلیک زیرو نے جلدی سے اپنے پیچھے پاؤں مار کر دروازہ بند کر دیا۔

''کون ہو تم اور یہاں تک کیسے پہنچ گئے۔ اوہ۔ اوہ۔ تم تو وہ مریض ہو''...... اس شخص نے چونک کر کہا اور پھر فوراً ہی وہ بلیک زیرو کو پہچان گیا۔

''ہاں۔ میں تو وہی مریض طاہر ہوں۔ لیکن تم کون ہو''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''میں براڈو ہوں۔ لیکن ڈاکٹر صاحب کہہ رہے تھے کہ تمہیں ایک ہفتے سے پہلے ہوش ہی نہیں آ سکتا''...... براڈو نے کہا لیکن اس کی حیرت ابھی تک دور نہیں ہوئی تھی۔

''کیا تم ڈاکٹر سمتھ کی بات کر رہے ہو''...... بلیک زیرو نے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ڈاکٹر سمتھ اس وقت کہاں ہے''...... بلیک زیرو نے پوچھا۔

''وہ تو اپنے ہسپتال میں ہوں گے''...... براڈو نے کہا۔

''ان کے ہسپتال کا نام کیا ہے''...... بلیک زیرو نے پوچھا۔

''وہ سر براؤن ہسپتال میں ہوتے ہیں جہاں تم داخل کئے گئے تھے''...... براڈو نے کہا۔ وہ چونکہ بغیر جھجک کے بلیک زیرو کے سوالوں کے جواب دیئے جا رہا تھا اس لئے بلیک زیرو کو ابھی تک اس پر کسی قسم کی سختی کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ بلیک زیرو، براڈو کے جواب سے سمجھ گیا تھا کہ ڈاکٹر سمتھ نے اسے ہسپتال سے اغوا کرا کے یہاں پہنچایا ہو گا۔

''تم کیوں یہ سوال کئے جا رہے ہو اور میں کیوں تمہارے ہر سوال کا جواب فر فر دیئے جا رہا ہوں''...... براڈو نے بلیک زیرو سے کہا تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی کیونکہ اس بات کا خیال اسے کافی دیر بعد آیا تھا۔

''تم سمجھ دار انسان ہو اس لئے میرے سوالوں کا جواب دے رہے ہو۔ اگر تم میرے سوالوں کے جواب شرافت سے نہیں دو گے تو میں اپنے طریقے سے جواب حاصل کر لوں گا کیونکہ ان سوالوں کے جواب تو مجھے ہر حال میں چاہئیں''...... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے براڈو سے کہا تو وہ کرسی سے اٹھنے لگا۔

لیکن جیسے ہی وہ کرسی سے اٹھنے لگا بلیک زیرو نے اس کی کنپٹی پر زور سے ایک مکا مارا۔ وہ جھومتا ہوا دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا اور اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا۔ بلیک زیرو کے ایک مکے نے اسے بے

ہوش کر دیا تھا۔ اس کے بے ہوش ہو جانے کے بعد بلیک زیرو نے کمرے میں نظریں دوڑائیں تو اسے ایک الماری نظر آئی تو وہ الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھولی تو اس میں رسی، اسلحہ، ادویات، چند سرنجیں اور تیزاب کی ایک بوتل کے علاوہ اور بھی بہت سا سامان رکھا ہوا تھا۔ بلیک زیرو نے رسی کا ایک بنڈل، تیزاب کی بوتل اور ایک سرنج اٹھائی اور واپس براڈو کے قریب پہنچ گیا۔

بلیک زیرو نے براڈو کو رسی سے باندھا اور پھر اس کے منہ پر تھپڑ مارنے لگا۔ تیسرے، چوتھے تھپڑ پر اسے ہوش آ گیا۔ ہوش میں آتے ہی اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن بندھا ہوا ہونے کی وجہ سے وہ اٹھ نہ سکا۔

''بہتر تو یہی تھا کہ تم میرے سوالوں کے جواب دیتے رہتے۔ اس طرح صحیح سلامت تو رہتے۔ اب تم جواب بھی دو گے اور سلامت بھی نہیں رہو گے بلکہ اذیت ناک موت مرو گے''...... بلیک زیرو نے سرد لہجے میں کہا۔

''تم کچھ بھی کر لو میری زبان نہیں کھلوا سکتے بلکہ میری چیخیں سن کر میرے ساتھی آ جائیں گے اور تم مارے جاؤ گے''...... براڈو نے بلیک زیرو کو دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

''تمہارا کیا خیال ہے مجھے عام کمرے اور ساؤنڈ پروف کمرے کی پہچان نہیں ہے''...... بلیک زیرو نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''پھر بھی تم اس عمارت سے زندہ سلامت باہر نہیں جا سکو گے''۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد براڈو نے کہا۔

''اس عمارت سے باہر جانے کی مجھے اتنی جلدی بھی نہیں ہے۔ اب میں ایک بار پھر تم سے پوچھ رہا ہوں۔ میرے سوالوں کے جواب دیتے ہو یا نہیں''...... بلیک زیرو نے ایک مرتبہ پھر سرد لہجے میں کہا۔

''تم اپنی کوشش کر کے دیکھ لو''...... براڈو نے بلیک زیرو سے طنزیہ لہجے میں کہا اور اس کی بات سن کر بلیک زیرو نے تیزاب کی بوتل کا ڈھکن کھولا اور سرنج تیزاب سے بھر لی۔

''میں یہ تیزاب تمہاری ایک آنکھ میں ڈالوں گا۔ پھر بھی تم نے جواب نہ دیا تو دوسری آنکھ میں ڈال دوں گا۔ اس کے بعد بھی تم نے جواب نہ دیا تو میں یہ تیزاب تمہارے بازو میں انجیکٹ کر دوں گا۔ تیزاب تمہارے خون میں شامل ہو کر تمہیں ایسی اذیت ناک موت سے ہمکنار کرے گا کہ آج تک کوئی بھی انسان ایسی اذیت ناک موت نہیں مرا ہو گا۔ اس اذیت ناک موت کا تم خود بھی تصور کر سکتے ہو''...... بلیک زیرو نے خوفناک لہجے میں کہا اور پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر براڈو کے سر کے بال اس طرح پکڑ لئے کہ اب براڈو اپنا سر بھی نہیں ہلا سکتا تھا۔ براڈو نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور اس کی یہ حرکت بالکل اس کبوتر کی سی تھی جو بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ موت اس سے ٹل جائے گی۔

بلیک زیرو نے سرنج اس کی نیڈل اس کی آنکھ کے قریب کر دی۔ براڈو نے سر ادھر ادھر مارنے کی بہت کوشش کی لیکن بلیک زیرو نے اس کے بالوں کو اتنی مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا کہ وہ سر کو معمولی سی حرکت بھی نہ دے سکا۔ بلیک زیرو نے تیزاب کے دو قطرے اس کی آنکھ میں ڈال دیئے۔ جیسے ہی تیزاب براڈو کی آنکھ میں داخل ہوا اس کی دردناک چیخیں بلند ہونے لگیں۔

بلیک زیرو نے اس کے بال چھوڑ دیئے۔ جیسے ہی اس کا سر آزاد ہوا وہ سر کو ادھر ادھر حرکت دینے لگا۔ وہ شدید اذیت کا شکار ہو رہا تھا۔ بلیک زیرو چند لمحوں تک اس کی چیخیں سنتا رہا اور پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر دوبارہ اس کے بال پکڑ لئے۔

''تم میرے سوالوں کے جواب نہیں دینا چاہتے تو نہ دو۔ اب میں تیزاب تمہاری دوسری آنکھ میں ڈالنے لگا ہوں''...... بلیک زیرو نے خوفناک لہجے میں کہا۔

''مم۔ مم۔ میں تمہارے سوالوں کے جواب دیتا ہوں۔ پوچھو''...... براڈو نے چیختے ہوئے کہا۔

''ڈینیل اور راڈاک کہاں ہیں''...... بلیک زیرو نے سرد لہجے میں پوچھا۔

''وہ۔ وہ زیرو ہاؤس گئے ہوئے ہیں''...... براڈو نے درد کی شدت سے کراہتے ہوئے کہا۔

''کہاں ہے یہ زیرو ہاؤس۔ بولو۔ ورنہ میں تیزاب تمہارے بازد

میں انجیکٹ کر رہا ہوں''...... بلیک زیرو نے غراتے ہوئے کہا۔

''لائم سٹریٹ کی کوٹھی نمبر فائیو زیرو ہاؤس کہلاتی ہے۔ لندان میں یہ زیرو لینڈ کا ایک اہم مرکز ہے''...... براڈو نے فوراً ہی جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس عمارت میں کتنے لوگ موجود ہیں''...... بلیک زیرو نے پوچھا۔

''اس وقت صرف پانچ افراد وہاں موجود ہیں جو کہ گارڈز ہیں''...... براڈو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''زیرو ہاؤس میں زیرو لینڈ کا کوئی بڑا آدمی بھی موجود ہے''۔ بلیک زیرو نے پوچھا۔

''نہیں۔ بڑا آدمی کبھی کبھار ہی آتا ہے۔ لندان میں راڈاک ہی زیرو لینڈ کا انچارج ہے''...... براڈو نے کہا۔

''ڈینیل اور راڈاک زیرو ہاؤس میں کیا کرنے گئے ہیں''۔ بلیک زیرو نے پوچھا۔

''زیرو ہاؤس، زیرو لینڈ کا اہم مرکز ہے۔ سر راڈاک وہاں جاتے ہی رہتے ہیں لیکن اس وقت وہ تمہارے ملازم سے پوچھ گچھ کرنے گئے ہیں''...... براڈو نے کہا تو اپنے ملازم کا سن کر بلیک زیرو چونک پڑا۔

''میرا ملازم۔ میرا کون سا ملازم وہاں موجود ہے''...... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ہسپتال میں تمہارے ساتھ ایک حبشی بھی تھا۔ اس حبشی کو پہلے اغوا کیا گیا تھا اور اسے سر راڈاک کے آفس نمبر ون میں رکھا گیا تھا۔ لیکن اس نے وہاں خوب تباہی مچا دی۔ بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا لیکن پھر اس پر قابو پا لیا گیا اور اسے آفس نمبر ٹو یعنی ایک اور عمارت میں رکھا گیا تھا۔ پھر راڈاک کے حکم پر اسے زیرو ہاؤس شفٹ کر دیا گیا تھا اور اب راڈاک اور ڈینیل اس حبشی سے پوچھ گچھ کرنے گئے ہیں"...... براڈو نے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو حبشی کا سن کر بلیک زیرو سمجھ گیا کہ عمران نے جوزف کو اس کے ساتھ بھیجا ہو گا۔

اب بلیک زیرو کو کوئی اور سوال نہیں پوچھنا تھا۔ اس نے سر براؤن ہسپتال جا کر ڈاکٹر سمتھ کا خاتمہ کرنا تھا اور زیرو ہاؤس ریڈ کر کے راڈاک اور ڈینیل کا خاتمہ کرنا تھا اور جوزف کو بھی وہاں سے چھڑانا تھا۔ ساتھ ہی اس نے یہ بھی معلوم کرنا تھا کہ ان لوگوں نے کسی اور کو تو اس راز سے آگاہ نہیں کیا۔ ساتھ ہی اسے ڈاکٹر سمتھ کی رہائش گاہ کا ایڈریس پوچھنے کا بھی خیال آ گیا تا کہ اگر ڈاکٹر سمتھ ہسپتال میں موجود نہ ہو تو اس کی رہائش گاہ پر ریڈ کیا جا سکے۔ بلیک زیرو کے پوچھنے پر براڈو نے اسے ڈاکٹر سمتھ کی رہائش گاہ کا ایڈریس بھی بتا دیا تھا۔

"براڈو۔ تم نے میرے سوالوں کے جواب دے کر خود کو اذیت ناک موت سے بچا لیا ہے۔ اب تم آسان موت مرو گے"...... بلیک

زیرو نے کہا اور مشین پسٹل اس کے دل سے لگا دیا۔

"ہاں۔ تم مجھے آسان موت مار دو ورنہ زیرو لینڈ والے مجھے اذیت ناک موت ماریں گے"...... براڈو نے کہا تو بلیک زیرو نے فائر کر دیا۔ گولی سیدھی براڈو کے دل میں لگی۔ بلیک زیرو نے دروازہ کھول کر باہر دیکھا تو راہداری میں کوئی نہیں تھا۔ وہ کمرے سے باہر نکل کر راہداری میں آ گیا اور آگے بڑھنے لگا۔ راہداری کے اختتام پر پہنچ کر اس نے پورچ میں دیکھا تو اسے ایک ہی جگہ پر تین مسلح افراد کھڑے دکھائی دیئے۔ ان کے پاس مشین گنیں تھیں لیکن یہ مشین گنیں انہوں نے اپنے کندھوں سے لٹکائی ہوئی تھیں۔

"ارے۔ وہ کون ہے"...... اچانک ایک مسلح آدمی کی نظر بلیک زیرو پر پڑی تو اس نے چلا کر کہا اور ان تینوں نے مشین گنیں اپنے کندھے سے اتارنے کے لئے ہاتھ اپنے کندھوں کی طرف بڑھائے لیکن اس سے پہلے کہ وہ مشین گنیں کندھوں سے اتارتے بلیک زیرو کے مشین پسٹل سے شعلے نکلے اور وہ تینوں ہی زمین پر گر کر تڑپنے لگے۔

فائرنگ کی آواز سن کر گیٹ پر موجود دو مسلح افراد بھی بھاگتے ہوئے صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے وہاں آ گئے۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ان کے ساتھی اس طرح زمین پر پڑے تڑپ رہے ہوں گے۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے بلیک زیرو کے مشین پسٹل سے پھر دھماکے ہوئے اور وہ دونوں بھی اپنے

ساتھیوں کے ساتھ ہی زمین پر گر کر تڑپنے لگے۔ بلیک زیرو تیزی سے مین گیٹ کی طرف بڑھا۔ اسے معلوم تھا کہ فائرنگ کی آواز سے ابھی پولیس یہاں پہنچنے ہی والی ہو گی اور پھر ہوا بھی ایسے ہی۔ وہ ابھی اس عمارت سے دس بارہ قدم ہی دور گیا تھا کہ پولیس سائرن کی آوازیں سنائی دینے لگیں مگر بلیک زیرو نارمل انداز میں چلتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

"مس جولیا۔ آپ نے کیا سوچا ہے۔ ہمیں کہاں سے مشن کا آغاز کرنا چاہئے"...... صدیقی نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔ کچھ دیر پہلے ہی وہ گریٹ لینڈ پہنچے تھے۔ لندان کے ہوٹل مون لائٹ میں ان کے لئے پہلے سے ہی دو کمرے بک تھے۔ ایک کمرہ ڈبل بیڈ روم صدیقی اور تنویر کے لئے تھا جبکہ دوسرا کمرہ جولیا کے لئے تھا جو کہ سنگل بیڈ روم تھا۔ ہوٹل پہنچنے کے بعد وہ دونوں جولیا کے کمرے میں آ گئے تھے۔

"پہلے میں ایک راؤنڈ سر براؤن ہسپتال کا لگاؤں گی۔ اس کے بعد کوئی لائحہ عمل طے کریں گے"...... جولیا نے کہا اور اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی تو صدیقی نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو دروازے پر ویٹرس تھی جس نے کافی کے برتن اٹھائے ہوئے تھے۔ جولیا نے اسے کافی کا آرڈر پہلے ہی دے دیا تھا۔ ویٹرس نے کافی

کے برتن ٹیبل پر رکھے اور واپس چلی گئی۔ جولیا نے تین کپ کافی بنائی اور پھر وہ تینوں کافی سپ کرنے لگے۔

''مس جولیا۔ عمران صاحب کے بغیر کچھ عجیب عجیب سا محسوس ہو رہا ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''عجیب عجیب سا نہیں بلکہ بہت اچھا اچھا لگ رہا ہے''...... تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''صدیقی۔ چیف نے ٹھیک کہا ہے۔ ہمیں عمران کے بغیر بھی کام کی عادت اپنانی چاہئے۔ عمران ہوتا تو وہ خود سارا مشن مکمل کر لیتا اور ہم اس کا منہ دیکھتے رہ جاتے''...... جولیا نے کہا۔

''ہاں۔ جولیا ٹھیک کہہ رہی ہے۔ عمران کی وجہ سے ہم سب سست ہو گئے ہیں ورنہ ہم صلاحیتوں میں عمران سے کسی طرح کم نہیں ہیں''...... تنویر نے کہا۔

''عمران میں کوئی بات تو ہے نا کہ چیف ہر مشن میں اسے ہمارا لیڈر بنا کر بھیج دیتا ہے''...... صدیقی نے اب بھی عمران کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔

''کچھ بھی نہیں ہے اس میں۔ بس الٹی سیدھی حرکتیں کر کے اور اپنی ڈگریوں کا رعب ڈال کر وہ دوسروں کو متاثر کر لیتا ہے۔ چیف کو بھی اس نے بس ایسے ہی متاثر کیا ہوا ہے''...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''تمہارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ چیف احمق ہے جو وہ عمران

کی باتوں میں آ جاتا ہے''...... جولیا نے تنویر کو گھورتے ہوئے کہا۔

''میں نے ایسا کب کہا ہے''...... تنویر نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''تم نے یہ الفاظ کہے تو نہیں لیکن تمہاری بات کا مطلب یہی نکلتا ہے''...... جولیا نے کہا۔

''جولیا ٹھیک کہہ رہی ہے تنویر۔ تم بولنے سے پہلے سوچ لیا کرو''۔ صدیقی نے تنویر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم سب کو تو مجھ میں ہی برائی نظر آتی ہے اور عمران تمہارا ہیرو ہے''...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''تم نے کہیں گھومنے پھرنے جانا ہو تو ہو آؤ۔ میں سر براؤن ہسپتال کا چکر لگا آؤں''...... جولیا نے تنویر کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا اور کافی کا خالی کپ ٹیبل پر رکھ دیا۔ وہ دونوں بھی کافی پی چکے تھے لہٰذا وہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

''ہاں۔ ہم ذرا یہاں کی مارکیٹ کا جائزہ لے لیں اور آپ سر براؤن ہسپتال ہو آئیں''...... صدیقی نے کہا اور پھر وہ دونوں اس کمرے سے نکل گئے۔ جولیا نے اپنا ہینڈ بیگ اٹھایا اور وہ بھی کمرہ لاک کر کے ہوٹل سے باہر آ گئی۔ ہوٹل سے باہر ہی ٹیکسی سٹینڈ تھا۔ وہ قطار میں کھڑی ہوئی سب سے اگلی ٹیکسی کے قریب پہنچ گئی۔

''یس مس''...... ٹیکسی ڈرائیور نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''سر براؤن ہستپال چلنا ہے''...... جولیا نے کہا اور ٹیکسی کا پچھلا

دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔ ٹیکسی میں بیٹھتے ہی ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔

کچھ دیر بعد ٹیکسی سر براؤن ہسپتال کی بہت بڑی عمارت کے قریب پہنچ گئی۔ ہسپتال میں کئی وارڈ نظر آ رہے تھے اور یہ وارڈ ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر تھے۔ جولیا نے ہسپتال سے کچھ فاصلے پر ہی پولیس اسٹیشن کی عمارت دیکھی تھی اور اب اس نے پہلے پولیس اسٹیشن جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

''ڈرائیور۔ پہلے پولیس اسٹیشن چلو''...... جولیا نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا تو اس نے ٹیکسی موڑ لی۔ دو منٹ بعد ٹیکسی پولیس اسٹیشن کے قریب جا کر رک گئی۔ جولیا ٹیکسی سے نیچے اتر آئی۔

''تم میرا انتظار کرو میں ابھی آتی ہوں''...... جولیا نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ جولیا پولیس اسٹیشن کی عمارت میں داخل ہو گئی۔ وہ مختلف کمروں کو غور سے دیکھتی ہوئی پولیس اسٹیشن کے انچارج کے کمرے میں داخل ہو گئی۔ پولیس آفیسر نے جولیا کو دیکھا تو اٹھ کھڑا ہوا۔

''تشریف رکھیں میڈم''...... پولیس آفیسر نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو جولیا ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

''میں ڈیلی کرائم نیوز انٹرنیشنل کی سپیشل رپورٹر جولیانا فٹزواٹر ہوں''...... جولیا نے پولیس آفیسر سے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا اور اپنے ہینڈ بیگ میں سے ایک کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ ڈیلی کرائم نیوز یورپ کے تمام ممالک میں بیک وقت شائع ہوتا

تھا اور پورے یورپ میں مقبول تھا۔

پولیس آفیسر نے کارڈ کو ایک نظر دیکھا اور پھر کارڈ جولیا کو واپس کر دیا اور ساتھ ہی اس نے بیل بھی بجا دی۔ بیل بجتے ہی ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا تو پولیس آفیسر نے اسے کولڈ ڈرنک لانے کو کہا تو وہ آدمی باہر چلا گیا۔

''جی فرمائیے۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں''...... پولیس آفیسر نے جولیا سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''آپ کے پولیس اسٹیشن کے قریب ہی سر براؤن ہسپتال ہے۔ پچھلے دنوں وہاں چند ملازمین قتل ہوئے تھے اور ایک مریض بھی اغوا ہوا تھا۔ اس سلسلے میں آپ نے اب تک کیا کارروائی کی ہے''۔ جولیا نے پولیس آفیسر سے پوچھا اور اسی لمحے پہلے والا آدمی کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کولڈ ڈرنک جولیا کے سامنے رکھی اور واپس چلا گیا۔

''میڈم۔ اس واردات کے مجرم کوئی عام مجرم نہیں لگتے۔ انہوں نے منصوبہ بندی کے ساتھ کارروائی کی ہے اور اپنے پیچھے کوئی نشان نہیں چھوڑا''...... پولیس آفیسر نے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ اگر کوئی مجرم ہوشیاری اور چالاکی سے جرم کرے تو وہ قانون سے بچ سکتا ہے''...... جولیا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ ہر مجرم کہیں نہ کہیں غلطی کر جاتا

ہے اور اس غلطی کی بناء پر پکڑا جاتا ہے۔ ہم تحقیقات کر رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ہم بہت جلد مجرموں تک پہنچ جائیں گے''۔ پولیس آفیسر نے جولیا سے کہا۔

''یہ کارروائی ہسپتال کے کسی ملازم کی مدد کے بغیر نہیں کی جا سکتی۔ کیا آپ نے اس پوائنٹ کو ذہن میں رکھ کر تحقیقات کرائی ہیں''...... جولیا نے کہا۔

''جی ہاں۔ وی آئی پی وارڈ کا کک مجرموں کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ لیکن مجرموں نے اسے بھی گولی مار کر ہلاک کر دیا تاکہ ان کے خلاف کوئی ثبوت باقی نہ رہے''...... پولیس آفیسر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آپ نے مریض کو بازیاب کرانے کے لئے کوئی کارروائی کی ہے یا نہیں''...... جولیا نے پوچھا۔

''جیسے ہی ہمیں کوئی اطلاع ملی ہم ضرور کارروائی کریں گے''۔ پولیس آفیسر نے کہا۔

''اس مریض سے پہلے اس مریض کا اٹنڈنٹ بھی تو اغوا ہوا تھا اور ہسپتال کی انتظامیہ کا کہنا ہے کہ انہوں نے اس کے اغوا کی بھی آپ کو رپورٹ درج کروائی تھی۔ آپ نے اب تک اس کی بازیابی کے لئے کیا کیا ہے''...... جولیا نے جوزف کے بارے میں پوچھتے ہوئے کہا۔

''ہسپتال کی انتظامیہ نے اس کے متعلق یہ رپورٹ کی تھی کہ وہ

کہیں غائب ہو گیا ہے۔ انہوں نے اغوا کی رپورٹ درج نہیں کرائی تھی۔ رپورٹ کرانے والے ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ چونکہ کئی پسماندہ ممالک کے لوگ وزٹ ویزے یا علاج معالجے کے ویزے پر یہاں آتے ہیں اور پھر غائب ہو کر غیر قانونی طور پر یہاں رہنے لگتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ کیس بھی ایسا ہی لگتا ہے اس لئے ہم نے اس رپورٹ پر فی الحال سنجیدگی سے کارروائی نہیں کی''۔ پولیس آفیسر نے کہا۔

''آپ کو یہ رپورٹ کس ڈاکٹر نے کی تھی''...... جولیا نے پوچھا۔

''اس ہسپتال کے معروف ڈاکٹر ہیں ڈاکٹر سمتھ۔ انہوں نے یہ دونوں رپورٹیں کی ہیں''...... پولیس آفیسر نے کہا تو جولیا نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''تھینک یو آفیسر۔ آپ نے میرے ساتھ مکمل تعاون کیا ہے''۔ جولیا نے پولیس آفیسر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا تو وہ مسکرانے لگا اور پھر اس نے مصافحے کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا لیکن جولیا نے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو نظرانداز کیا اور صرف ہاتھ کے اشارے سے اسے سلام کر کے اس کے آفس سے باہر آ گئی۔ پولیس اسٹیشن سے باہر ٹیکسی موجود تھی۔

''اب ہسپتال چلو''...... جولیا نے ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے کہا تو ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ دو منٹ بعد ٹیکسی پھر سر براؤن ہسپتال پہنچ گئی۔

’’تم ٹیکسی وی آئی پی وارڈ کی پارکنگ میں پارک کر کے میرا انتظار کرو‘‘...... جولیا نے کہا۔

’’او کے مس‘‘...... ٹیکسی ڈرائیور نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے ٹیکسی پارکنگ میں روک دی۔ سامنے ہی ایک وارڈ تھا جس کے مین گیٹ پر وی آئی پی وارڈ لکھا ہوا تھا۔ جولیا ٹیکسی سے نیچے اتری اور گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔ تین چار سیڑھیاں چڑھ کر اس نے گیٹ کراس کیا تو اسے گیٹ کے قریب ہی ایک کیبن نظر آیا جس پر استقبالیہ لکھا ہوا تھا۔ جولیا کیبن میں داخل ہو گئی۔ درمیانے سائز کی میز کے پیچھے ایک کرسی پر ایک نوجوان لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔

’’مجھے ڈاکٹر سمتھ سے ملنا ہے‘‘...... جولیا نے لڑکی سے مخاطب ہو کر کہا۔

’’اسی رو میں روم نمبر سیون ان کا آفس ہے‘‘......لڑکی نے جولیا کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

’’تھینک یو‘‘...... جولیا نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر ڈاکٹر سمتھ کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ روم نمبر سیون پر پہنچ کر اس نے دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہو گئی۔ کرسی پر بیٹھا ہوا ڈاکٹر ایک ایکسرے دیکھ رہا تھا۔

’’کیا میں اندر آ سکتی ہوں‘‘...... جولیا نے کہا۔

’’یس۔ پلیز‘‘...... ڈاکٹر نے ایکسرے سے نظریں ہٹا کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

’’تھینک یو سر‘‘...... جولیا نے اس کا شکریہ ادا کیا اور آگے بڑھ کر ڈاکٹر کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ ڈاکٹر نے ایکسرے میز پر رکھا اور جولیا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

’’میں جولیانا فٹنر واٹر ہوں۔ ڈیلی کرائم نیوز انٹرنیشنل کی سپیشل رپورٹر‘‘...... جولیا نے کہا اور اپنے ہینڈ بیگ سے ایک کارڈ نکال کر ڈاکٹر کی طرف بڑھا دیا۔ ڈاکٹر نے کارڈ کو غور سے دیکھا اور پھر جولیا کو واپس کر دیا۔

’’جی فرمائیے۔ میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں‘‘...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا۔

’’پچھلے دنوں آپ کے ہسپتال کے چھ ملازمین قتل ہوئے ہیں اور ایک مریض اغوا ہوا ہے۔ میں ان کے متعلق رپورٹ تیار کر رہی ہوں اور اس سلسلے میں آپ سے چند سوالات پوچھنے ہیں‘‘...... جولیا نے کہا۔

’’اس سلسلے میں پولیس بھی مجھ سے سوالات کر چکی ہے اور کئی اخباری رپورٹر بھی سوالات کر چکے ہیں۔ اب آپ بھی پوچھ لیں جو کچھ آپ کو پوچھنا ہے‘‘...... ڈاکٹر سمتھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

’’کیا آپ کا نام ڈاکٹر سمتھ ہے‘‘...... جولیا نے پوچھا۔

’’جی ہاں۔ میرا نام ڈاکٹر سمتھ ہے‘‘...... ڈاکٹر سمتھ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’پولیس کو اس قسم کے واقعات کی رپورٹ آپ ہی کرتے ہیں‘‘۔

جولیا نے پوچھا۔

''ہسپتال میں آئے روز ایسے واقعات نہیں ہوتے۔ میری پوری سروس میں یہ پہلا واقعہ ہے اور چونکہ میں ہسپتال کی انتظامیہ میں شامل ہوں اس لئے میں نے ہی اس واقعہ کی رپورٹ دی ہے''۔ ڈاکٹر سمتھ نے ناراض سے لہجے میں کہا۔

''اگر میرا سوال آپ کو برا لگا ہے تو میں معذرت چاہتی ہوں۔ اچھا اب آپ یہ بتائیں کہ اس واردات میں ہسپتال کا بھی کوئی آدمی شریک ہے''...... جولیا نے کہا۔

''ہاں۔ ہمارے وارڈ کے کک جونی انکل نے مجرموں کی مدد کی اور پھر مجرموں نے اسے بھی گولی مار دی''...... ڈاکٹر سمتھ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ کے کک نے مجرموں کی مدد کی ہے''...... جولیا نے کہا۔

''حالات اور واقعات یہی بتاتے ہیں۔ چار سیکورٹی گارڈز اور استقبالیہ لڑکی زہر سے ہلاک ہوئے ہیں اور زہر انہیں کافی میں ملا کر دیا گیا ہے جبکہ انکل جونی کو گولی مار کر ہلاک کیا گیا ہے اور کچن سے اس زہر کی شیشی بھی برآمد ہوئی ہے جس زہر سے ان لوگوں کی ہلاکت ہوئی۔ پولیس نے پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق جو تجزیہ کیا ہے اس کے مطابق حالات کچھ یوں بنتے ہیں کہ کک جونی انکل نے سیکورٹی گارڈ اور استقبالیہ لڑکی کو زہریلی کافی پلائی۔ وہ پانچوں

ہی استقبالیہ کیبن میں تھے۔ ان کی موت کے بعد جونی انکل نے مجرموں کو بلایا۔ انہوں نے مریض کو اغوا کیا اور جاتے ہوئے جونی انکل کو بھی گولی مار دی تا کہ ان کے خلاف کوئی ثبوت نہ ملے''۔ ڈاکٹر سمتھ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''پولیس نے اس سلسلے میں ابھی تک کوئی کارروائی نہیں کی۔ کیا آپ نے پولیس سے احتجاج نہیں کیا۔ اس واردات سے آپ کے ہسپتال کی بین الاقوامی سطح پر بدنامی ہو رہی ہے''...... جولیا نے کہا۔

''جی ہاں۔ بدنامی تو ہو رہی ہے لیکن ہم ڈاکٹر لوگ یا ہسپتال کا دیگر عملہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہے۔ یہ تو پولیس کا کام ہے کہ وہ مجرموں کو تلاش کرے اور پولیس کا کہنا ہے کہ وہ ابھی تحقیقات کر رہی ہے''...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا۔

''کیا آپ کو یقین ہے کہ اس کارروائی میں ہسپتال کا صرف ایک ہی ملازم شامل تھا''...... جولیا نے ڈاکٹر سمتھ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے پوچھا تو ڈاکٹر سمتھ چونک پڑا۔

''کیا مطلب۔ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں''...... ڈاکٹر سمتھ نے فوراً ہی سنبھلے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ہو سکتا ہے کہ کوئی ڈاکٹر بھی مجرموں کے ساتھ ملا ہوا ہو''۔ جولیا نے کہا۔

''ڈاکٹر مسیحا ہوتے ہیں مجرم نہیں اور اگر کوئی ڈاکٹر مجرموں کا ساتھ دیتا تو مجرم اس کا بھی خاتمہ کر دیتے۔ وہ اپنے خلاف کسی گواہ

کو زندہ کیوں رہنے دیتے''...... ڈاکٹر سمتھ نے ناراض سے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ یہ بات آپ نے بالکل ٹھیک کہی ہے۔ مجرموں نے جیسے انکل جونی کو گولی مار دی ہے وہ ڈاکٹر کو بھی گولی مار سکتے تھے''...... جولیا نے ڈاکٹر سمتھ کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔

''آپ نے مزید کتنا وقت لینا ہے۔ میرا وارڈ میں جانے کا وقت ہو رہا ہے''...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا۔

''صرف دو تین سوال اور ڈاکٹر صاحب۔ پلیز''...... جولیا نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

''جلدی پوچھ لیں''...... ڈاکٹر سمتھ نے خشک لہجے میں کہا۔

''اس مریض کے ساتھ اس کا ایک اٹنڈنٹ بھی تھا جو اس مریض سے پہلے اغوا ہوا تھا''...... جولیا نے کہا۔

''جی ہاں۔ پہلے ہمارا خیال تھا کہ مریض کا ساتھی بھاگ گیا ہے لیکن پھر جس طرح مریض کو اغوا کیا گیا ہے ہمیں اپنا خیال بدلنا پڑا۔ اب ہمارا خیال ہے کہ اسے بھی اغوا کیا گیا ہے''...... ڈاکٹر سمتھ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''مریض کا ساتھی رات کو اغوا ہوا ہو گا''...... جولیا نے کہا۔

''جی ہاں۔ ایسی تمام مجرمانہ کارروائیاں رات ہی کو ہوتی ہیں''۔ ڈاکٹر سمتھ نے کہا۔

''اس رات کون سے ڈاکٹر کی ڈیوٹی تھی جنہوں نے مریض کو

دیکھنا تھا''...... جولیا نے پوچھا۔

''اس رات ڈاکٹر سٹیفن ڈیوٹی پر تھے''...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا۔

''کیا ڈاکٹر سٹیفن آج بھی رات کو ڈیوٹی دیں گے۔ میں ان سے بھی ملنا چاہتی ہوں''...... جولیا نے کہا۔

''نہیں۔ آج وہ دن کی ڈیوٹی پر ہیں۔ آپ ان سے ابھی مل سکتی ہیں۔ روم نمبر الیون ان کا آفس ہے''...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے اٹھتے دیکھ کر جولیا بھی کھڑی ہوگئی اور پھر اس کے آفس سے باہر آ گئی۔ چند لمحوں بعد وہ روم نمبر الیون کے دروازے پر کھڑی تھی۔ جولیا نے کمرے کا دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہوگئی۔ کمرے میں ایک ڈاکٹر کرسی پر بیٹھا ہوا کسی سے فون پر باتیں کر رہا تھا۔

''کیا میں اندر آ سکتی ہوں''...... جولیا نے کہا تو ڈاکٹر نے اثبات میں سر ہلایا تو جولیا میز کے قریب پہنچ کر خالی کرسی پر بیٹھ گئی۔ چند لمحوں بعد ڈاکٹر نے رسیور رکھ دیا تو جولیا نے اسے بھی اپنا کارڈ دکھایا اور اپنی آمد کا مقصد بتانے لگی۔

''جس رات مریض طاہر کا اٹنڈنٹ غائب ہوا اس رات اس مریض پر آپ کی ڈیوٹی تھی''...... جولیا نے ڈاکٹر سٹیفن سے پوچھا تو اس نے جواب دینے کی بجائے صرف اثبات میں سر ہلا دیا۔

''آپ اور دوسرے سٹاف کی موجودگی میں مریض کا ساتھی کیسے غائب ہوگیا''...... جولیا نے پوچھا۔

’’مجھے اس رات ایک گھنٹے کے لئے نیند آ گئی تھی‘‘...... ڈاکٹر سٹیفن نے کہا۔

’’اس رات مریض کے کمرے میں کس نرس کی ڈیوٹی تھی‘‘...... جولیا نے پوچھا۔

’’مس برٹنی ڈیوٹی پر تھی‘‘...... ڈاکٹر سٹیفن نے کہا۔

’’مس برٹنی آج ڈے ڈیوٹی پر ہیں یا نائٹ ڈیوٹی پر‘‘...... جولیا نے پوچھا۔

’’ان کی بھی آج ڈے ڈیوٹی ہے اور وہ آپ کو سٹاف روم میں مل سکتی ہیں‘‘......ڈاکٹر سٹیفن نے کہا۔

’’تھینک یو ڈاکٹر۔ آپ کے تعاون کا شکریہ‘‘...... جولیا نے کہا اور پھر اٹھ کر اس کے کمرے سے باہر آئی اور آگے بڑھنے لگی۔ اسے ایک کمرے کے دروازے پر سٹاف روم لکھا ہوا نظر آیا اور وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ اندر ایک میز پر ایک نرس رجسٹر کھولے بیٹھی تھی۔

’’ہیلو‘‘...... جولیا نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا تو نرس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

’’ہیلو‘‘......نرس نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

’’مجھے سسٹر برٹنی سے ملنا ہے‘‘...... جولیا نے کہا۔

’’آپ کچھ دیر بیٹھیں۔ مس برٹنی آ جاتی ہیں‘‘......نرس نے کہا تو جولیا ایک کرسی پر بیٹھ گئی اور نرس ایک بار پھر رجسٹر کے صفحات پلٹنے

لگی جبکہ جولیا برٹنی کے آنے کا انتظار کرنے لگی۔ تقریباً دس منٹ بعد ایک نرس سٹاف روم میں داخل ہوئی۔

’’تمہاری مہمان آئی ہوئی ہے‘‘...... پہلے سے موجود نرس نے آنے والی نرس سے کہا تو جولیا سمجھ گئی کہ یہی برٹنی ہے۔ برٹنی نے جولیا کو دیکھا اور اس کے قریب آ گئی۔

’’جی فرمائیں‘‘...... برٹنی نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

’’اگر آپ کے پاس پانچ منٹ ہوں تو کہیں چل کر بات کرتے ہیں۔ میرا نام جولیانا فٹز واٹر ہے‘‘...... جولیانے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

’’او کے۔ سسٹر۔ آپ میری پندرہ منٹ کی شارٹ لیو تو لکھ دیں‘‘...... برٹنی نے دوسری نرس سے مخاطب ہو کر کہا۔

’’او کے۔ دستخط پلیز‘‘...... نرس نے ایک رجسٹر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو برٹنی نے اس رجسٹر پر دستخط کئے اور رجسٹر واپس کر دیا۔ اس کے بعد وہ دونوں اٹھ کر اس وارڈ سے بھی باہر آ گئیں۔ وارڈ کے قریب ہی ایک وسیع گراسی پلاٹ تھا۔ اس پلاٹ میں مختلف جگہوں پر بنچ بنے ہوئے تھے۔ وہ دونوں ایک بنچ پر بیٹھ گئیں۔

’’فرمایئے۔ آپ کو مجھ سے کیا بات کرنی ہے‘‘...... برٹنی نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

’’میں ڈیلی کرائم نیوز کی سپیشل رپورٹر ہوں‘‘...... جولیا نے ہینڈ

بیگ سے کارڈ نکال کر برٹنی کو دکھاتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آپ نے یہ نہیں بتایا کہ آپ کو مجھ سے کیا کام ہے''...... برٹنی نے کہا۔

''آپ کی رہائش کہاں ہے''...... جولیا نے اس سے پوچھا۔

''ٹونٹی سکس بی فلاوڈ پلازہ''...... برٹنی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''یورپ میں ہونے والے سنگین جرائم پر میں ایک فیچر لکھ رہی ہوں اور اس سلسلے میں، میں مختلف ڈاکٹرز اور نرسوں کے انٹرویو کر رہی ہوں۔ آپ نے پندرہ منٹ کی شاٹ لیو لی ہے جس میں سے پانچ منٹ تو گزر گئے ہیں۔ بقیہ وقت میں ہماری بات مکمل نہیں ہو سکے گی۔ آپ مجھے اپنے گھر کا ایڈریس دے دیں میں آپ کو گھر پر مل لوں گی۔ وہاں ہم اطمینان سے باتیں کریں گے''...... جولیا نے کہا۔

''ہاں۔ یہ ٹھیک رہے گا۔ یہاں میں آپ کی کوئی خدمت بھی نہیں کر سکتی''...... برٹنی نے کہا اور گھر کا ایڈریس بتا دیا۔

''میں کس وقت آپ کے گھر آؤں''...... جولیا نے اس سے پوچھا۔

''چار بجے میری ڈیوٹی آف ہوتی ہے۔ آپ پانچ بجے آ جائیں''...... برٹنی نے جولیا کو وقت دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے مس برٹنی۔ پانچ بجے ملاقات ہو گی''...... جولیا نے کہا

اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ برٹنی بھی کھڑی ہو گئی۔ جولیا نے اس کے ساتھ ہاتھ ملایا اور نرس وارڈ کی طرف اور جولیا پارکنگ کی طرف بڑھنے لگی۔

اس کے انتظار میں ٹیکسی ابھی تک کھڑی تھی۔ جولیا ٹیکسی میں سوار ہوئی اور اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو ہوٹل کا ایڈریس بتایا اور ٹیکسی ہوٹل کی طرف روانہ ہو گئی۔ ہوٹل پہنچ کر جولیا نے ڈرائیور کو کرائے کے علاوہ اچھی خاصی ٹپ بھی دے دی تھی جس سے ٹیکسی ڈرائیور خوش ہو گیا اور جولیا اپنے کمرے میں پہنچ گئی۔ جولیا کو چونکہ خاصا وقت لگ گیا تھا اس لئے تنویر اور صدیقی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ جولیا اپنے کمرے میں پہنچی تو وہ دونوں بھی وہاں موجود تھے۔

''مس جولیا۔ آپ نے بہت دیر لگا دی''......تنویر نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

''ہم جو کام کرنے جاتے ہیں ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ اس میں کتنا وقت لگے گا''...... جولیا نے کہا۔

''کچھ معلوم ہوا آپ کو''...... اس مرتبہ صدیقی نے جولیا سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''ہاں۔ اس ہسپتال کا ڈاکٹر سمتھ انتہائی مشکوک ہے۔ اسے چیک کرنا پڑے گا اور جس رات جوزف اغوا ہوا ہے اس رات جس نرس کی ڈیوٹی اس کمرے میں تھی اسے بھی چیک کرنا پڑے گا۔ مجھے

یقین ہے کہ نرس کو ساتھ ملائے بغیر جوزف کو اغوا نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے اس نرس سے اس کی رہائش گاہ کا ایڈریس لے لیا ہے اور اس سے ملنے کا وقت بھی لے آئی ہوں''...... جولیا نے کہا۔

''نرس آپ سے مشکوک نہ ہو گئی ہو''...... تنویر نے کہا۔

''نہیں۔ طاہر صاحب ایشیائی ہیں جبکہ میں سوئس نژاد ہوں اس لئے میرا ان سے بظاہر کوئی تعلق نہیں بنتا اور پھر میں یورپ کے مقبول ترین اخبار ڈیلی کرائم نیوز انٹرنیشنل کی سپیشل رپورٹر کے طور پر ان سے ملی ہوں اس لئے وہ لوگ میری طرف سے مشکوک نہیں ہو سکتے''...... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کرائم نیوز کا کارڈ آپ نے کیسے بنوا لیا''...... صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''یہ میں نے نہیں چیف نے بنوا کر دیا ہے''...... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ چیف نے یہ پلاننگ پہلے سے کر لی تھی''۔ تنویر نے کہا۔

''نہیں۔ چیف نے باقاعدہ پلان بنا کر مجھے نہیں دیا۔ صرف یہ کارڈ بھیجا اور کہا کہ یہ کارڈ میرے کام آئے گا۔ پھر جب میں ٹیکسی میں سر براؤن ہسپتال کی طرف جا رہی تھی تو میں نے خود ہی سوچ لیا کہ مجھے اب کیا کرنا ہے۔ سو میں سپیشل رپورٹر بن گئی''...... جولیا نے کہا۔

''چیف پہلے سے ہی یہ سوچ لیتا ہے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے اور اس کے مطابق کیا اقدامات کرنے چاہئیں''...... تنویر نے تحسین بھرے لہجے میں کہا۔

''تب ہی تو وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا چیف ہے''...... جولیا نے ایک بار پھر مسکراتے ہوئے کہا۔

''اب اس نرس سے ملنے کے لئے کس وقت جانا ہے''۔ صدیقی نے پوچھا۔

''اس نے پانچ بجے کا وقت دیا ہے اور اس سے ملنے کے لئے بھی صرف میں ہی جاؤں گی۔ اس کے بعد ڈاکٹر سمتھ کی طرف ہم تینوں جائیں گے''...... جولیا نے کہا تو دونوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

پھر تقریباً ساڑھے چار بجے جولیا ٹیکسی میں سوار ہو کر فلاور پلازہ کی طرف روانہ ہو گئی۔ جب ٹیکسی فلاور پلازہ کے قریب رکی تو پانچ بجنے میں پانچ منٹ باقی تھے۔ جولیا نے ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ ادا کیا اور پلازہ کی طرف بڑھ گئی۔ ٹونٹی سکس بی فلیٹ دوسری منزل پر تھا۔ جب جولیا فلیٹ کے دروازے پر پہنچی تو پانچ بجنے میں صرف ایک منٹ باقی تھا۔

جولیا نے رک کر ایک منٹ گزرنے کا انتظار کیا اور پھر جیسے ہی پانچ بجے اس نے ڈور بیل کا بٹن پریس کر دیا۔ چند لمحوں بعد فلیٹ کا دروازہ کھلا اور نرس برٹنی کا چہرہ دکھائی دیا۔ اس نے جولیا کے لئے

راستہ چھوڑ دیا۔ جولیا اندر داخل ہو گئی۔ برٹنی نے اسے ڈرائننگ روم میں بٹھایا اور پھر اس کے لئے چائے بنا کر لے آئی۔

''مس برٹنی۔ ڈرائننگ روم تو آپ نے ساؤنڈ پروف بنایا ہوا ہے''...... جولیا نے چائے پیتے ہوئے کہا۔

''جی ہاں۔ صرف ڈرائننگ روم ہی نہیں بلکہ میرا پورا فلیٹ ہی ساؤنڈ پروف ہے۔ دراصل مجھے میوزک فل آواز میں سننے کا شوق ہے اور میں چاہتی ہوں کہ میرے ہمسائے اس بات سے پریشان نہ ہوں۔ لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا''...... برٹنی نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں کرائم نیوز سے منسلک ہوں۔ مجھے بہت سی باتیں خودبخود معلوم ہو جاتی ہیں۔ جیسے مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ تم نے پاکیشیائی مریض کے اٹنڈنٹ سیاہ فام افریقی جوزف کو بے بو اور بے ذائقہ بے ہوشی کی دوائی کھلائی تھی''...... جولیا نے کہا تو برٹنی یکدم اچھل پڑی۔

جولیا جانتی تھی کہ جوزف کی سونگھنے کی حس انتہائی تیز ہے۔ وہ کھانے میں ملے ہوئے زہر یا بے ہوشی کی دوا کی بو کو سونگھ لیتا ہے۔ اب اگر وہ بے ہوش ہو کر اغوا ہوا تھا تو اس کا مطلب تھا کہ اسے بے بو اور بے ذائقہ دوا دی گئی ہے۔ تبھی وہ اغوا ہوا ہے ورنہ اس کا اغوا آسان کام نہیں تھا اور اسی بات کو سامنے رکھ کر اس نے اندھیرے میں تیر چلایا تھا اور برٹنی کا اچھلنا اور حیرت زدہ ہونا اس

بات کا ثبوت تھا کہ اس کا اندھیرے میں چلایا ہوا تیر ٹھیک نشانے پر لگا ہے۔

''تت۔ تت۔ تم کون ہو''...... برٹنی نے حیرت کی شدت سے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''میں نے کہا نا کہ میں کرائم نیوز کی رپورٹر ہوں۔ ہماری تربیت جدید سائنسی طریقوں پر کی جاتی ہے جس کی وجہ سے ہم جرائم کی بہت سی باتوں سے آگاہ ہو جاتے ہیں''...... جولیا نے کہا اور پھر اسے تیزی سے جھکنا پڑا کیونکہ برٹنی نے اس کی کنپٹی پر مکا مارنے کی کوشش کی تھی۔ اس کے ساتھ ہی برٹنی ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں کھڑی ہوئی اور پوری قوت سے گھوم کر اس نے جولیا کو لات ماری۔ جولیا نے اس سے بچنے کی کوشش کی تھی لیکن برٹنی کی گھومتی ہوئی لات اس کے کندھے پر لگی اور وہ صوفے سے نیچے جا گری۔

نیچے گرتے ہی وہ بجلی کی سی تیزی سے کھڑی ہو گئی جبکہ برٹنی ڈرائننگ روم میں موجود ایک میز کے قریب پہنچ کر اس کی دراز کھول رہی تھی۔ جولیا نے وہیں سے برٹنی پر چھلانگ لگائی اور اڑتی ہوئی اس سے جا ٹکرائی۔ برٹنی میز کی دراز میں سے ریوالور نکال چکی تھی۔ جولیا کے ٹکرانے سے وہ فرش پر بچھے ہوئے قالین پر گر گئی اور ریوالور بھی اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔

اس کے گرنے کے ساتھ ساتھ جولیا بھی گر گئی تھی۔ پھر دونوں ہی بیک وقت اٹھیں۔ بلاشبہ برٹنی بھی لڑائی بھڑائی میں ماہر تھی۔

اٹھتے ہی دونوں ایک دوسرے کو گھورنے لگیں اور پھر حملہ کرنے میں پہل برٹنی نے کی۔ اس کی لات دائرے کی صورت میں حرکت میں آئی اور جولیا کی کمر میں لگی۔ جولیا ٹیڑھی ہو کر اور اچھل کر قالین پر گری تو برٹنی نے فوراً ہی اس پر چھلانگ لگائی لیکن جولیا نے بھی قالین پر گرتے ہی کروٹ بدل لی تھی جس کی وجہ سے برٹنی اس کے قریب ہی گری۔

جولیا نے حرکت میں آنے میں ایک لمحہ بھی نہ لگایا۔ جیسے ہی برٹنی قالین پر گری جولیا بجلی کی سی تیزی سے کروٹ بدل کر اس پر آ گری اور اس نے برٹنی کے بال پکڑ لئے۔ بال پکڑتے ہی جولیا نے تین چار جھٹکے دیئے جس کی وجہ سے برٹنی کے منہ سے کراہیں بلند ہوئیں۔ اس نے جولیا کے نیچے سے نکلنے کی کوشش کی لیکن جولیا نے اپنی کہنی زور سے اس کی گردن کے نیچے اس کی پشت پر ماری اور اس کے منہ سے اوغ کی آواز نکلی۔

جولیا ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی لیکن اس دوران اس نے برٹنی کے بال نہیں چھوڑے تھے۔ جولیا کے ایک جھٹکے سے اٹھنے کی وجہ سے اس کی گردن کو بھی شدید جھٹکا لگا تھا اور اس کی گردن میں درد کی لہریں اٹھنے لگیں۔ پھر جولیا نے اسے سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا۔ اس نے برٹنی کے بال کھینچ کر اسے کھڑا کیا اور پورا زور لگا کر اسے دیوار سے ٹکرا دیا۔ برٹنی کا سر دیوار سے ٹکرایا تو اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھانے لگا۔ جولیا نے ایک بار پھر اس کے بال

کھینچ کر اس کا سر دیوار سے ٹکرا دیا۔ اس ٹکر کے ساتھ ہی برٹنی کا ذہن تاریکیوں میں ڈوب گیا اور وہ بے ہوش ہو کر قالین پر گر گئی۔

اس کے بے ہوش ہوتے ہی جولیا نے ڈرائینگ روم کا جائزہ لیا اور پھر اس نے کھڑکی پر لٹکا ہوا پردہ اتارا اور اسے پھاڑنے لگی۔ پردے کے پانچ چھ لمبے لمبے ٹکڑے کرنے کے بعد اس نے برٹنی کو ان ٹکڑوں سے باندھا اور پھر فلیٹ کی تلاشی لینے لگی۔ واش روم سے اسے تیزاب کی بوتل مل گئی تھی۔ اس نے وہ بوتل اٹھائی اور واپس ڈرائینگ روم میں آ گئی۔ برٹنی ابھی تک بے ہوش تھی۔ میز پر منرل واٹر کی بوتل رکھی ہوئی تھی۔ جولیا نے بوتل اٹھائی اور اس کا ڈھکن کھول کر پانی برٹنی کے چہرے پر ڈالنے لگی۔ چند لمحوں بعد برٹنی کو ہوش آ گیا۔ ہوش میں آتے ہی اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن بندھے ہونے کی وجہ سے وہ اٹھ نہ سکی۔ اسے ہوش میں آتے دیکھ کر جولیا نے اس کے منہ پر تھپڑ بھی مار دیا۔ یہ تھپڑ اسے اچھی طرح ہوش میں لانے لئے کافی تھا۔

”سنو برٹنی۔ میں تم پر تشدد نہیں کروں گی حالانکہ میں تشدد کرنا چاہوں تو کر سکتی ہوں۔ تمہارے کچن میں تیز دھار چھری موجود ہے اور اس سے میں تمہارا ریشہ ریشہ کاٹ سکتی ہوں۔ تمہارا ریوالور سامنے قالین پر پڑا ہوا ہے اور میں ریوالور چلانا بھی جانتی ہوں۔ میں چاہوں تو ریوالور کی تمام گولیاں تمہارے جسم میں اتار سکتی ہوں لیکن میں تمہارے ساتھ یہ سب کچھ نہیں کرنا چاہتی بلکہ میں تمہارے

ساتھ ایک ایسا حربہ کروں گی کہ لوگ تمہیں دیکھ کر تمہارے منہ پر تھوکنا بھی پسند نہیں کریں گے''...... جولیا نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

''تم ایسا کیا حربہ استعمال کرو گی''...... برٹنی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''تمہارا چہرہ بہت ہی خوبصورت ہے۔ جو بھی تمہارا چہرہ دیکھتا ہو گا تمہارا دیوانہ ہو جاتا ہو گا اور پھر تم خوب ناز نخرے کرتی ہو گی مگر اس بوتل کو دیکھ رہی ہو۔ مجھے یہ تمہارے واش روم سے ملی ہے اور تم اس سے واش روم کی صفائی کرتی ہو''...... جولیا نے کہا مگر برٹنی نے جولیا کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

''اس میں تیزاب ہوتا ہے اور یہ تیزاب بھی کافی تیز ہوتا ہے۔ چلو پہلے یہ چیک کر لیں کہ یہ کتنا تیز ہے''...... جولیا نے کہا اور پھر اس نے تھوڑا سا تیزاب قالین پر ڈالا۔ چند لمحوں بعد قالین کا وہ حصہ سیاہ ہو گیا جہاں تیزاب ڈالا گیا تھا۔

''تم نے دیکھا اس تیزاب نے قالین کو بھی جلا دیا ہے۔ اگر یہ تمہارے چہرے پر ڈال دیا جائے تو تمہارا چہرہ جل کر اس قدر بھیانک ہو جائے گا کہ اچھے خاصے نڈر لوگ بھی تمہارا چہرہ دیکھ کر ڈر جائیں گے''...... جولیا نے کہا تو برٹنی کے چہرے پر خوف کے تاثرات ابھر آئے۔

''تم میرے چہرے پر تیزاب ڈالو گی''...... برٹنی نے خوفزدہ لہجے

میں کہا۔

''پہلے میں اس تیزاب کے چند قطرے تمہارے پاؤں کے ایک انگوٹھے پر ڈال کر دیکھتی ہوں کہ یہ تیزاب تمہارے جسم پر اثر کرتا بھی ہے یا نہیں''...... جولیا نے سرد لہجے میں کہا اور پھر اس نے بوتل کا ڈھکن کھول کر چند قطرے تیزاب کے برٹنی کے پاؤں کے انگوٹھے پر گرا دیئے۔ جیسے ہی تیزاب اس کے پاؤں پر پڑا برٹنی کی چیخیں بلند ہونے لگیں۔ جولیا نے ایک بار پھر اس کے چہرے پر تھپڑ مار دیا۔ تھپڑ کھا کر وہ یکدم خاموش ہو گئی تھی۔

''بولو۔ ڈالوں تمہارے چہرے پر تیزاب یا میرے سوالوں کے جواب دو گی''...... جولیا نے بدستور سرد لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ ہاں۔ میں تمہارے سوالوں کے جواب دوں گی۔ میں بدصورت نہیں ہونا چاہتی''...... برٹنی نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھیں خوف کی وجہ سے کافی پھیل گئی تھیں۔

''حبشی جوزف کو تم نے بے ہوشی کی دوا دی تھی''...... جولیا نے پوچھی۔

''ہاں۔ میں نے اس کے کھانے میں بے ہوشی کی دوا ملائی تھی''۔ برٹنی نے کہا۔

''کس کے کہنے پر تم نے ایسا کیا تھا''...... جولیا نے پوچھا۔

''ڈاکٹر سمتھ کے کہنے پر''...... برٹنی نے جولیا کی توقع کے عین مطابق جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہارا تعلق کسی مجرم تنظیم سے ہے یا کسی سیکرٹ ایجنسی سے ہے“...... جولیا نے پوچھا۔

”میں تو نرس ہوں۔ میرا تعلق کسی مجرم تنظیم سے نہیں ہے“۔ برٹنی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”نرسیں گھروں میں اسلحہ نہیں رکھتیں اور نہ ہی وہ لڑائی بھڑائی میں اتنی ماہر ہوتی ہیں۔ ٹھیک ہے اگر تم بدصورت ہونا چاہتی ہو تو مجھے کیا اعتراض ہے“...... جولیا نے کہا اور پھر وہ تیزاب کی بوتل کا ڈھکن کھولنے لگی۔ جولیا کو ڈھکن کھولتے دیکھ کر برٹنی دہشت زدہ ہو گئی۔

”یقین جانو۔ فی الحال میرا تعلق کسی تنظیم سے نہیں ہے۔ البتہ ڈاکٹر سمتھ کا تعلق زیرو لینڈ سے ہے۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ وہ مجھے زیرو لینڈ کا شہری بنا دے گا۔ میں نے زیرو لینڈ کی اس قدر تعریف سنی ہوئی ہے کہ میری شدید خواہش ہے کہ میں زیرولینڈ کی شہری بن جاؤں“...... برٹنی نے دہشت زدہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”ہونہہ۔ میں تمہاری اس بات پر یقین کر لیتی ہوں۔ اچھا یہ بتاؤ کہ اس حبشی کو اغوا کر کے کہاں لے جایا گیا ہے“...... جولیا نے پوچھا۔

”یہ میں نہیں جانتی۔ ڈاکٹر سمتھ کو معلوم ہو گا“...... برٹنی نے کہا۔

”ڈاکٹر سمتھ کا ایڈریس کیا ہے“...... جولیا نے پوچھا۔

”ٹونٹی ون اے گریٹ پلازہ لارڈ روڈ“...... برٹنی نے ایڈریس

بتاتے ہوئے کہا تو جولیا اٹھ کر ریوالور کی طرف بڑھی۔ اس نے ریوالور اٹھایا اور واپس برٹنی کے قریب آ گئی۔ پھر اس نے ریوالور سیدھا کیا اور اس کی نال برٹنی کے ماتھے سے لگا دی۔

”مجھے چھوڑ دو۔ مجھے مت مارو“...... برٹنی نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”زیرو لینڈ والے بین الاقوامی مجرم ہیں۔ وہ دنیا بھر میں دہشت گردی کی کارروائیاں کرتے ہیں۔ وہ دنیا بھر میں مجرمانہ طریقے سے اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو معاف نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ لوگ انسانیت کے دشمن ہیں“...... جولیا نے غراتے ہوئے کہا۔

”میں تو ابھی باقاعدہ زیرو لینڈ میں شامل نہیں ہوئی اور اب میں توبہ کرتی ہوں کہ آئندہ زیرو لینڈ میں شامل ہونے کا سوچوں گی بھی نہیں کیونکہ میں جان گئی ہوں کہ یہ بھیانک موت کا راستہ ہے۔ مجھ سے حلف لے لو۔ میں اس راستے پر چلنے کا اب سوچوں گی بھی نہیں۔ میں ڈاکٹر سمتھ کو صاف انکار کر دوں گی“...... برٹنی نے کہا تو جولیا نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور پھر ریوالور دور پھینک دیا۔

”اوکے۔ میں تمہارے حلف پر تمہیں زندہ چھوڑ کر جا رہی ہوں“۔ جولیا نے کہا اور پھر وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

”رکو جولیانا۔ کہاں جا رہی ہو۔ مجھے کھولتی تو جاؤ“...... برٹنی نے جولیا کو دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو گھبرا کر کہا۔

"اب کیابات ہے۔ تمہیں زندہ تو چھوڑے جا رہی ہوں"۔ جولیا نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اگر تم مجھے اسی طرح باندھ کر چلی گئیں تو میں نجانے کب تک اسی طرح بندھی رہوں گی۔ یہ تو فلیٹ بھی ساؤنڈ پروف ہے۔ میرے چیخنے کی آواز بھی باہر نہیں جائے گی اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ میں بھوکی پیاسی مر جاؤں گی اس لئے مجھے زندہ چھوڑنے کا احسان کر رہی ہو تو پورا احسان کرو۔ مجھے کھول بھی دو"...... برٹنی نے کہا۔ جولیا زیرلب مسکرائی اور اس نے برٹنی کو کھول دیا اور پھر وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ ابھی اس نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ برٹنی کی آواز سن کر وہ رک گئی۔

"جولیانا۔ شکریہ تو وصول کرتی جاؤ"...... برٹنی نے کہا تو جولیا نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا جس کا رخ جولیا کی طرف تھا اور اس کے چہرے پر عیارانہ مسکراہٹ تھی۔

"زیرو لینڈ میں شامل ہونا میرا خواب ہے اور میرا یہ خواب ضرور پورا ہو گا"...... برٹنی نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا تو جولیا کو اس پر شدید غصہ آیا۔

"یہ حرکت کر کے تم نے اپنی یقینی موت کو آواز دی ہے"۔ جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں تمہیں زیادہ باتیں کرنے کی مہلت نہیں دوں گی"...... برٹنی نے کہا اور پھر اس نے ٹریگر پر انگلی کا دباؤ ڈالا اور فلیٹ میں ایک

دھماکہ ہوا۔ اس کی انگلی کی حرکت کے ساتھ ہی جولیا بھی حرکت میں آ گئی تھی۔ وہ فوراً ہی زمین پر گر گئی اور برٹنی کی چلائی ہوئی گولی اس کے اوپر سے گزر گئی۔ جولیا کو نیچے گرتے دیکھ کر برٹنی سمجھی کہ جولیا ہٹ ہو گئی ہے۔ اگلے ہی لمحے جولیا کا ہاتھ حرکت میں آیا اور دروازے کے قریب رکھا ہوا فٹ میٹ اڑتا ہوا اس کے ہاتھ سے ٹکرایا اور ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گیا۔

برٹنی گھبرا کر ریوالور اٹھانے کے لئے نیچے جھکی لیکن اسی لمحے جولیا کسی توپ سے نکلے ہوئے گولے کی مانند اڑتی ہوئی برٹنی سے جا ٹکرائی۔ وہ دونوں فرش پر گریں اور دونوں ہی پلک جھپکنے سے پہلے ہی اچھل کر کھڑی ہو گئیں۔ اس مرتبہ جولیا نے وار کرنے میں پہل کی۔ اس کا ہاتھ گھوما تو برٹنی نے اس کے ہاتھ سے بچنے کی کوشش کی لیکن اسی لمحے جولیا کی لات حرکت میں آئی اور برٹنی کے منہ پر زور دار کک لگی اور وہ اچھل کر گر پڑی۔ اسی لمحے جولیا کی لات دوبارہ حرکت میں آئی اور نیم دائرے کی صورت میں گھومتی ہوئی برٹنی کی کمر پر پڑی اور اس کے منہ سے کراہ نکل گئی۔ پھر اس سے پہلے کہ جولیا مزید حملہ کرتی وہ سنبھل گئی تھی۔

اس بار جولیا نے اس کے منہ پر مکا مارنے کی کوشش کی تھی مگر برٹنی نے سر کو پیچھے ہٹایا اور پھر اچھل کر جولیا کے پیٹ میں لات ماری۔ یہ لات بہت زور دار تھی۔ جولیا چند فٹ دور جا گری۔ برٹنی نے ایک بار پھر جولیا پر چھلانگ لگائی۔ پہلے کی طرح جولیا نے اب

بھی ایک کروٹ لی اور برٹنی اب بھی اس کے قریب گری۔ جیسے ہی وہ جولیا کے قریب آئی جولیا نے اس کی پسلیوں میں زور دار مکا مار دیا۔ برٹنی کے منہ سے سسکی نکلی اور اس کے ساتھ ہی اس نے جولیا کے بال پکڑ لئے لیکن اس سے پہلے کہ وہ جولیا کے بال کھینچتی جولیا نے اس کی گردن پر کراٹے کا ایک بھرپور وار کر دیا۔ برٹنی کی آنکھوں میں ایک مرتبہ پھر ستارے سے جھلملانے لگے اور جولیا کے بالوں پر اس کی گرفت کمزور پڑ گئی۔

جولیا نے اس کی کنپٹی پر مکا مارا تو اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور وہ سر جھٹکنے لگی۔ اس نے جولیا کے بال بھی چھوڑ دیئے تھے۔ جولیا نے فوراً ہی ریوالور کی طرف چھلانگ لگائی اور اگلے ہی لمحے وہ ریوالور اٹھا چکی تھی۔ اس دوران برٹنی نے بھی خود پر قابو پا لیا تھا۔ اس نے جولیا کے ہاتھ میں ریوالور دیکھا تو اس کے چہرے پر ایک بار پھر خوف چھا گیا لیکن اب جولیا اسے کسی بھی صورت میں معاف کرنے کے لئے تیار نہیں تھی۔

جولیا نے ریوالور کا رخ برٹنی کی طرف کر کے فائر کر دیا۔ برٹنی نے اس فائر سے بچنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ بچ نہ سکی۔ گولی اس کے بازو میں لگ گئی اور اس کے ساتھ ہی اس کی چیخ بلند ہوئی۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے زخمی بازو پکڑ لیا۔ جولیا نے اس پر دوسرا فائر کیا۔ اس مرتبہ گولی برٹنی کے ماتھے میں لگی اور برٹنی کی آخری چیخ بلند ہوئی اور وہ قالین پر گر کر تڑپنے لگی۔ اس کے ماتھے سے نکلنے

لے خون سے قالین سرخ ہونے لگا۔ جولیا واش روم میں چلی گئی۔ ں نے منہ ہاتھ دھویا اور اپنے بال درست کئے اور پھر برٹنی کے ٹ سے باہر نکل آئی۔ پھر تقریباً آدھ گھنٹے بعد وہ ہوٹل پہنچ گئی اں تنویر اور صدیقی اس کے منتظر تھے۔

"آؤ۔ اب ہمیں ڈاکٹر سمتھ سے دو دو ہاتھ کرنے ہیں"۔ جولیا ے ان دونوں سے کہا۔ وہ دونوں تو پہلے ہی تیار بیٹھے تھے۔ جولیا ی بات سن کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ لارڈ روڈ وہاں سے ایک گھنٹے ی مسافت پر تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی گریٹ پلازہ کی پارکنگ ں روک دی۔ تنویر نے ڈرائیور کو کرایہ ادا کیا اور پھر وہ پلازہ کے ہائشی حصے کی طرف بڑھنے لگے۔ اس پلازہ کی کل بارہ منزلیں تھیں ر ڈاکٹر سمتھ کا فلیٹ بارہویں منزل پر تھا۔ وہ لفٹ کے ذریعے رہویں منزل پر پہنچ گئے اور پھر فلیٹس کے نمبر دیکھتے ہوئے آگے ھنے لگے۔ فلیٹ نمبر ٹونٹی ون پر پہنچ کر وہ رک گئے۔

جولیا نے ڈور بیل کا بٹن پریس کر دیا۔ چند لمحے گزر گئے لیکن در سے کسی نے جواب نہ دیا تو جولیا نے ایک بار پھر بٹن پریس کر ا لیکن اس مرتبہ بھی دروازے پر کوئی نہ آیا۔ تنویر نے آگے بڑھ کر روازے پر دباؤ ڈالا تو دروازہ کھل گیا۔ تنویر نے اندر جھانکا اور پھر ہ تینوں فلیٹ میں داخل ہو گئے۔ اندر پہنچ کر وہ ڈرائنگ روم کے داز میں سجے ہوئے ایک کمرے میں داخل ہو گئے۔ جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوئے تو وہ تینوں ہی اچھل پڑے۔

وٹوری پاکیشیا پہنچ چکا تھا اور وہ ایک چکر نورنگ روڈ کا بھی لگا چکا تھا۔ اس روڈ سے ملحقہ سائیڈ روڈ پر واقعی ایک قلعہ نما عمارت موجود تھی اور اس عمارت جیسی اس علاقے میں اور کوئی بھی عمارت نہیں تھی۔ اس عمارت کا ایک بڑا سا مین گیٹ تھا جو کہ بند تھا۔ اس گیٹ پر اسے کوئی بھی واچ مین نظر نہیں آ رہا تھا اور نہ ہی گیٹ پر کوئی نیم پلیٹ لگی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ اس عمارت کے گیٹ پر کوئی نمبر وغیرہ بھی نہیں لکھا ہوا تھا۔

وٹوری نے کچھ دیر تک اس عمارت کا بغور جائزہ لیا تھا اور پھر واپس ہوٹل شالیمار میں آ گیا تھا۔ وہ اسی ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا۔ کمرے میں پہنچ کر وہ عمارت کے بارے میں سوچنے لگا۔ اس عمارت کی جس قدر بلند دیواریں تھیں اس میں کود کر جانا ممکن نہیں تھا اور وہ عمارت سیکرٹ سروس کا ہیڈکوارٹر تھی۔ اس کے مطابق اس کی

حفاظت کا بندوبست سائنسی بنیادوں پر کیا گیا تھا۔

"پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ڈمی ایکسٹو گریٹ لینڈ میں راڈاک کی قید میں ہے۔ اب عمران لازماً اس ہیڈکوارٹر میں رہتا ہوں گا کیونکہ اصل ایکسٹو وہی ہے۔ اگر اس ہیڈکوارٹر کو تباہ کر دیا جائے تو لازماً عمران بھی مارا جائے گا۔ ہیڈکوارٹر تباہ ہو جائے اور عمران مارا جائے تو پھر باقی ممبران کا خاتمہ اتنا مشکل نہیں ہو گا"...... وٹوری نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ وہ کچھ دیر تک سوچتا رہا اور پھر اس نے ایک کونے میں رکھا ہوا ٹیلی فون سیٹ اٹھایا اور واپس بیڈ پر آ کر بیٹھ گیا اور پھر نمبر پریس کرنے لگا۔

"ہیلو۔ ریڈ روز کلب"...... رابطہ قائم ہونے پر دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"وٹوری بول رہا ہوں۔ ریڈ روز کلب کے مالک ریڈ مین سے بات کراؤ"...... وٹوری نے کہا۔

"ایک منٹ ہولڈ کریں"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی چھا گئی۔

"ہیلو۔ ریڈ مین سپیکنگ"...... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"ریڈ مین۔ میں وٹوری بول رہا ہوں"...... وٹوری نے کہا۔

"اوہ۔ وٹوری صاحب آپ۔ کیسے ہیں آپ۔ گریٹ لینڈ کا موسم کیسا ہے"...... ریڈ مین نے بے تکلفانہ لہجے میں بات کرتے

ہوئے کہا۔

''گریٹ لینڈ کے آج کے موسم کا تو مجھے کچھ معلوم نہیں کیونکہ میں پاکیشیا میں ہوں''...... وٹوری نے کہا۔

''اوہ۔ آپ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ آپ میرے پاس کیوں نہیں آئے''...... دوسری طرف سے ریڈ مین نے شکایت بھرے لہجے میں کہا۔

''میں پہلے کنفرم کرنا چاہتا تھا کہ آپ پاکیشیا میں موجود ہیں یا نہیں۔ اس لئے اب آ رہا ہوں''...... وٹوری نے کہا اور پھر دوسری طرف سے جواب سنے بغیر ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد وہ ٹیکسی میں بیٹھا ہوا ریڈ روز کلب کی طرف جا رہا تھا۔ تقریباً نصف گھنٹے بعد ٹیکسی نے اسے ریڈ روز کلب کے مین گیٹ پر اتار دیا۔ وٹوری نے کرائے کے علاوہ ڈرائیور کو بھاری ٹپ بھی دی تھی جس کی وجہ سے ڈرائیور خوش ہو گیا۔ اس نے مؤدبانہ انداز میں وٹوری کو سلام کیا لیکن وٹوری اسے نظرانداز کرتا ہوا ریڈ روز کلب میں داخل ہو گیا۔

ہال میں شراب کی بو کے ساتھ ساتھ منشیات کا غلیظ دھواں بھی پھیلا ہوا تھا۔ وٹوری کاؤنٹر کی طرف بڑھا جہاں مختصر لباس میں ایک یورپین لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ کاؤنٹر گرل غور سے اسے دیکھنے لگی۔ چند قدم چلنے کے بعد وہ کاؤنٹر کے قریب پہنچ گیا۔

''یس سر''...... کاؤنٹر گرل نے ہونٹوں پر کاروباری مسکراہٹ

لاتے ہوئے کہا۔

''میرا نام وٹوری ہے اور مسٹر ریڈ مین نے آپ کو میرے متعلق بتایا ہو گا''...... وٹوری نے کہا۔

''اوہ۔ یس سر۔ دلاور''...... کاؤنٹر گرل نے چونکتے ہوئے کہا اور پھر اس نے قریب کھڑے مسلح آدمی کو آواز دی۔

''یس میڈم''...... اس شخص نے قریب آتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''یہ باس کے مہمان ہیں۔ انہیں باس کے آفس تک چھوڑ آؤ''۔ کاؤنٹر گرل نے دلاور سے مخاطب ہو کر کہا۔

''آیئے سر''...... دلاور نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر ایک سائیڈ میں موجود راہداری کی طرف بڑھ گیا۔ راہداری کے آخری دروازے پر دلاور رک گیا۔ اس دروازے کے باہر ایک بنچ پر سخت چہرے والا مسلح آدمی بیٹھا ہوا تھا۔

''یہ باس کے مہمان ہیں''...... دلاور نے اس مسلح آدمی سے کہا اور خود واپس مڑ گیا۔ بنچ پر بیٹھا ہوا آدمی اٹھ کھڑا ہوا۔

''جناب۔ آپ کے پاس کوئی اسلحہ تو نہیں ہے''...... سخت چہرے والے مسلح آدمی نے وٹوری سے پوچھا۔

''میں دوست سے ملنے آیا ہوں۔ دشمن سے نہیں۔ سمجھے''۔ وٹوری نے کرخت لہجے میں کہا۔

''سوری سر۔ لیکن یہ سوال کرنا میری ڈیوٹی میں شامل ہے۔ آیئے''۔

مسلح آدمی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے دروازہ کھول دیا۔ وٹوری کمرے میں داخل ہوا تو وہ مسلح آدمی بھی اس کے پیچھے کمرے میں آ گیا۔

"ویلکم مسٹر وٹوری۔ ویلکم"...... بڑی سی میز کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر بیٹھے ہوئے ریڈ مین نے وٹوری کو دیکھ کر کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر اس نے پرجوش انداز میں وٹوری سے ہاتھ ملایا۔

"بیٹھئے وٹوری صاحب۔ تم جاؤ اور ہمارے کلب میں جو سب سے اچھی شراب ہے وہ لے آؤ"...... ریڈ مین نے پہلے وٹوری اور پھر مسلح آدمی سے تحکمانہ لہجے میں کہا تو اس کا حکم سن کر مسلح آدمی باہر چلا گیا جبکہ وٹوری کرسی پر بیٹھ گیا۔

"بہت عرصے بعد ہماری ملاقات ہو رہی ہے"...... ریڈ مین نے وٹوری سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ جو بہت عرصہ پہلے گریٹ لینڈ چھوڑ کر پاکیشیا شفٹ ہو گئے پھر ہماری ملاقات کیسے ہوتی"...... وٹوری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"گریٹ لینڈ میں مجھ پر تین چار قتل کے کیس بن گئے تھے اور پولیس میرے سر پر پہنچ چکی تھی اس لئے مجھے وہاں سے بھاگ کر یہاں آنا پڑا اور یہاں آ کر مجھے معلوم ہوا کہ یہ ملک تو کاروباری لحاظ سے سونا ہے۔ آپ صرف پولیس کو اس کا حصہ دیتے رہیں اور پھر جو مرضی آئے کرتے رہیں۔ آپ سے پوچھنے والا کوئی نہیں ہو

گا"...... ریڈ مین نے مسکراتے ہوئے کہا اور اسی لمحے وہ مسلح آدمی ایک ٹرے میں شراب کی بوتل اور دو گلاس رکھ کر لے آیا۔ اس نے وہ ٹرے میز پر رکھی اور مؤدبانہ انداز میں ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

"تم باہر جا کر بیٹھو۔ تمہاری ضرورت ہوئی تو میں تمہیں بلا لوں گا"...... ریڈ مین نے مسلح آدمی سے کہا تو وہ فوراً ہی باہر چلا گیا۔ ریڈ مین نے شراب کے دو جام تیار کئے اور ایک جام وٹوری کی طرف بڑھا دیا۔ وٹوری نے گلاس اس سے لے کر ہونٹوں سے لگا لیا۔

"واقعی۔ یہ تو بہت اعلیٰ شراب ہے۔ شکریہ ریڈ مین"...... وٹوری نے ایک گھونٹ پینے کے بعد کہا۔

"شکریہ۔ آپ بتائیں کہ آپ کس کام کے سلسلے میں پاکیشیا آئے ہیں اور میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں"...... ریڈ مین نے شراب کا گھونٹ لینے کے بعد پوچھا۔

"بہت معمولی سا کام ہے۔ یہاں ایک سرکاری عمارت ہے اور میں نے اس عمارت کو تباہ کرنا ہے۔ بس یہی کام ہے"...... وٹوری نے کہا۔

"واقعی۔ یہ تو بہت معمولی کام ہے۔ مگر آپ تو معمولی کام کرتے ہی نہیں"...... ریڈ مین نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں واقعی۔ میں معمولی مشن نہیں لیا کرتا لیکن یہ مشن مجھے ایک ایسے دوست نے دیا ہے جسے میں انکار نہیں کر سکتا تھا اور مزے کی

بات یہ ہے کہ میں اس مشن کا معاوضہ بھی اس دوست سے نہیں لے سکتا کیونکہ دوست ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے کچھ احسانات بھی ہیں مجھ پر۔ لیکن تم فکر نہ کرو۔ تمہارے کام کا جو معاوضہ ہو گا وہ میں اپنی جیب سے ادا کروں گا''...... وٹوری نے کہا۔

''ہاں۔ میں جانتا ہوں کہ تم یاروں کے یار ہو۔ اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں''...... وٹوری کی بات سن کر ریڈ مین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تم نے نورنگ روڈ دیکھا ہوا ہے''...... وٹوری نے ریڈ مین سے پوچھا۔

''ہاں۔ بہت اچھی طرح''...... ریڈ مین نے کہا۔

''اس روڈ کی ایک سائیڈ پر ایک قلعہ نما عمارت ہے جس کا گرے کلر کا جہازی سائز پھاٹک ہے۔ میں نے اس عمارت کو تباہ کرنا ہے''...... وٹوری نے کہا۔

''یہ عمارت کس محکمے کی ہے۔ ویسے یہ بلڈنگ میں نے بھی دیکھی ہوئی ہے''...... ریڈ مین نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''سرکاری بلڈنگ کسی بڑی این جی او کے استعمال میں ہے اور میرا دوست یہ چاہتا ہے کہ وہ این جی او پاکیشیا سے ناراض ہو جائے بلکہ ڈر کر وہ اپنا سیٹ اپ ہی پاکیشیا سے ختم کر دے''...... وٹوری نے کہا مگر اس نے اصل بات چھپا لی تھی کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ اگر اس نے بتا دیا کہ یہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ہیڈ کوارٹر ہے تو کہیں وہ

اس کی مدد کرنے سے انکار ہی نہ کر دے اور فی الحال اسے اس کی مدد کی ضرورت تھی اور دوسری بات یہ تھی کہ اگر وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا نام سن کر اس کا کام کرنے پر آمادہ ہو بھی گیا تو اس نے بھاری معاوضہ مانگ لینا تھا اس لئے اس نے پاکیشیا سیکرٹ سروس کا نام ہی نہیں لیا تھا۔

''تمہیں کس قسم کی مدد چاہئے''...... ریڈ مین نے اس سے پوچھا۔

''اس بلڈنگ کے قریب ہی مجھے کسی پلازہ میں تیسری یا چوتھی منزل پر ایک فلیٹ چاہئے جہاں سے میں اس بلڈنگ کو نشانہ بنا سکوں۔ پھر مجھے دو راکٹ لانچر چاہئیں اور چار تمہارے آدمی بھی۔ میں اس بلڈنگ پر راکٹ برسا کر اسے مکمل طور پر تباہ کر دینا چاہتا ہوں اور ایک کار بھی چاہئے''...... وٹوری نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''فکر نہ کرو یہ سارا انتظام ہو جائے گا اور یہاں بہت سے بلاسٹر گروپ بھی ہیں۔ اس کارروائی کو کسی ایسے ہی گروپ کے سر بھی تھوپ دیا جائے گا''...... ریڈ مین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہ تو اور بھی زیادہ اچھی بات ہے''...... ریڈ مین کی بات سن کر وٹوری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں اس کام کے تم سے صرف پچاس ہزار ڈالر لوں گا۔ اسلحہ کی قیمت الگ ہو گی اور دیگر اخراجات بھی الگ ہوں گے''...... ریڈ

مین نے کہا۔

''رقم کی تم فکر مت کرو۔ میں ایک لاکھ ڈالر تمہیں ابھی ادا کر دیتا ہوں''...... وٹووی نے کہا اور پھر اس نے اپنی جیب میں سے ایک لاکھ ڈالرز کا گارینٹڈ چیک نکال کر اس پر دستخط کئے اور چیک اس نے ریڈ مین کے سامنے میز پر رکھ دیا۔ریڈ مین نے چیک اٹھا کر ایک نظر دیکھا اور پھر میز کی دراز کھول کر اس میں رکھ لیا۔

''بس اب تم سمجھو کہ تمہارا کام ہو گیا''...... ریڈ مین نے کہا تو وڈوری نے مطمئن انداز میں سر ہلایا اور پھر ریڈ مین نے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے لگا۔

رات کے دو بجے ہوں گے کہ دانش منزل میں خطرے کے سائرن بجنے لگے۔ عمران کچھ دیر پہلے ہی دانش منزل کے کنٹرول روم میں سونے کے لئے لیٹ گیا تھا۔ سائرن کی آواز سن کر وہ اٹھ بیٹھا۔ اس کی نظریں ایک سکرین پر پڑیں تو سکرین پر دانش منزل کے مختلف حصے نظر آ رہے تھے اور وہاں راکٹ گرتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ لیکن یہ راکٹ بلاسٹ نہیں ہو رہے تھے کیونکہ دانش منزل کا حفاظتی نظام کام کر رہا تھا۔

عمران جلدی سے اٹھ کر سکرین کے قریب پہنچا تو اس نے سکرین کے کنٹرول پینل کے بہت سے بٹنوں میں سے دو بٹن پریس کئے اور دوبارہ سکرین کو غور سے دیکھنے لگا۔ سکرین پر منظر بدلنے لگا اور پھر اس منظر میں اسے ایک کھڑکی دکھائی دی۔ اس کھڑکی میں سے راکٹ لانچر دکھائی دیئے۔ دو آدمی بھی نظر آ رہے

تھے۔ عمران نے ایک اور بٹن پریس دیا تو یہ منظر آہستہ آہستہ تبدیل ہونے لگا۔ یہ کھڑکی جس بلڈنگ کی تھی اب اس بلڈنگ کے مختلف حصے نظر آ رہے تھے۔ عمران غور سے ان حصوں کا جائزہ لینے لگا۔ پھر اسے بلڈنگ کا مین حصہ بھی نظر آ گیا۔ اس حصے کو دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ یہ سٹی پلازہ ہے۔ اس نے ایک بار پھر چند بٹن پریس کئے تو دوبارہ دانش منزل کے مختلف حصے نظر آنے لگے لیکن اب یہاں راکٹ نہیں گر رہے تھے۔ عمران نے فون کا رسیور اٹھایا اور صفدر کے فلیٹ کے نمبر پریس کر دیئے۔ تیسری بیل پر دوسری طرف سے رسیور اٹھا لیا گیا۔

”ہیلو“...... صفدر کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔

”ایکسٹو“...... عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

”یس چیف“...... دوسری طرف سے صفدر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”سٹی پلازہ کی چوتھی منزل کے فلیٹ نمبر دس سے دانش منزل پر راکٹ فائر ہوئے ہیں۔ اس فلیٹ میں جتنے بھی افراد ہیں انہیں دانش منزل کے ڈارک روم میں پہنچا دو۔ نعمانی، چوہان اور خاور کو بھی اپنے ساتھ لے جانا“...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

”یس چیف“...... صفدر نے کہا تو عمران نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ پھر اس نے سکرین پر نظریں جمائیں اور دو بٹن پریس کر دیئے۔ ان بٹنوں کے پریس ہوتے ہی مخصوص شعاعیں دانش منزل

کے تمام حصوں میں پھیل گئی اور وہ تمام راکٹ جو دانش منزل میں گرے تھے مکمل طور پر ناکارہ ہو گئے۔ عمران نے کنٹرول روم سے نکل کر تمام راکٹ جمع کئے اور انہیں برقی بھٹی میں ڈال دیا۔ اب جس وقت برقی بھٹی نے جلنا تھا ان راکٹوں نے پگھل جانا تھا۔ عمران دوبارہ کنٹرول روم میں آ کر بیٹھ گیا اور صفدر کی رپورٹ کا انتظار کرنے لگا۔ اسے انتظار کرتے ہوئے کافی دیر ہو گئی لیکن کوئی رپورٹ نہ آئی۔

ایک گھنٹے کے طویل انتظار کے بعد عمران واچ ٹرانسمیٹر پر صفدر سے رابطہ کرنا ہی چاہتا تھا کہ دانش منزل کی ڈور بیل بج اٹھی تو عمران نے ایک بٹن دبایا۔ گیٹ کے باہر صفدر کی کار موجود تھی اور ڈرائیونگ سیٹ پر صفدر بیٹھا ہوا تھا۔ عمران نے ایک اور بٹن دبا کر دانش منزل کا گیٹ کھول دیا۔ صفدر کی کار اندر آئی اور صفدر کار روک کر نیچے اتر آیا۔ اس نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا اور ایک بے ہوش شخص کو کار سے باہر نکال کر کندھے پر ڈالا اور اسے ڈارک روم پہنچا کر واپس کار کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔

”صفدر۔ یہ وہ شخص نہیں ہے جو راکٹ فائر کر رہا تھا“...... عمران نے ایکسٹو کے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”یس چیف۔ جب ہم آپ کے بتائے ہوئے فلیٹ پر پہنچے تو مجرم وہاں سے فرار ہو چکے تھے۔ ہم نے پلازہ کے واچ مین سے معلومات حاصل کیں تو معلوم ہوا کہ یہ فلیٹ آج ہی ریڈ روز کلب

کے مالک ریڈ مین کا ایک آدمی بک کرا کے گیا ہے۔ واچ مین اسے اتفاقی طور پر جانتا تھا اس لئے اس نے ہمیں بتا دیا۔ پھر ہم ریڈ مین کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے اور اب ریڈ مین ڈارک روم میں موجود ہے''...... صفدر نے مؤدبانہ لہجے میں رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اب تم اپنے فلیٹ پر جاؤ اور میرے اگلے حکم کا انتظار کرو''...... عمران نے ایکسٹو کے لہجے میں کہا۔

''او کے چیف''...... صفدر نے کہا اور کار کا دروازہ کھول کر وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور دوسرے ہی لمحے اس کی کار مڑی۔ کار جب دانش منزل کے مین گیٹ پر پہنچی تو گیٹ خودبخود کھل گیا اور کار باہر نکل گئی۔ صفدر کے دانش منزل سے چلے جانے کے بعد عمران ڈارک روم میں آ گیا۔ ڈارک روم میں ایک غیر ملکی بنچ پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ عمران نے اسے اٹھا کر کرسی پر بٹھایا اور پھر کرسی پر لگی ہوئی بیلٹس سے اسے باندھ دیا۔

اس کے بعد عمران نے اس کے چہرے پر ہاتھ رکھ کر اس کا منہ اور ناک بند کر دیا۔ ریڈ مین کے جسم کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا تو عمران نے ہاتھ ہٹا لیا۔ چند لمحوں بعد ریڈ مین ہوش میں آ گیا۔ ہوش میں آتے ہی اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن بندھا ہونے کی وجہ سے وہ اٹھ نہ سکا۔

''اوہ۔ کون ہو تم اور میں کہاں ہوں''...... ہوش میں آتے ہی ریڈ مین نے عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم ریڈ روز کلب کے مالک ریڈ مین ہو۔ تم نے آج ایک غیر ملکی کو سٹی پلازہ میں ایک فلیٹ کرائے پر بک کرا کر دیا ہے اور اسی غیر ملکی کو راکٹ لانچر بھی لے کر دیئے ہیں''...... عمران نے کہا۔ اس نے سکرین پر کھڑکی میں کھڑے ہوئے جن دو آدمیوں کو دیکھا تھا اس میں سے ایک غیر ملکی تھا اور جب فلیٹ اسے ریڈ مین نے لے کر دیا تھا تو اسلحہ بھی لازماً اسی نے لے کر دیا ہو گا۔ اس اندازے کے مطابق عمران نے اس سے بات کی تھی۔

''تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں تو سیدھا سادا سا کاروباری آدمی ہوں''...... ریڈ مین نے کہا۔ اس کی بات سنتے ہی عمران نے اس کے منہ پر زوردار تھپڑ مارا اور چٹاخ کی آواز سے ڈارک روم گونج اٹھا اور عمران کی انگلیوں نے اس کے منہ پر لکیریں کھینچ دیں۔

''اس کا مطلب ہے کہ تم لاتوں کے بھوت ہو باتوں سے نہیں مانو گے''...... عمران نے غراتے ہوئے کہا اور پھر وہ الماری سے لمبے پھل والا خنجر نکال لایا۔ ریڈ مین کے قریب پہنچ کر اس نے خنجر بلند کیا اور ریڈ مین کے کان کا آدھا حصہ کٹ گیا اور اس کے منہ سے چیخیں بلند ہونے لگیں۔

''ایک ایک کر کے میں تمہارے جسم کے ٹکڑے کر ڈالوں گا اور پھر اگر تم زندہ بچ گئے تو زندہ ہی تمہیں برقی بھٹی میں ڈال دوں گا اور اگر مر گئے تو تب بھی تمہاری لاش برقی بھٹی میں ڈال دوں گا''...... عمران نے غراتے ہوئے کہا اور پھر اس کے ساتھ ہی اس کا

خنجر والا ہاتھ ایک بار پھر حرکت میں آیا اور ریڈ مین کی ایک آنکھ باہر نکل گئی۔ درد کی شدت سے وہ اپنا سر ادھر ادھر مارنے لگا اور اس کی چیخیں بلند ہونے لگیں۔

''وہ۔ وہ۔ وٹوری ہے اور گریٹ لینڈ سے آیا ہوا ہے''...... ریڈ مین نے خود ہی جلدی جلدی کہا۔

''اس وقت وٹوری کہاں ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''وہ شالیمار ہوٹل کے کمرہ نمبر چار سو پچاس میں ٹھہرا ہوا ہے''۔ ریڈ مین نے فوراً ہی جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں تصدیق کر لوں۔ اس کے بعد تمہارے متعلق فیصلہ کروں گا''...... عمران نے کہا اور پھر وہ ڈارک روم سے نکل کر کنٹرول روم میں آ گیا۔ اس نے رسیور اٹھایا اور صفدر کے نمبر پریس کرنے لگا۔ اس مرتبہ پہلی بیل پر ہی رسیور اٹھا لیا گیا۔

''یس۔ صفدر سپیکنگ''...... دوسری طرف سے صفدر کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''ایکسٹو سپیکنگ۔ شالیمار ہوٹل کے کمرہ نمبر چار سو پچاس میں ایک غیر ملکی موجود ہے۔ اسے بھی دانش منزل کے ڈارک روم میں پہنچا دو''...... عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔ اسے معلوم تھا کہ صفدر ایک گھنٹے سے پہلے نہیں آ سکتا اس لئے وہ کچن کی طرف بڑھ گیا۔ پہلے اسے بلیک زیرو کافی بنا کر پلاتا تھا مگر اب اسے خود کافی بنانا پڑ رہی تھی۔ اس نے اپنے لئے کافی

بنائی اور کنٹرول روم میں واپس آ گیا۔

عمران کے اندازے کے مطابق ٹھیک ایک گھنٹے بعد ڈور بیل کی آواز سنائی دی تو عمران نے مین گیٹ کا بٹن دبا کر گیٹ کا بیرونی منظر دیکھا تو صفدر کی کار گیٹ کے قریب کھڑی تھی۔ عمران نے ایک اور بٹن دبایا تو دانش منزل کا گیٹ کھل گیا اور صفدر کی کار اندر آ گئی۔ ڈارک روم کے قریب کار روک کر صفدر کار سے نیچے اترا اور اس نے پچھلا دروازہ کھول کر ایک بے ہوش آدمی کو باہر نکالا اور اسے کندھے پر ڈال کر ڈارک روم میں پہنچا دیا۔ دوسرے لمحے صفدر ڈارک روم سے باہر نکلا اور کار کے قریب پہنچ گیا۔

''او کے۔ اب تم جا سکتے ہو اور میرے اگلے حکم کا انتظار کرو''۔ عمران نے ایک بٹن دبا کر ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا تو صفدر واپس چلا گیا جبکہ عمران ڈارک روم میں آ گیا۔ وٹوری ایک بنچ پر بے ہوش پڑا ہوا تھا جبکہ ریڈ مین ویسے ہی کرسی سے بندھا ہوا تھا۔ وہ ہوش میں تھا۔ اس کی ایک آنکھ ضائع ہو چکی تھی اور اس آنکھ سے خون نکلنا اب بند ہو گیا تھا۔

''کیا یہی وٹوری ہے''...... عمران نے ریڈ مین سے مخاطب ہو کر پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''مجھے پانی پلاؤ۔ مجھے سخت پیاس لگ رہی ہے''...... ریڈ مین نے منت بھرے لہجے میں کہا۔ میز پر منرل واٹر کی بوتل رکھی ہوئی تھی۔ عمران نے بوتل اٹھائی اور اس کا ڈھکن کھول کر ریڈ مین کے

منہ سے لگا دی۔ ریڈ مین غٹا غٹ پانی پینے لگا۔ جب آدھی بوتل ختم ہو گئی تو عمران نے بوتل واپس میز پر رکھ دی اور وٹوری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے وٹوری کو بنچ سے اٹھا کر دوسری کرسی پر بٹھا دیا اور پھر اسے بھی بیلٹس سے باندھ دیا جو اس کرسی کے ساتھ فٹ تھیں۔ اس کے بعد اس نے وٹوری کے منہ اور ناک پر بھی ہاتھ رکھا اور جب سانس بند ہونے کی وجہ سے اس کے جسم کو جھٹکا لگا تو عمران نے ہاتھ ہٹا لیا۔ چند لمحوں بعد وٹوری کو ہوش آ گیا اور ہوش میں آتے ہی اس نے بھی اٹھنے کی کوشش کی لیکن بندھا ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر رہ گیا۔

''کیا تم مجھے جانتے ہو''...... عمران نے اس کی طرف دیکھ کر سرد لہجے میں پوچھا۔

''جتنا میں تمہیں جانتا ہوں اتنا تو تمہارے اپنے بھی تمہیں نہیں جانتے ہوں گے''...... وٹوری نے کہا۔

''کیا کہنا چاہتے ہو تم''...... عمران نے اس کے بولنے کے انداز پر حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''یہ تو سب جانتے ہیں کہ تم علی عمران ہو لیکن یہ کوئی نہیں جانتا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے اصل چیف ایکسٹو تم ہو اور طاہر تمہارا ڈمی ہے''...... وٹوری نے طنزیہ لہجے میں کہا تو وٹوری کی بات سن کر عمران کے ذہن میں دھماکے سے ہونے لگے۔ وہ سوچنے لگا کہ کیا وہ بے نقاب ہو گیا ہے اور اتنی محنت سے بنایا گیا اس کا سیٹ اپ

ختم ہو گیا ہے۔ ایک لمحے کے لئے وہ پریشان تو ہوا لیکن اگلے ہی لمحے اس نے خود پر قابو پا لیا۔

''ایسی باتیں بہت سے لوگ کرتے ہیں۔ ویسے تم سے یہ باتیں کس نے کی ہیں''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو وٹوری بھی مسکرانے لگا۔

''یہ بے بنیاد باتیں نہیں ہیں۔ تمہارا ڈمی ایکسٹو طاہر جو مریض تھا۔ اس کی قوت ارادی، قوت برداشت اور جسمانی طاقت صفر ہو چکی تھی اس لئے اس کے ذہن کو جو لاکڈ تھا ایک مشین کے معمولی سے جھٹکے سے وہ لاک توڑ دیا گیا اور پھر اس کے لاشعور نے خود ہی سب کچھ بتا دیا''...... وٹوری نے کہا تو عمران نے گہرا سانس لیا۔ واقعی اس حالت میں ایسا ہو سکتا تھا۔

''مجھے تم میں کوئی ایسی خوبی نظر تو نہیں آ رہی۔ کیا تم نے یہ سب کچھ کیا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''نہیں۔ یہ سب کچھ راڈاک نے کیا ہے اور راڈاک گریٹ لینڈ میں زیرو لینڈ کے مشنز کا انچارج ہے''...... وٹوری نے کہا تو عمران کو حیرت کا ایک اور جھٹکا لگا۔ عمران یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ زیرو لینڈ کے بڑوں کی شدید خواہش تھی کہ وہ ایکسٹو کا راز جان سکیں۔

''تم اور راڈاک مجھے زیرو لینڈ کے معمولی مہرے لگتے ہو''۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"میں واقعی معمولی مہرہ ہوں لیکن راڈاک کی اچھی خاصی اہمیت ہے اور اب جب راڈاک ایکسٹو کی رپورٹ مین آفس کو دے گا تو ہر طرف اس کا چرچا ہو جائے گا اور وہ بھی زیرو لینڈ کے بڑوں میں شامل ہو جائے گا۔ میں بھی تمہیں مار کر اہمیت حاصل کر سکتا ہوں لیکن اس کمبخت ریڈ مین پر انحصار کر کے میں نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی ہے"...... وٹوری نے عمران سے کہا اور پھر ریڈ مین کو دیکھتے ہوئے نفرت کا اظہار کیا۔

"میں تمہاری منت کرنے تمہارے پاس آیا تھا کہ تم مجھ پر انحصار کرو۔ اگر تم مجھے پہلے بتا دیتے کہ تم پاکیشیا سیکرٹ سروس کے خلاف کارروائی کر رہے ہو تو میں کبھی بھی تمہارا ساتھ نہ دیتا۔ تم نے دھوکے سے مجھے بھی مروا دیا ہے"...... ریڈ مین نے بھی نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تو ابھی تک راڈاک نے یہ رپورٹ مین آفس کو نہیں دی"۔ عمران نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ راڈاک میری رپورٹ کا انتظار کرے گا اور پھر مین آفس رپورٹ کرے گا اور یوں تمہارا راز ساری دنیا کو معلوم ہو جائے گا"...... وٹوری نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"لیکن اس وقت تک تم زندہ تو نہیں رہو گے۔ میں تو ابھی چند لمحوں میں تمہیں گولی مار دوں گا"...... عمران نے کہا۔

"میں جب فیلڈ میں آیا تھا تو میرے ذہن میں اسی وقت یہ

بات آئی تھی کہ ایک نہ ایک دن گولی ہی میرا مقدر بنے گی۔ اس لئے مجھے اپنے مرنے کا کوئی دکھ نہیں ہو گا۔ میں مشن کے دوران مر رہا ہوں یہ میرے لئے اعزاز کی بات ہے۔ ہاں اگر میں ایکسیڈنٹ میں مر جاتا تو میری روح ہمیشہ دکھی رہتی"...... وٹوری نے کہا۔

"میرے ساتھی طاہر اور جوزف کا کیا ہوا"...... عمران نے پوچھا۔

"راڈاک نے ان دونوں کو گولیاں مار دی تھیں"...... وٹوری نے عام سے لہجے میں کہا۔ عمران کے دماغ میں ایک بار پھر دھماکے ہونے لگے۔ آج اس وٹوری کی وجہ سے وہ کافی پریشان ہوا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے دل نے اسے تسلی دی تھی کہ راڈاک اتنی جلدی ان دونوں کو گولیاں نہیں مار سکتا اور یہ سوچ کر وہ مطمئن سا ہو گیا تھا۔

"ایکسٹو کے اس راز سے تمہارے علاوہ اور کون کون واقف ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"راڈاک کے چند ساتھی اس راز سے واقف ہو چکے ہیں لیکن تم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے"...... وٹوری نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ان سے بھی میں نمٹ لوں گا۔ پہلے تم سے نمٹ لوں"۔ عمران نے کہا اور پھر اس نے خنجر اس کے دل میں اتار دیا۔ وٹوری کی ایک چیخ بلند ہوئی اور اس کا جسم تڑپنے لگا۔ عمران نے اس کے دل سے خنجر نکالا اور پھر ریڈ مین کی طرف بڑھ گیا۔

’’مجھے معاف کر دو۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے خلاف کام کر رہا ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں یقیناً انکار کر دیتا‘‘...... ریڈ مین نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

’’میں تمہیں چھوڑ دیتا لیکن تم ایک ایسے راز سے واقف ہو چکے ہو کہ اس کے بعد تمہیں زندہ نہیں چھوڑا جا سکتا‘‘...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

’’مجھ سے وعدہ لے لو۔ مجھ سے حلف لے لو میں یہ راز کبھی کسی کو نہیں بتاؤں گا‘‘...... ریڈ مین نے منت بھرے لہجے میں کہا لیکن عمران کا خنجر والا ہاتھ بلند ہوا اور خنجر ریڈ مین کے دل میں اتر گیا۔ اس کی بھی ایک چیخ بلند ہوئی اور اسی لمحے ڈارک روم میں ایک بلب جلنے بجھنے لگا اور دھیمی آواز میں سیٹی کی آواز سنائی دینے لگی۔ اس کاشن کا مطلب تھا کہ کنٹرول روم میں کال آ رہی ہے۔ عمران تیزی سے ڈارک روم سے نکل کر کنٹرول روم کی طرف بڑھ گیا۔ کنٹرول روم میں پہنچ کر اس نے فون کی میموری چیک کی اور پھر رسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف کی آواز سن کر وہ حیرت سے اچھل پڑا تھا۔

بلیک زیرو کو ایک پبلک فون بوتھ نظر آیا تو اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر دیکھا تو اس کی جیب کرنسی سے خالی تھی۔ یہاں کوئی اس کا واقف بھی نہیں تھا۔

’’رقم کا بندوبست کیسے کیا جائے‘‘...... بلیک زیرو نے سوچا کیونکہ اسے رقم کی اشد ضرورت تھی۔ پھر اسے اپنے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی نظر آئی مگر اس سے اتنی رقم نہیں مل سکتی تھی کہ وہ اپنے سارے اخراجات پورے کر سکتا مگر پھر بھی اس نے انگوٹھی فروخت کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ کچھ دیر تک گھومنے پھرنے کے بعد اسے ایک گولڈ شاپ نظر آئی۔ اس نے وہاں انگوٹھی فروخت کی اور رقم لے کر دکان سے باہر آ گیا۔

گولڈ شاپ سے چند قدم کے فاصلے پر اسے کیسنیو کا سائن بورڈ نظر آیا تو وہ کیسنیو میں داخل ہو گیا۔ وہاں مشینوں پر جوا ہونے کے

ساتھ ساتھ میزوں پر کارڈز کے ذریعے بھی جوا ہو رہا تھا۔ بلیک زیرو نے کارڈز پر جوا کھیلنے کا فیصلہ کیا۔ کارڈز پر جوا کھیلنے کی ان سب کو خاصی تکنیک تھی جس کی وجہ سے وہ کبھی ہار نہیں سکتے تھے اور انتہائی مجبوری کی حالت میں وہ یہ آپشن استعمال بھی کرتے تھے لہٰذا وہ جب اس کیسینو سے باہر نکلا تو اس کے پاس اچھی خاصی رقم موجود تھی۔ سب سے پہلے اس نے ڈاکٹر سمتھ سے ملنے کا فیصلہ کیا تھا۔ یہ فیصلہ کر کے اس نے ایک کالنگ کارڈ خریدا اور پبلک فون بوتھ میں داخل ہو گیا۔

''انکوائری پلیز''...... نمبر پریس کرنے کے بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

''سر براؤن ہسپتال کا رابطہ نمبر دیں''...... بلیک زیرو نے انکوائری آپریٹر سے کہا تو اس نے نمبر بتا دیا۔ بلیک زیرو نے کریڈل دبایا اور پھر چند سیکنڈ بعد دوبارہ ٹون آنے پر اس نے سر براؤن ہسپتال کے نمبر پریس کر دیئے۔

''یس۔ سر براؤن ہسپتال''...... دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''ڈاکٹر سمتھ سے بات کرائیں۔ میں ان کا دوست بول رہا ہوں''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''جناب۔ وہ چند لمحے پہلے ہسپتال سے جا چکے ہیں۔ اب تو وہ اپنی رہائش گاہ پر ہوں گے''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو بلیک

زیرو نے رسیور کریڈل پر رکھا اور کالنگ کارڈ نکال کر فون بوتھ سے باہر آ گیا۔ وہاں سے کچھ فاصلے پر ہی اسے ٹیکسی سٹینڈ نظر آ رہا تھا۔ بلیک زیرو ایک ٹیکسی کی طرف بڑھا اور ڈرائیور کو لارڈ روڈ چلنے کے لئے کہا۔ براڈو نے اسے ڈاکٹر سمتھ کا ایڈریس بتا دیا تھا۔ اس کے مطابق ڈاکٹر سمتھ کا فلیٹ لارڈ روڈ پر واقع گریٹ پلازہ میں تھا اور پھر کچھ دیر بعد وہ گریٹ پلازہ کے فلیٹ نمبر ایکس اے کے سامنے پہنچ گیا۔

بلیک زیرو نے دیکھا کہ ایک شخص فلیٹ میں داخل ہو رہا تھا۔ بلیک زیرو نے تو اسے دیکھ لیا تھا لیکن وہ بلیک زیرو کو نہیں دیکھ سکا تھا اور بلیک زیرو کے خیال کے مطابق یہی شخص ڈاکٹر سمتھ ہو سکتا تھا۔ بلیک زیرو نے تیزی سے آگے بڑھ کر فلیٹ کے دروازے پر دباؤ ڈالا تو دروازہ کھل گیا۔ اسے اندر سے لاکڈ نہیں کیا گیا تھا اور بلیک زیرو اندر داخل ہو گیا۔ چند قدم چلنے کے بعد وہ ڈرائینگ روم میں پہنچ گیا۔

اس کمرے کو دیکھ کر اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔ اس سے پہلے فلیٹ میں داخل ہونے والا شخص ایک دیوار میں لگے ہوئے آئینے میں دیکھ رہا تھا۔ دروازہ کھلنے کی آواز سن کر اس نے مڑ کر دروازے کی طرف دیکھا اور پھر بلیک زیرو کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں حیرت ابھر آئی۔ اسے اس قدر حیران ہوتے دیکھ کر بلیک زیرو کا خیال یقین میں بدل گیا کہ یہی ڈاکٹر

سمتھ ہے۔

''تت۔ تت۔ تم ٹھیک ہو گئے''...... ڈاکٹر سمتھ نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں ڈاکٹر سمتھ۔ میرے بارے میں تمہارا اندازہ بالکل غلط تھا''...... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا مگر اسی لمحے بلیک زیرو کو تیزی سے جھکنا پڑا لیکن اس کا جھکنا بھی بیکار گیا۔ ڈاکٹر سمتھ کے قریب ہی ایک چھوٹا سا سٹول رکھا ہوا تھا۔ ڈاکٹر سمتھ نے پاؤں سے وہ سٹول بلیک زیرو کی طرف اچھال دیا تھا۔ اس کی یہ حرکت بلیک زیرو کے لئے انتہائی غیر متوقع تھی اس لئے وہ مار کھا گیا۔ اس نے بچنے کی کوشش بھی کی لیکن وہ بچ نہ سکا۔ سٹول بلیک زیرو کے سینے سے ٹکرایا اور وہ لڑکھڑا گیا۔ اگلے ہی لمحے ڈاکٹر سمتھ اڑتا ہوا بلیک زیرو پر آ گرا۔ وہ دونوں ڈرائینگ روم میں بچھے ہوئے قالین پر گر گئے۔ بلیک زیرو نیچے تھا جبکہ ڈاکٹر سمتھ اوپر۔

''تم ٹھیک تو ہو گئے ہو لیکن یہاں تمہیں تمہاری موت لے آئی ہے مسٹر طاہر عرف ایکسٹو''...... ڈاکٹر سمتھ نے غراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بلیک زیرو کی گردن پکڑ لی اور اسے دبانے لگا۔ بلیک زیرو نے ایک مکا اس کی ناک پر مارا اور اس کی نکسیر پھوٹ گئی۔ ایک لمحے کے لئے ڈاکٹر سمتھ کی گرفت کمزور پڑی تو بلیک زیرو نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور انہیں ایک دوسرے کی مخالف سمت میں جھٹکا دے کر اپنی گردن چھڑا لی اور اس

کے ساتھ ہی ڈاکٹر سمتھ کے منہ پر ایک زوردار ٹکر مار دی۔

اس ٹکر سے ڈاکٹر سمتھ کے چند دانت بھی ہل گئے اور ان سے بھی خون بہنے لگا۔ ناک اور منہ سے خون بہنے کی وجہ سے ڈاکٹر سمتھ کا چہرہ بھیانک ہو گیا تھا۔ پھر بلیک زیرو نے زور لگا کر اسے ایک سائیڈ پر گرا دیا اور خود اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ڈاکٹر سمتھ نے بھی اٹھنے میں دیر نہ لگائی۔ بلیک زیرو کی لات نیم دائرے کی صورت میں حرکت میں آئی اور ڈاکٹر سمتھ کی پسلیوں میں لگی اور ڈاکٹر سمتھ اچھل کر صوفے پر جا گرا۔

بلیک زیرو نے اس پر چھلانگ لگائی اور ہوا میں اڑتا ہوا صوفے پر جا گرا۔ ڈاکٹر سمتھ صوفے سے ہٹ کر نیچے قالین پر جا پڑا اور پھر جیسے ہی بلیک زیرو فرش پر گرا اس کے سر پر ڈاکٹر سمتھ کا ایک مکا لگا۔ ڈاکٹر سمتھ نے پوری قوت سے یہ مکا مارا تھا جس کی وجہ سے بلیک زیرو کی آنکھوں کے سامنے ستارے سے جھلملانے لگے۔ ڈاکٹر سمتھ نے ایک لمحے کے لئے بھی اسے سنبھلنے کا موقع نہ دیا۔ سر پر مکا مارنے کے بعد اس نے اپنی ایک کہنی بلیک زیرو کی پسلیوں پر ماری تو بلیک زیرو کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کی پسلیاں ٹوٹ گئی ہوں۔

ڈاکٹر سمتھ نے ایک بار پھر اس کے منہ پر مکا مارا لیکن بلیک زیرو نے ایک ہاتھ سے اس کا ہاتھ پکڑا اور دوسرے ہاتھ کا مکا اس کے ماتھے پر مار دیا جس کی وجہ سے ڈاکٹر سمتھ کی آنکھوں کے

سامنے اندھیرا سا چھانے لگا۔ ڈاکٹر سمتھ نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن بلیک زیرو کی دوسری کک نے اس کے ذہن کو مکمل طور پر تاریکی میں ڈبو دیا۔ وہ قالین پر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

بلیک زیرو نے اس کی ٹائی اتاری اور اس کے ہاتھ پشت پر کر کے باندھ دیئے۔ اس کے بعد اس نے فلیٹ کی تلاشی اور کچن سے اسے ایک چھری مل گئی۔ اس نے وہ چھری اٹھائی اور ساتھ ہی نمک کا ڈبہ بھی اٹھا لیا۔ قریب ہی ایک پانی کی بوتل رکھی ہوئی تھی اس نے وہ بوتل بھی اٹھائی اور واپس ڈرائینگ روم میں آ گیا جہاں ڈاکٹر سمتھ ابھی تک بے ہوشی کی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ بلیک زیرو نے پانی کی بوتل کا ڈھکن کھولا اور پانی ڈاکٹر سمتھ کے سر پر ڈالنے لگا۔

کچھ دیر بعد ڈاکٹر سمتھ کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور پھر چند لمحوں بعد وہ مکمل طور پر ہوش میں آ گیا۔ چونکہ اس کے پیر بندھے ہوئے نہیں تھے اس لئے ہوش میں آتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن جیسے ہی وہ اٹھا بلیک زیرو نے اس کے گھٹنے پر چھری مار دی اور اس کے منہ سے چیخ نکلی اور وہ قالین پر گر گیا۔ اس کے گھٹنے سے خون بہنے لگا تھا۔ اب وہ اٹھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ بلیک زیرو نے اس کی آنکھ میں چھری مار کر اس کی ایک آنکھ بھی نکال دی تھی اور درد کی شدت سے ڈاکٹر سمتھ چیخنے لگا۔ بلیک زیرو نے اس کے سینے میں مکا مارا اور پھر اسے قابو کر کے نمک اس کی آنکھ میں ڈال دیا۔ اس

کا تڑپنا اور چیخنا بہت تیز ہو گیا تھا۔ نمک نے اس کی زخمی آنکھ میں گویا آگ سی لگا دی تھی اور ڈاکٹر سمتھ کے حواس گم ہوتے جا رہے تھے۔

''بولو۔ ہسپتال میں اور کون کون تمہارا ساتھی ہے''...... بلیک زیرو نے تیز لہجے میں پوچھا۔

''اب صرف برٹنی ہے۔ باقیوں کا خاتمہ کر دیا گیا ہے''...... ڈاکٹر سمتھ نے لاشعوری انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''برٹنی کا ایڈریس بتاؤ''...... بلیک زیرو نے بدستور تیز لہجے میں پوچھا تو اس نے ایڈریس بتا دیا۔

''کیا یہ برٹنی بھی ہسپتال میں کام کرتی ہے''...... بلیک زیرو نے پوچھا۔

''ہاں۔ یہ نرس ہے''...... ڈاکٹر سمتھ نے لاشعوری انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اس کا ایڈریس بھی بتا دیا۔

''کیا راڈاک نے زیرو لینڈ کے بڑوں کو ایکسٹو کے بارے میں بتا دیا ہے''...... بلیک زیرو نے پوچھا۔

''معلوم نہیں۔ یہ راڈاک کو ہی معلوم ہو گا''...... ڈاکٹر سمتھ نے کہا تو بلیک زیرو نے چھری اس کے دل میں اتار دی۔ ڈاکٹر سمتھ کی آخری چیخ بلند ہوئی اور اس کے جسم نے چند جھٹکے کھائے اور پھر وہ ساکت ہو گیا۔ اس کے مرنے کے بعد بلیک زیرو فلیٹ سے باہر آ گیا۔ نیچے ٹیکسی سٹینڈ پر پہنچ کر اس نے ٹیکسی لی اور ڈرائیور کو فلاور

پلازہ چلنے کے لئے کہا۔ تقریباً بیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد وہ فلاور پلازہ پہنچ گیا۔ اس نے ڈرائیور کو کرایہ کے علاوہ ٹپ بھی دی اور پھر فلاور پلازہ کے مین گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔

چند لمحوں بعد بلیک زیرو، ڈاکٹر سمتھ کے بتائے ہوئے ایڈریس کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اس نے ستون پر لگی ہوئی کال بیل بجائی اور انتظار کرنے لگا۔ چند لمحے گزر گئے لیکن دروازے پر کوئی نہ آیا تو اس نے دوبارہ کال بیل بجائی اور انتظار کرنے لگا۔ اب بھی کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو اس نے دروازے پر دباؤ ڈالا تو دروازہ کھل گیا اور وہ اندر داخل ہو گیا۔ فلیٹ کی خاموشی بتا رہی تھی کہ فلیٹ میں کوئی نہیں ہے۔ وہ ایک کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اندر داخل ہوتے ہی وہ حیرت سے اچھل پڑا۔

صدیقی، تنویر اور جولیا کے حیرت سے اچھلنے کی وجہ ڈرائنگ روم میں پڑی ہوئی ایک لاش تھی۔ اس لاش پر تشدد کیا گیا تھا اور اس کی ایک آنکھ کا ڈھیلا بھی غائب تھا اور چہرہ بھی زخمی تھا اور دل میں چھری پیوست تھی۔ ان تینوں نے غور سے لاش کو چیک کیا۔

”یہی ڈاکٹر سمتھ ہے لیکن اسے اس طرح کس نے قتل کیا ہے“...... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اسے مرے ہوئے زیادہ دیر بھی نہیں ہوئی۔ میرے اندازے کے مطابق اسے مرے ہوئے صرف دس بارہ منٹ ہوئے ہوں گے“۔ تنویر نے کہا۔ واقعی لاش کی حالت بتا رہی تھی کہ ڈاکٹر سمتھ کو مرے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی۔

”جب مجرموں کو اپنے کسی راز کے آؤٹ ہونے کا خطرہ ہوتا ہے تو وہ اپنے ساتھیوں کو بھی مارنے سے گریز نہیں کرتے“۔ صدیقی

نے کہا۔

''جب اپنے کسی ساتھی کو مارا جاتا ہے تو اس طرح نہیں مارا جاتا بلکہ اسے سیدھے سیدھے طریقے سے گولی مار دی جاتی ہے جبکہ ڈاکٹر سمتھ پر تشدد کیا گیا ہے اس سے کسی نے پوچھ گچھ کی ہے اور پھر اس کے دل میں چھری ماری گئی ہے''...... جولیا نے کہا۔

''مس جولیا۔ ہمارا اب یہاں رکنا بے کار ہے۔ ہمیں جلد سے جلد یہاں سے نکل جانا چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پولیس یہاں آ جائے اور ہم بلاوجہ ہی دھر لئے جائیں''...... تنویر نے کہا۔

''ہاں۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ آؤ''...... جولیا نے کہا اور پھر وہ اس پلازہ سے بھی باہر گئے۔ کچھ دیر بعد وہ واپس اپنے ہوٹل میں پہنچ گئے تھے۔

''ہم ایک بار پھر اندھیرے میں گھر چکے ہیں''...... تنویر نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس وقت وہ جولیا کے کمرے میں موجود تھے۔

''جہاں اندھیرا ہوتا ہے وہاں کبھی نہ کبھی روشنی بھی چمکتی ہے''۔ جولیا نے کہا۔

''آپ کے ذہن میں کیا ہے۔ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے''۔ صدیقی نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''تم اپنے کمرے میں بیٹھو۔ میں پولیس اسٹیشن کا چکر لگا کر آتی ہوں''...... جولیا نے صدیقی کی بات کا جواب دینے کی بجائے ان دونوں کو اپنے کمرے میں جانے کے لئے کہا۔

''عمران بھی ہمارے ساتھ یہی سلوک کرتا تھا۔ ساری بھاگ دوڑ وہ خود کر لیتا تھا اور اب آپ بھی وہی سلوک ہمارے ساتھ کر رہی ہیں''...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''پولیس اسٹیشن چونکہ میں پریس رپورٹر کی حیثیت سے جا رہی ہوں اس لئے میرا اکیلے ہی جانا مناسب ہے۔ کسی قسم کی کارروائی کے لئے ہم جہاں بھی جائیں گے تینوں ساتھ جائیں گے''...... جولیا نے کہا لیکن تنویر کا پھولا ہوا منہ درست نہ ہوا اور پھر وہ دونوں اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے جبکہ جولیا نے اپنا کمرہ لاک کیا اور ہوٹل سے باہر آ کر اس نے ٹیکسی لی اور ڈرائیور کو پولیس اسٹیشن چلنے کے لئے کہا۔ پولیس اسٹیشن پہنچ کر اس نے سر براؤن ہسپتال کے کک جونی انکل کے گھر کا ایڈریس لیا اور پھر وہ اس کے گھر پہنچ گئی۔ جونی انکل کے گھر میں صرف اس کی بیوی تھی۔

''آنٹی۔ جونی انکل نے ایسا کام کیوں کیا۔ پانچ انسانوں کو زہر دے دیا''...... تعارف کے بعد جولیا نے جونی انکل کی بیوی سے پوچھا۔

''صرف اور صرف لالچ۔ لالچ انسان سے عجیب عجیب کام کرا دیتا ہے۔ میں تو جونی کو منع کیا کرتی تھی کہ خطرناک قسم کے لوگوں سے نہ ملا کرے لیکن اس نے میری ایک بات نہیں سنی اور مارا گیا''...... جونی کی بیوی نے کہا جس نے اپنا نام جولیا کو لیانا بتایا تھا۔

''خطرناک قسم کے لوگوں سے آپ کی کیا مراد ہے۔ کیا وہ غنڈے یا بدمعاش تھے'' ...... جولیا نے پوچھا۔

''ہاں۔ وہ ایسے ہی تھے'' ...... لیانا نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

''آپ نے ان لوگوں کو دیکھا ہے جن کی وجہ سے جونی انکل مارے گئے بلکہ انہوں نے خود ہی جونی انکل کو مار دیا'' ...... جولیا نے لیانا سے پوچھا۔

''کئی لوگ آتے تھے۔ اب میں بوڑھی عورت کس کس کو یاد رکھوں'' ...... لیانا نے کہا۔

''آنٹی۔ آپ ذہن پر زور دیں اور یاد کریں۔ میں جونی انکل کے قاتلوں کو سزا دلوانا چاہتی ہوں'' ...... جولیا نے کہا تو لیانا سوچ میں گم ہوگئی۔

''ہاں۔ ایک شخص مجھے یاد آ رہا ہے۔ وہ دو تین بار جونی سے ملنے کے لئے آیا تھا اور جونی نے اسے رچی کے نام سے پکارا تھا۔ اس شخص کو میں نے ایک بار لارڈ روڈ پر واقع گولڈن بار میں دیکھا تھا اور وہ وہاں ہیڈ ویٹر کی وردی میں تھا'' ...... لیانا نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

''اوہ تھینک یو آنٹی۔ اب مجھے امید ہے کہ میں جونی انکل کے قاتلوں تک پہنچ جاؤں گی'' ...... جولیا نے کہا اور پھر وہ اجازت لے کر واپس ہوٹل پہنچ گئی۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر اس نے تنویر اور

صدیقی کو بھی وہیں بلا لیا۔ تنویر کا موڈ ابھی تک خراب تھا۔

''تنویر۔ خوش رہنا سیکھو۔ یہ ہر وقت منہ بنائے رہنا اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر غصے ہونا اچھی بات نہیں ہے۔ اس سے انسان کا اپنا ہی خون جلتا ہے اور وہ دوسروں کا کچھ نہیں بگاڑتا'' ...... جولیا نے تنویر کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''تنویر تو ایسے ہی جذباتی ہو جاتا ہے مس جولیا۔ آپ اس کی بات رہنے دیں۔ آپ کا چہرہ بتا رہا ہے کہ آپ جس کام سے گئی تھیں اس میں آپ کامیاب ہوئی ہیں'' ...... صدیقی نے کہا۔

''ہاں۔ ایک کلیو ملا ہے جس سے ہم آگے بڑھ سکتے ہیں''۔ جولیا نے کہا اور پھر اس نے ان دونوں کو لیانا سے ملاقات اور اس سے ہونے والی بات چیت کے بارے میں بتا دیا۔

''اب اگر ہم پوچھ گچھ کے لئے رچی کو اٹھا کر لے آئیں تو کہاں لائیں۔ اس ہوٹل کے کمرے میں تو لا نہیں سکتے'' ...... تنویر نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ میں کسی پراپرٹی ڈیلر سے ملتی ہوں۔ اس سے ایک کوٹھی اور کار کرائے پر حاصل کرتی ہوں۔ پریس کارڈ اور سوئس نژاد ہونے کی وجہ سے مجھے فوراً ہی یہ چیزیں مل جائیں گی''۔ جولیا نے کہا۔

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں مس جولیا۔ ہمیں تو یہ کام پہلے کرنا چاہئے تھا'' ...... تنویر نے کہا۔

"عمران صاحب آنے والے حالات کے مطابق پہلے سے انتظام کر لیتے ہیں"...... صدیقی نے کہا تو عمران کے ذکر پر تنویر کا منہ ایک بار پھر بگڑ گیا لیکن اس نے کہا کچھ نہیں۔

"ٹھیک ہے۔ میں جاتی ہوں۔ میں نے قریب ہی ایک پراپرٹی ڈیلر کا آفس دیکھا ہے"...... جولیا نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ دونوں بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے کمرے میں جانے لگے۔

"تم دونوں اس کمرے میں بیٹھے رہو میں دس پندرہ منٹ میں واپس آ رہی ہوں"...... جولیا نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ پھر تقریباً پندرہ منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی۔

"اس ہوٹل کی عقبی طرف گلی میں ایک کوٹھی ملی ہے۔ کوٹھی میں ایک کار بھی موجود ہے اور ضروریات کی دیگر اشیاء بھی"...... جولیا نے کہا۔

"ہم اپنا سامان اٹھا کر لاتے ہیں تاکہ اس کوٹھی میں شفٹ ہو سکیں"...... صدیقی نے کہا تو جولیا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ دونوں کمرے سے باہر نکل گئے تو جولیا نے اپنا سامان بھی پیک کر لیا اور پھر کچھ دیر بعد تنویر اور صدیقی جولیا کے کمرے میں آ گئے۔ انہوں نے کاؤنٹر پر بتایا کہ وہ کمرے چھوڑ کر جا رہے ہیں اور پھر وہ پیدل ہی چلتے ہوئے کرائے پر حاصل کی گئی کوٹھی میں پہنچ گئے۔

یہ ایک چھوٹی سی خوبصورت کوٹھی تھی۔ کوٹھی کے کمپاؤنڈ میں بلیو کلر کی ٹیوٹا کار موجود تھی۔ اس کوٹھی میں تین کمرے اور ایک

ڈرائینگ روم تھا۔ کوٹھی میں فرنیچر اور ضروریات زندگی کا تمام سامان موجود تھا۔ انہوں نے اپنا سامان ایک کمرے میں رکھا اور پھر وہ تینوں ڈرائینگ روم میں آ کر بیٹھ گئے۔

"تم دونوں میں سے ایک مارکیٹ چلا جائے اور میک اپ کا سامان لے آئے۔ تم دونوں مقامی میک اپ کر لو تاکہ تمہیں یہاں آنے جانے میں آسانی ہو"...... جولیا نے کہا۔

"میک اپ کا سامان ہم پہلے ہی لا چکے ہیں"...... تنویر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اب تم دونوں جلدی سے میک اپ کر لو۔ پھر ہم نے گولڈن بار چلنا ہے"...... جولیا نے کہا اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ دونوں مقامی میک اپ میں تھے۔ جولیا کو میک اپ کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ ویسے ہی سوئس نژاد تھی۔

"مس جولیا۔ اب آپ کچھ دیر انتظار کریں۔ میں اور صدیقی جا کر رچی کو لے کر آتے ہیں"...... تنویر نے کہا تو جولیا کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"او کے۔ تم دونوں جاؤ اور رچی کو اٹھا کر لے آؤ"...... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ دونوں کار میں بیٹھ کر باہر نکل گے۔ جولیا ان کا انتظار کرنے لگی اور اب اسے احساس ہوا کہ انتظار کرنا کسے کہتے ہیں۔ پھر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد کار کے ہارن کی آواز سنائی دی تو جولیا اٹھ کر باہر آئی اور اس نے گیٹ کھول دیا۔ تنویر اور صدیقی کے چلے جانے کے بعد اس نے گیٹ اندر سے بند کر لیا

تھا۔ سٹور سے اسے رسی کا ایک بنڈل بھی مل گیا تھا۔ اس نے وہ بنڈل بھی ڈرائینگ روم میں لا کر رکھ دیا تھا۔

گیٹ کھلنے پر کار اندر آئی تو تنویر اور صدیقی کار سے نیچے اتر آئے۔ تنویر نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا اور ایک آدمی کو باہر کھینچ لیا اور پھر وہ اسے ٹانگوں سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا ڈرائینگ روم میں لے آیا۔ یہ رچی تھا اور وہ دونوں اسے گولڈن بار سے اٹھا کر لائے تھے۔ تنویر نے ڈرائینگ روم میں آ کر رچی کو قالین پر پٹخ دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی نظریں میز پر رکھے ہوئے رسی کے ایک بنڈل پر پڑیں تو اس نے رسی کا وہ بنڈل اٹھایا اور رچی کو رسی سے باندھنے لگا۔

''اسے ہوش میں لے آؤ'' ...... جولیا نے تنویر سے کہا تو تنویر واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے پانی کا ایک جگ بھرا اور رچی کے سر پر انڈیل دیا۔ چند لمحوں بعد رچی کو ہوش آ گیا اور اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن بندھا ہونے کی وجہ سے وہ اپنی جگہ سے اٹھ نہ سکا۔

''کون ہو تم اور تم نے مجھے کیوں اغوا کیا ہے'' ...... رچی نے ان تینوں کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا مگر تنویر نے آگے بڑھ کر رچی کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ مار دیا جس سے چٹاخ کی آواز گونجی اور رچی کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔

''سوال ہم نے پوچھنے ہیں۔ تم نے نہیں'' ...... تنویر نے غراتے

ہوئے کہا۔ تنویر کا تھپڑ کھا کر اس نے برا سا منہ بنایا تو تنویر نے اسے ایک اور زوردار تھپڑ مار دیا۔

''ایڈیٹ۔ اب تھپڑ ہی مارتے رہو گے یا کچھ پوچھو گے بھی سہی'' ...... رچی نے غراتے ہوئے کہا۔

''مجھے گالی دیتے ہو۔ مجھے'' ...... تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا اور رچی کی پسلیوں پر ایک زوردار ٹھوکر مار دی۔ ٹھوکر لگتے ہی اس کے منہ سے کراہیں نکلنے لگیں۔

''اگر تم مرد ہو تو مجھے کھول کر مجھ سے لڑ کر دیکھ لو'' ...... چند لمحے کراہنے کے بعد رچی نے کہا تو تنویر اس کی بات سن کر آپے سے باہر ہو گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر رچی کو کھولنا چاہا۔

''رک جاؤ تنویر'' ...... جولیا نے تنویر سے کہا تو تنویر نے مڑ کر جولیا کی طرف دیکھا۔

''اس نے مجھے للکارا ہے مس جولیا۔ میں اسے بتاؤں گا کہ تنویر میں کتنی طاقت ہے'' ...... تنویر نے غصے سے کھولتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھوں سے چنگاریاں سی نکل رہی تھیں۔

''تنویر۔ ہم یہاں مشن پر آئے ہوئے ہیں ذاتی لڑائی کے لئے نہیں۔ ہمارے پاس وقت کم ہے اور اس کم وقت میں ہم نے مشن مکمل کرنا ہے۔ لہٰذا تم ایک طرف ہو جاؤ'' ...... جولیا نے غصیلے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں مس جولیا۔ میں اب اسے بتا کر ہی رہوں گا کہ تنویر کیا

ہے''...... تنویر نے کہا۔

''شٹ اپ۔ تم میری حکم عدولی کر رہے ہو اور میں اس وقت تمہاری چیف ہوں اور چیف کی حکم عدولی کا مطلب تو تمہیں معلوم ہی ہو گا''...... جولیا نے بدستور غصیلے لہجے میں کہا۔

''آئی ایم سوری۔ ٹھیک ہے آپ پوچھ گچھ کر لیں''...... تنویر نے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

''رچی۔ تم سر براؤن ہسپتال کے کک انکل جونی کے گھر جاتے رہے ہو''...... جولیا نے رچی سے مخاطب ہو کر کہا۔

''کون جونی۔ میں تو کسی انکل جونی کو نہیں جانتا''...... رچی نے فوراً ہی انکار کرتے ہوئے کہا مگر جولیا نے اس کے لہجے سے ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔

''تنویر۔ تم نے اس کی زبان کھلوانی ہے''...... جولیا نے تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے مس جولیا۔ یہ طوطا ابھی فر فر بولے گا''۔ تنویر نے کہا اور پھر اس نے جیب سے ایک تیز دھار خنجر نکالا اور رچی کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے خنجر رچی کے کان پر چلایا اور اس کا کان کٹ کر گر گیا۔ پھر اس نے اس کے دوسرے کان پر بھی خنجر چلا دیا۔ اس کا دوسرا کان بھی کٹ کر نیچے جا گرا۔ اس کے بعد اس نے رچی کی ناک پر خنجر کا وار کیا اور رچی کی ناک آدھی سے زیادہ کٹ گئی۔ اب رچی کی کربناک چیخیں بلند ہونے لگی تھیں لیکن تنویر

نے اپنا ہاتھ نہ روکا۔ اس نے پہلے رچی کی ایک انگلی بھی کاٹ دی اور پھر دوسری۔

''مس جولیا۔ میں اس کے تمام اعضاء کاٹ ڈالوں گا لیکن موت اسے پھر بھی نہیں آئے گی''...... تنویر نے غراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے رچی کی تیسری انگلی بھی کاٹ دی۔

''میں سارے سوالوں کے جواب دوں گا۔ پوچھو۔ کیا پوچھنا ہے''...... رچی نے تکلیف کی شدت سے بلبلاتے ہوئے کہا تو تنویر نے اپنا ہاتھ روک لیا اور جولیا کی طرف دیکھنے لگا۔

''تم جونی انکل کے گھر جاتے رہے ہو''...... جولیا نے پوچھا۔

''ہاں۔ میں جونی انکل کے گھر جاتا رہا ہوں''...... رچی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم وہاں کس کے حکم سے اور کیا کرنے جاتے تھے''...... جولیا نے پوچھا۔

''جونی انکل ہمارا ساتھی تھا اس لئے میں اس سے ملنے جاتا تھا''۔ رچی نے کہا۔

''تم کس کے لئے کام کرتے ہو''...... جولیا نے پوچھا۔

''گولڈن بار کے مالک راڈاک کے لئے۔ راڈاک نے اپنا ایک گروپ بنایا ہوا ہے اور گروپ کے اراکین گولڈن بار میں ہی رہتے ہیں۔ ہم لوگ ہر قسم کی غیر قانونی کارروائیاں کرتے ہیں''۔ رچی نے کہا۔

"سر براؤن ہسپتال سے ایک حبشی اور ایک مریض کو راڈاک نے اغوا کیا ہے۔تم یہ بتاؤ کہ یہ دونوں اس وقت کہاں ہیں"۔ جولیا نے پوچھا۔

"مجھے اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ راڈاک صرف گولڈن بار کے ہی مالک نہیں ہیں بلکہ ان کے کئی اور کام ہیں اور کئی ٹھکانے ہیں"...... رچی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس کی اصل رہائش گاہ اور اس کی دوسری رہائش گاہوں کے بارے میں پوری تفصیل بتاؤ"...... جولیا نے کہا۔

"نیشنل سٹریٹ کوٹھی نمبر ایک سو پندرہ۔ یہ اس کی رہائشی کوٹھی ہے اور وہاں کام کے سلسلے میں بار کے ملازم جاتے رہتے ہیں اور گولڈن بار والے آفس میں بھی باس راڈاک آتے جاتے رہتے ہیں۔ میں نے انہیں ایک دو بار زیرو ہاؤس میں بھی جاتے دیکھا ہے۔ یہ زیرو ہاؤس الیون ڈاؤن سٹریٹ پر بہت پراسرار قسم کی عمارت ہے۔ راڈاک نے ہمیں کبھی وہاں نہیں بلایا اور نہ ہی کبھی یہ بتایا کہ یہ عمارت ان کی ہے۔ اس کے علاوہ میں ان کی کسی اور رہائش گاہ کے بارے میں نہیں جانتا"...... رچی نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

"راڈاک کا ڈاکٹر سمتھ سے بھی کوئی تعلق تھا"...... جولیا نے پوچھا۔

"ہاں۔ دونوں بہت اچھے دوست ہیں۔ لیکن تم نے لفظ تھا کیوں استعمال کیا ہے"...... رچی نے پوچھا۔

"اس لئے کہ ڈاکٹر سمتھ اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ وہ اپنے اصل ٹھکانے میں پہنچ چکا ہے"...... جولیا نے طنزیہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے تنویر کی طرف دیکھا۔ تنویر اور صدیقی دونوں ہی اس دوران خاموش رہے تھے۔

"تنویر۔ تم اس سے لڑنا چاہتے ہو تو لڑ لو لیکن ہمارے پاس وقت کم ہے"...... جولیا نے تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میں تو بلاوجہ غصے میں آ گیا تھا مس جولیا۔ یہ تو بہت معمولی سا کیڑا ہے۔ اس سے لڑنا میری شان کے خلاف ہے"......تنویر نے نفرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر اس نے رچی کو ٹھوکر مار دی۔

"اسے آف کر کے اس کی لاش کو کہیں چھپا دو"...... جولیا نے کہا تو تنویر نے فوراً ہی رچی کے دل میں خنجر گھونپ دیا۔ رچی کی چیخ بلند ہوئی اور بندھا ہونے کے باوجود وہ تڑپنے لگا۔ کچھ دیر تڑپنے کے بعد وہ ساکت ہو گیا۔تنویر نے اس کی لاش کو اٹھایا اور سٹور میں موجود ایک الماری میں رکھ کر الماری کو بند کر دیا۔ لاش اٹھانے کی وجہ سے اس کی شرٹ پر خون لگ گیا تھا۔ ایک بیڈ روم میں کپڑوں کی الماری بھی موجود تھی۔ تنویر نے اس الماری میں سے ایک شرٹ نکال کر پہن لی اور پھر وہ تینوں باہر آ کر کار میں بیٹھ گئے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر تنویر موجود تھا جبکہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر جولیا بیٹھی ہوئی تھی اور پچھلی سیٹ پر صدیقی بیٹھا ہوا تھا۔

وہ کئی بار لندان آ چکے تھے اس لئے یہاں کے راستوں سے وہ

اچھی طرح واقف تھے۔ چالیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد وہ نیشنل سٹریٹ پہنچ گئے اور پھر کوٹھی نمبر ایک سو پندرہ تلاش کرنے میں انہیں ذرا بھی دشواری پیش نہ آئی۔ کوٹھی نمبر ایک سو پندرہ بہت بڑی کوٹھی تھی۔ اس کوٹھی کے گیٹ پر پہنچ کر تنویر نے کار روک دی اور جولیا نے نیچے اتر کر ڈور بیل کا بٹن پریس کر دیا۔ اگلے ہی لمحے گیٹ کی ذیلی کھڑکی کھلی اور ایک مسلح چوکیدار کی صورت دکھائی دی جبکہ اس کے پیچھے بھی مسلح افراد دکھائی دے رہے تھے۔

''جی فرمایئے مس''...... اپنے سامنے ایک خاتون کو دیکھ کر چوکیدار نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''میں ڈیلی کرائم نیوز انٹرنیشنل کی رپورٹر ہوں۔ مجھے راڈاک صاحب سے ملنا ہے''...... جولیا نے چوکیدار سے مخاطب ہو کر کہا۔

''سوری مس۔ راڈاک صاحب تو یہاں تشریف نہیں رکھتے''۔ چوکیدار نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''میرا ان سے ملنا بہت ضروری ہے۔ وہ کہاں ملیں گے''۔ جولیا نے لہجے میں پریشانی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

''مس۔ ان کے کئی شہروں میں بزنس ہیں۔ زرعی فارمز ہیں اور ان سب کی دیکھ بھال کے لئے وہ کبھی کہیں اور کبھی کہیں ہوتے ہیں اس لئے ہم کچھ نہیں بتا سکتے کہ وہ آج کہاں ہوں گے''۔ چوکیدار نے بدستور مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''وہ یہاں کب مل سکتے ہیں''...... جولیا نے پوچھا۔

''سوری مس۔ اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ وہ کبھی کبھار ہی یہاں آتے ہیں اور بعض اوقات کئی کئی ماہ یہاں نہیں آتے''...... چوکیدار نے معذرت بھرے لہجے میں کہا تو جولیا نے اس کا شکریہ ادا کیا اور واپس کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ تنویر اور صدیقی کو چوکیدار کی آواز سنائی دے رہی تھی اس لئے جولیا نے تفصیل بتانے کی ضرورت محسوس نہ کی اور پھر جولیا کے اشارے پر تنویر نے کار آگے بڑھا دیا۔

''اب ہم نے زیرو ہاؤس کو چیک کرنا ہے''...... جولیا نے کہا تو تنویر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً بیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد وہ زیرو ہاؤس پہنچ گئے لیکن وہاں پہنچ کر انہیں حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔

راڈاک زیرو ہاؤس میں موجود اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے شراب کی کھلی بوتل رکھی ہوئی تھی۔ وہ آدھا گلاس بھرتا اور اسے سپ کرتا۔ جب گلاس خالی ہو جاتا تو وہ دوبارہ گلاس بھر لیتا۔ اس کے سامنے میز پر ایک انٹرکام اور کئی رنگوں کے ٹیلی فون سیٹ رکھے ہوئے تھے۔ جب بوتل آدھی سے زیادہ خالی ہوگئی تو اس نے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور دو نمبر پریس کر دیئے۔

''ڈینیل اور مارٹی کو بھیج دو''...... راڈاک نے کہا۔ مارٹی زیرو ہاؤس کا انچارج تھا۔ ایک منٹ بعد ہی ڈینیل اور مارٹی اس کے آفس میں داخل ہوئے۔ دونوں نے اسے ادب سے سلام کیا اور نظریں جھکا کر کھڑے ہو گئے۔

''مارٹی۔ اس حبشی کا کیا حال ہے''...... راڈاک نے مارٹی سے مخاطب ہوکر کرخت لہجے میں پوچھا۔

''آپ کی ہدایت کے مطابق اسے مسلسل بے ہوش رکھا جا رہا ہے''...... مارٹی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں''...... راڈاک نے کہا۔

''بہتر سر۔ آیئے''...... مارٹی نے کہا تو راڈاک اٹھ کھڑا ہوا۔

''ڈینیل۔ تم بھی ہمارے ساتھ چلو''...... راڈاک نے ڈینیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو اب تک خاموش کھڑا تھا۔

''یس سر''...... ڈینیل نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر وہ تینوں راڈاک کے آفس سے نکل کر ایک اور کمرے میں پہنچ گئے۔ اس کمرے میں پہنچ کر مارٹی واش روم میں داخل ہو گیا۔ چند لمحوں بعد اس کمرے کی ایک دیوار میں خلاء پیدا ہوا۔ یہ تہہ خانے میں داخل ہونے کا راستہ تھا اور مارٹی یہی راستہ اوپن کرنے کے لئے واش روم میں داخل ہوا تھا۔ پھر وہ تینوں اس خلاء میں داخل ہو گئے۔

نیچے سیڑھیاں جا رہی تھیں۔ سیڑھیوں کا اختتام ایک کشادہ تہہ خانے میں ہوا جہاں روشنی اور ہوا کا انتظام موجود تھا۔ اس تہہ خانے میں کئی مشینیں رکھی ہوئی تھیں اور چند بنچ بھی موجود تھے۔ ایک بنچ پر جوزف بے ہوشی کی حالت میں پڑا ہوا تھا اور اس کے جسم کو رسیوں کی بجائے اس بار زنجیروں سے جکڑا گیا تھا۔ جن زنجیروں سے اسے باندھا گیا تھا وہ کافی موٹی تھیں۔

''اسے ہوش میں لے آؤ''...... راڈاک نے کرخت لہجے میں کہا تو مارٹی ایک الماری کی طرف بڑھ گیا جبکہ راڈاک بنچ کے سامنے

رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ مارٹی نے الماری سے ایک سرنج اور انجکشن نکالا اور سرنج کو انجکشن سے بھر کر جوزف کے بازو میں انجیکٹ کر دیا۔ انجکشن لگنے کے دو تین منٹ بعد جوزف کو ہوش آنے لگا۔ ہوش میں آتے ہی اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن بندھا ہونے کی وجہ سے وہ اٹھ نہ سکا۔

''رسیاں تو تم نے توڑ لی تھیں مسٹر جوزف اب زنجیریں بھی توڑ کر دکھاؤ''...... راڈاک نے جوزف کی طرف دیکھ کر طنزیہ لہجے میں کہا۔

''میں زنجیروں کو توڑنے کی بجائے تمہاری گردن توڑنا زیادہ پسند کروں گا''...... جوزف نے غراتے ہوئے کہا۔ ڈینیل اور مارٹی کی موجودگی میں جوزف کی یہ بات سن کر راڈاک کو غصہ آ گیا اور وہ غصے کی حالت میں کرسی سے اٹھا اور اس نے دیوار پر لٹکا ہوا ایک ہنٹر اتارا اور جوزف کے قریب پہنچ کر ہنٹر جوزف پر برسانے لگا۔ ہنٹر لگنے کے باوجود جوزف کے چہرے پر تکلیف کے تاثرات نمودار نہ ہوئے بلکہ اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس مسکراہٹ کو دیکھ کر راڈاک کو اور غصہ آ گیا اور اس کا ہاتھ زیادہ تیز چلنے لگا۔

''شیر اگر جال میں قید ہو تو چوہے بھی اس کے قریب آ کر حرکتیں کرتے ہیں۔ مجھے بھی اس وقت تم کسی ایسے چوہے کی مانند لگ رہے ہو''...... جوزف نے طنزیہ لہجے میں کہا تو راڈاک کو اور زیادہ غصہ آ گیا اور وہ زیادہ زور زور سے ہنٹر مارنے لگا۔ لیکن ایسا

محسوس ہوتا تھا کہ جوزف کو اس کا اثر ہی نہیں ہو رہا۔ راڈاک کو بھی ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی پتھر پر ہنٹر برسا رہا ہو۔ آخرکار وہ تھک گیا اور ہانپنے لگا۔ جوزف کے چہرے کی مسکراہٹ اور زیادہ گہری ہو گئی۔

''میں تمہارے ڈمی ایکسٹو عرف طاہر کا بندوبست کر لوں پھر تمہیں بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالوں گا''...... راڈاک نے ہانپتے ہوئے کہا اور اس کی بات سن کر جوزف چونک پڑا۔

''ڈمی ایکسٹو۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو''...... جوزف نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''تمہارے دماغ کا لاک نہیں کھل سکا تھا لیکن تمہارے باس طاہر کے دماغ کا لاک کھل گیا تھا کیونکہ وہ بیمار تھا لہٰذا اس کے لاشعور نے ہمیں سب کچھ بتا دیا ہے کہ وہ خود ڈمی ایکسٹو ہے اور اصل ایکسٹو علی عمران ہے''...... راڈاک نے کہا تو جوزف نے زنجیروں پر زور لگانا شروع کر دیا لیکن یہ فولادی زنجیریں خاص قسم کی تھیں۔ جوزف کے زور لگانے کے باوجود ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ راڈاک نے اسے زنجیروں پر زور لگاتے ہوئے دیکھا تو مارٹی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''اسے بے ہوش کر دو''...... مارٹی نے راڈاک کا حکم ملتے ہی الماری سے ایک اور انجکشن نکالا اور سرنج بھر کر جوزف کے بازو میں انجیکٹ کر دیا۔ جوزف پر فوراً ہی بے ہوشی طاری ہونے لگی اور پھر

وہ بے ہوش ہو گیا۔ جوزف کے بے ہوش ہونے کے بعد وہ تینوں واپس اوپر پہنچ گئے۔

"یہ حبشی بہت ہی خطرناک انسان ہے۔ اس کا تم نے خاص خیال رکھنا ہے۔ میرے آفس نمبر ون کو اس اکیلے نے مکمل طور پر تباہ کر دیا تھا"...... اپنے آفس میں پہنچ کر راڈاک نے مارٹی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سر۔ آپ بے فکر رہیں۔ یہاں یہ حبشی اپنے جسم کو ایک انچ بھی حرکت نہیں دے سکے گا"...... مارٹی نے کہا تو راڈاک نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر اسی لمحے انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"...... راڈاک نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"سر۔شون کی ایمرجنسی کال ہے"...... دوسری طرف سے اس کی سیکرٹری نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ شون اس کے آفس نمبر ٹو کا سیکورٹی انچارج تھا۔

"بات کراؤ"...... راڈاک نے کہا اور پھر اس نے انٹرکام کا رسیور رکھ دیا۔ اگلے ہی لمحے میز پر موجود مختلف رنگوں کے فونز میں سے سفید رنگ کے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔راڈاک سپیکنگ"...... راڈاک نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے کرخت لہجے میں کہا۔

"سر۔ میں شون بول رہا ہوں۔ صبح آپ نے مجھے ولنگٹن بھیجا تھا اور میں ابھی وہاں سے واپس آیا ہوں لیکن یہاں تو مکمل تباہی پھیلی ہوئی ہے۔ ہمارے بہت سے ساتھیوں کی لاشیں پولیس اٹھا کر لے جا چکی ہے جبکہ مریض بھی یہاں سے غائب ہے"...... دوسری طرف سے شون کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی تو راڈاک کو ایسے محسوس ہونے لگا جیسے اس کے سر میں دھماکے سے ہو رہے ہوں۔

"یہ۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو"...... راڈاک نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا تو ڈینیل اور مارٹی بھی ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

"میں صحیح کہہ رہا ہوں جناب۔ آپ خود کر دیکھ لیں"...... شون نے کہا۔

"نہیں۔ میرا اب وہاں آنا بے کار ہے اور تم بھی فی الحال اپنے گھر چلے جاؤ یا گولڈن بار چلے جاؤ"...... راڈاک نے کرخت لہجے میں کہا اور رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

"اب مجھے مین آفس بات کرنی پڑے گی اور میرا سپیشل ٹرانسمیٹر اس وقت نیشنل روڈ والی کوٹھی میں ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں وہیں جا کر مین آفس بات کرتا ہوں"...... راڈک نے بڑبڑاتے ہوئے کہا لیکن اس کی بڑبڑاہٹ اتنی واضح تھی کہ ڈینیل اور مارٹی نے بھی سن لی تھی۔ پھر راڈاک اٹھا اور ان دونوں کو ہی نظرانداز کرتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

بلیک زیرو جس وجہ سے حیرت سے اچھلا تھا وہ وجہ ایک لڑکی کی لاش تھی۔ ڈرائینگ روم نما کمرے کی حالت بتا رہی تھی کہ یہاں اچھی خاصی فائٹ ہوئی ہے۔ بلیک زیرو لڑکی کی لاش کے قریب پہنچا تو اس نے محسوس کیا کہ لڑکی کو مرے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ لاش کو چیک کرنے کے بعد وہ فلیٹ کی تلاشی لینے لگا اور ساتھ ہی یہ بات بھی سوچ رہا تھا کہ اس لڑکی کو کس نے قتل کیا ہو گا۔ تلاشی کے دوران اسے ایک الماری سے جدید ترین میک اپ باکس ملا۔ میک اپ باکس ملتے ہی اس کے ذہن میں ایک خیال ابھرا۔ اسے زیرو ہاؤس میں بغیر رکاوٹ کے داخل ہونے کا کوئی طریقہ نہیں مل رہا تھا لیکن اس میک اپ باکس کے ملتے ہی اسے طریقہ سمجھ میں آ گیا اور پھر وہ آئینے کے سامنے کھڑا ہو گیا اور میک اپ کرنے لگا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد اسے آئینے میں اپنے چہرے کی بجائے

ڈاکٹر سمتھ کا چہرہ نظر آ رہا تھا اور پھر وہ برٹنی کے فلیٹ سے باہر آ گیا۔ پلازہ سے باہر آ کر اس نے ٹیکسی لی اور الیون ڈاؤن سٹریٹ پر موجود زیرو ہاؤس کے قریب اتر گیا۔ پھر وہ پیدل چلتا ہوا زیرو ہاؤس کے گیٹ پر پہنچ گیا۔ اس نے کال بیل کا بٹن دبایا تو اگلے ہی لمحے چھوٹا دروازہ کھلا اور ایک مسلح پہرے دار باہر آ گیا۔

''اوہ ڈاکٹر صاحب آپ''...... مسلح شخص نے چونکتے ہوئے کہا اور پھر اس نے سلام کیا۔

''راڈاک موجود ہے یہاں''...... بلیک زیرو نے ڈاکٹر سمتھ کے لہجے کی نقل کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں سر۔ وہ تو چند لمحے پہلے نکلے ہیں''...... مسلح شخص نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں ان کے آفس میں بیٹھ کر ان کا انتظار کر لوں گا''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''جی بہتر۔ تشریف لائیے''...... مسلح شخص نے کہا تو بلیک زیرو اندر داخل ہو گیا۔

''تم ڈاکٹر صاحب کو راڈاک صاحب کے کمرے تک چھوڑ آؤ''...... مسلح شخص نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا اور وہ بلیک زیرو کے ساتھ چلنے لگا۔ بلیک زیرو جان بوجھ کر اس سے ایک قدم پیچھے ہو گیا تھا۔ کچھ دیر تک چلنے کے بعد وہ ایک دروازے پر پہنچ کر رک گیا اور پھر اس نے کمرے کا دروازہ کھولا اور ادب سے جھکتے ہوئے

بلیک زیرو کو اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا۔ بلیک زیرو اس کمرے میں داخل ہو گیا۔ یہ کمرہ آفس کے انداز میں سجا ہوا تھا۔ میز پر کئی رنگوں کے ٹیلی فون سیٹ رکھے ہوئے تھے اور ایک انٹر کام بھی پڑا ہوا تھا۔ اس بڑی میز کے ساتھ ایک کمپیوٹر ٹیبل بھی رکھی ہوئی تھی جس پر کمپیوٹر موجود تھا۔

مسلح شخص بلیک زیرو کو دروازے تک پہنچا کر واپس چلا گیا تھا جبکہ بلیک زیرو آگے بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اسے بیٹھے ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ایک آدمی ٹرے میں شراب کی بوتل اور ایک گلاس لئے اندر داخل ہوا اور اس نے مؤدبانہ انداز میں بلیک زیرو کو سلام کیا اور ٹرے اس کے سامنے میز پر رکھ دی۔ پھر وہ مڑ کر جانے ہی لگا تھا کہ سفید رنگ کے فون کی بیل بجنے لگی تو وہ رک گیا اور پھر اس نے مڑ کر فون کا رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ مارٹی سپیکنگ"...... اس شخص نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"نہیں سر۔ راڈاک صاحب تو موجود نہیں ہیں۔ کیا۔ کیا ڈاکٹر سمتھ قتل ہو چکے ہیں"...... مارٹی نے انتہائی حیرت سے چیختے ہوئے کہا تو بلیک زیرو فوری طور پر حرکت میں آ گیا۔ اس نے کریڈل پر ہاتھ رکھا اور اس کے ساتھ ہی مشین پسٹل کا دستہ مارٹی کے سر کے پچھلے حصے پر مار دیا۔ مارٹی لہرا کر قالین پر گر پڑا۔ بلیک زیرو نے آگے بڑھ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا اور پھر اس نے مارٹی کی

ٹائی کھولی اور اس کے ہاتھ اس کی پشت پر کر کے باندھ دیئے اور اپنی جیب سے ایک خنجر نکال لیا۔ چند لمحوں بعد اس نے مارٹی کے منہ پر تھپڑ مارنے شروع کر دیئے۔ تیسرے یا چوتھے تھپڑ پر مارٹی کو ہوش آ گیا۔ جیسے ہی اسے ہوش آیا بلیک زیرو نے خنجر سے اس کی سر پر ضرب لگائی تو وہ تڑپ کر اٹھا لیکن بلیک زیرو نے اس کی گردن پر مکا مارا اور اسے کرسی پر بٹھا دیا۔ پھر اس نے مارٹی کے سر کے پچھلے حصے میں خنجر سے ایک کٹ لگایا اور پھر اس کٹ پر مشین پسٹل کا دستہ مارا تو مارٹی کرسی پر ڈھیلا پڑ گیا اور اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ اس پر نیم بے ہوشی کی سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔

"بتاؤ۔ راڈاک کہاں گیا ہے"...... بلیک زیرو نے غراتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"نیشنل روڈ پر اس کی ذاتی رہائش گاہ ہے۔ وہ وہاں گیا ہے"۔ مارٹی نے لاشعوری انداز میں بولتے ہوئے کہا۔

"یہاں ایکسٹو کے بارے میں کون کون جانتا ہے"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"راڈاک، میں اور ڈینیل"...... مارٹی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"راڈاک کی نیشنل روڈ والی کوٹھی کا ایڈریس بتاؤ"...... بلیک زیرو نے کہا تو اس نے ایڈریس بتا دیا۔

"یہاں ایک حبشی ہے۔ تم نے اسے کس کمرے میں قید کیا ہوا

ہے''...... بلیک زیرو نے پوچھا۔

''وہ نیچے تہہ خانے میں قید ہے''...... مارٹی نے کہا۔

''تہہ خانے کا راستہ کہاں ہے اور وہ کیسے کھلتا ہے''...... بلیک زیرو نے پوچھا تو مارٹی نے تہہ خانے کے راستے کے متعلق بھی بتا دیا اور ساتھ ہی تہہ خانہ کھولنے کا طریقہ بھی بتا دیا۔

''ڈینیل کا حلیہ بتاؤ''...... بلیک زیرو نے کہا تو مارٹی نے ڈینیل کا حلیہ بتا دیا۔

''راڈاک نیشنل روڈ والی کوٹھی پر کیا کرنے گیا ہے''...... بلیک زیرو نے پوچھا۔

''وہ مین آفس کو ایکسٹو کے بارے میں بتانے گیا ہے''۔ مارٹی نے جواب دیتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو نے اس کے دل پر مشین پسٹل رکھ کر ٹریگر دبا دیا کیونکہ اس نے اس سے مزید کوئی سوال نہیں پوچھنا تھا۔ اس کام سے فارغ ہو کر بلیک زیرو دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ کمرے سے نکل کر اس نے دیکھا کہ ایک شخص اسی کمرے کی طرف آ رہا تھا اور مارٹی کے بتائے ہوئے حلیئے کے مطابق وہ ڈینیل تھا۔

''ڈینیل۔ میرے ساتھ تہہ خانے میں چلو۔ میں اس حبشی کو دیکھنا چاہتا ہوں''...... بلیک زیرو نے اس کے قریب پہنچتے ہی کہا۔

''اوکے سر۔ آیئے''...... ڈینیل نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

راڈاک کو مین آفس اطلاع دینے سے روکنا بے حد ضروری تھا اور

جوزف کو رہا کرانا بھی ضروری تھا اور چونکہ وہ اس وقت اسی بلڈنگ میں موجود تھا جہاں جوزف کو قید کیا گیا تھا اس لئے اس نے پہلے جوزف کو اس قید سے رہائی دلانے کا فیصلہ کیا۔

بلیک زیرو ڈینیل کے ساتھ تہہ خانے میں پہنچ گیا جہاں جوزف ایک بنچ پر زنجیروں میں جکڑا ہوا بے ہوشی کی حالت میں پڑا ہوا تھا۔

''اسے ہوش میں لے آؤ''...... بلیک زیرو نے ڈاکٹر سمتھ کے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا تو ڈینیل الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ایک انجکشن تیار کیا اور پھر وہ انجکشن جوزف کے بازو میں انجیکٹ کر دیا۔ جیسے ہی وہ انجکشن سے فارغ ہوا بلیک زیرو نے مشین پسٹل سے اس کے سر کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ مرتے وقت اس کی آنکھوں میں شدید حیرت کے تاثرات تھے۔ اس کے فرش پر گرتے ہی بلیک زیرو نے جوزف کی زنجیروں کا جائزہ لیا تو اسے زنجیر میں لگا ہوا ایک لاک نظر آ گیا۔ بلیک زیرو نے مشین پسٹل سے فائر کر کے لاک توڑ دیا اور پھر وہ زنجیریں کھولنے لگا۔ اس دوران جوزف کو بھی ہوش آ گیا تھا اور وہ حیرت سے بلیک زیرو کو دیکھ رہا تھا۔

''جوزف۔ میں طاہر ہوں''...... بلیک زیرو نے اسے حیران ہوتے دیکھ کر جلدی سے اپنے اصل لہجے میں بولتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو کی آواز سن کر جوزف مطمئن ہو گیا۔ اس دوران بلیک زیرو نے زنجیریں ہٹا دی تھیں اور جوزف اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا لیکن وہ لڑکھڑا گیا۔ بلیک زیرو فوراً ہی اس کی طرف بڑھا اور جوزف کو ہلکی

پھلکی ورزش کرانے کے بعد وہ الماری کی طرف بڑھ گیا جہاں اسلحہ بھی موجود تھا۔ اس نے الماری سے دو مشین گنیں اٹھائیں اور دوبارہ جوزف کی طرف بڑھنے لگا۔

"طاہر صاحب۔ یہاں کچھ لوگ ایکسٹو کے راز سے واقف ہو گئے ہیں"...... جوزف نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں۔ میں نے ان سب کا خاتمہ کر دیا ہے۔ سوائے ان کے باس کے۔ ان کا باس اپنے مین آفس میں رپورٹ دینے گیا ہے اور ہم نے اسے روکنا ہے اس لئے میں تو فوری طور پر نکل رہا ہوں۔ تم نے یہاں موجود سب لوگوں کا خاتمہ کرنا ہے اور پھر ہوٹل سی روز پہنچنا ہے۔ ہماری ملاقات وہیں ہو گی"...... بلیک زیرو نے کہا اور پھر اس نے اپنے قدم سیڑھیوں کی طرف بڑھا دیئے۔ جوزف اس کے پیچھے تھا لیکن سیڑھیوں کے اختتام تک پہنچ کر جوزف رک گیا اور بلیک زیرو باہر نکل گیا۔ بلیک زیرو نے دونوں مشین گنیں جوزف کو دے دی تھیں۔ جوزف نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ بلیک زیرو سے پانچ منٹ بعد تہہ خانے سے نکلے گا تاکہ بلیک زیرو اطمینان سے اس بلڈنگ سے نکل جائے۔

بلیک زیرو تہہ خانے سے نکل کر مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ راستے میں اسے کئی افراد ملے اور ان سب نے بلیک زیرو کو ادب سے سلام کیا تھا۔ یہ اچھی بات تھی کہ ابھی تک اس کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ مارٹی کو معلوم نہیں کس نے اطلاع دی

تھی کہ ڈاکٹر سمتھ مارا جا چکا ہے۔ شاید وہ مارٹی کو ہی اطلاع دے کر مطمئن ہو گیا تھا۔ بلیک زیرو گیٹ کے قریب پہنچا تو وہاں دو کاریں موجود تھیں۔ اس نے یہاں سے ایک کار بھی لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ مسلح پہرے دار اس کے قریب آئے اور انہوں نے بلیک زیرو کو ادب سے سلام کیا۔

"راڈاک صاحب تو ابھی تک نہیں آئے اس لئے میں ان سے نیشنل روڈ والی کوٹھی پر ہی مل لیتا ہوں۔ ہاں۔ میری کار بھی آج ہی خراب ہوئی ہے اس لئے میں یہاں سے ایک کار بھی لے کر جا رہا ہوں"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"اوکے سر"...... مسلح پہرے دار نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر گیٹ کھول دیا۔ بلیک زیرو ایک کار میں بیٹھا تو چابی اگنیشن میں موجود تھی۔ اگلے ہی لمحے اس کی کار زیرو ہاؤس سے باہر نکلی اور انتہائی تیز رفتاری سے نیشنل روڈ کی طرف بڑھنے لگی۔ کچھ دیر کی تیز رفتار ڈرائیونگ کے بعد وہ راڈاک کی ذاتی رہائش گاہ تک پہنچ گیا۔ اس نے کار کا ہارن بجایا تو پہلے چھوٹا دروازہ کھلا اور پھر چوکیدار نے اسے دیکھا اور گیٹ کھول دیا۔ یقیناً ڈاکٹر سمتھ یہاں بھی آتا رہتا تھا۔ کوٹھی میں داخل ہو کر بلیک زیرو کار سے نیچے اتر آیا۔

"راڈاک صاحب کہاں ہیں"...... بلیک زیرو نے چوکیدار سے پوچھا۔

"سر اس کمرے میں ہیں"...... چوکیدار نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو اس کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے کے قریب پہنچ کر اس نے کمرے کے دروازے پر دباؤ ڈالا تو دروازہ کھل گیا اور بلیک زیرو کمرے میں داخل ہو گیا۔ کمرے میں راڈاک ایک میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے ایک ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا۔ ٹرانسمیٹر پر وہ کسی سے رابطہ کرنے کی کوشش میں مصروف تھا۔

"ہیلو۔ مین آفس۔ ڈبل زیرو ڈبل ٹو ڈبل ون کالنگ۔ اوور"۔ راڈاک نے مخصوص کوڈ دوہراتے ہوئے بلیک زیرو کو دیکھا اور پھر اسے ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اسی وقت اس کی کال بھی رسیور کر لی گئی تھی۔

"یس۔ ڈبل زیرو ڈبل ٹو ڈبل ون مین آفس اٹنڈنگ یو۔ اوور"۔ دوسری طرف سے ایک مشینی آواز سنائی دی اور اسی لمحے بلیک زیرو نے مشین پسٹل نکال کر راڈاک کے دل کا نشانہ لیتے ہوئے ٹریگر دبا دیا۔

"ہیلو۔ تم نے فائر کی آواز سن لی ہے۔ اوور"...... بلیک زیرو نے ٹرانسمیٹر منہ کے قریب کرتے ہوئے کہا۔

"کون ہو تم اور یہ فائر کیسا تھا۔ اوور"...... دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"تمہارے اس معمولی سے مہرے نے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے

آڑے آنے کی کوشش کی تھی اور نتیجے کے طور پر وہ ختم ہو گیا ہے۔ اوور اینڈ آل"...... بلیک زیرو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع کر کے کمرے سے باہر نکل آیا۔ چونکہ کمرہ ساؤنڈ پروف تھا اس لئے فائر کی آواز کمرے سے باہر سنائی نہیں دی تھی۔ بلیک زیرو کار کے قریب پہنچ کر کار میں بیٹھا اور کار سٹارٹ کر کے اس نے کار موڑی دی۔ اسے واپس جاتے دیکھ کر چوکیدار نے گیٹ کھول دیا اور بلیک زیرو کوٹھی سے باہر نکل آیا اور اب وہ جلد از جلد عمران کو رپورٹ دینا چاہتا تھا۔

جولیا، تنویر اور صدیقی زیرو ہاؤس پہنچے تو زیرو ہاؤس میں بھی زبردست فائرنگ ہو رہی تھی۔ وہ یہی فائرنگ کی آوازیں سن کر حیران ہوئے تھے۔ فائرنگ سے ایسے لگ رہا تھا جیسے دو فوجیں آپس میں لڑ رہی ہوں۔ وہ گیٹ سے کچھ فاصلے پر ہی رک گئے تھے اور اس فائرنگ کے رکنے کا انتظار کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد اچانک فائرنگ رک گئی اور پھر انہیں اس وقت مزید حیرت ہوئی جب انہوں نے زیرو ہاؤس کے بڑے سے گیٹ سے جوزف کو باہر نکلتے دیکھا۔

''جوزف۔ ادھر آؤ''...... تنویر نے بلند آواز سے جوزف کو پکارتے ہوئے کہا تو جوزف نے چونک کر ان کی طرف دیکھا اور پھر وہ تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔ صدیقی نے اس کے لئے کار کا

پچھلا دروازہ کھولا تو وہ صدیقی کے ساتھ پچھلی سیٹ پر سکڑ کر بیٹھ گیا اور تنویر نے تیزی سے کار آگے بڑھا دی۔ فائرنگ کی آواز سن کر لوگ بھی خوفزدہ ہو کر چھپ گئے تھے اور اب پولیس سائرن کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔

''ہم لوگ تو تمہاری تلاش میں یہاں آئے تھے اور وہ صاحب کہاں ہیں جن کے ساتھ تم آئے تھے''...... جولیا نے جوزف سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ تنویر اور صدیقی کے چہرے پر بھی یہی سوال موجود تھا۔

''وہ صاحب تو نجانے کب ٹھیک ہو کر اور ان لوگوں کو چکر دے کر نکل گئے جبکہ مجھے انہوں نے مسلسل بے ہوش رکھا۔ آج مجھے ہوش آیا ہے تو میں نے ایکشن میں آ کر سب کا خاتمہ کر دیا''۔ جوزف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ ہمارا مشن مکمل ہو گیا ہے''...... جولیا نے تنویر اور صدیقی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''مجھے تو معلوم ہی نہیں کہ کب مشن شروع ہوا اور کب ختم ہوا''۔ تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''جوزف۔ اب تم کیا کرو گے''...... جولیا نے جوزف سے پوچھا۔

''میں باس کو اطلاع کروں گا اور پھر جیسے باس حکم دے گا میں ویسے ہی کروں گا''...... جوزف نے کہا۔

"کیا تم عمران کو فون کرو گے"...... جولیا نے کہا۔

"جی ہاں۔ باس نے مجھے ایک سیٹلائٹ موبائل فون دیا تھا اور میری خوش قسمتی ہے کہ وہ ابھی تک میری جیب میں موجود ہے"۔ جوزف نے کہا اور پھر اس نے جیب سے موبائل فون نکال کر آن کر دیا۔

عمران فون پر بلیک زیرو کی آواز سن کر حیران ہو رہا تھا۔

"تم تو ابھی ٹھیک بھی نہیں ہوئے تھے اور اغوا بھی ہو گئے۔ پھر کہاں سے اور کیسے بول رہے ہو"...... عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ اس کی صحت مند آواز سن کر عمران کو خوشی ہو رہی تھی اور پھر بلیک زیرو نے اسے تفصیل سے سب کچھ بتا دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ جولیا، تنویر اور صدیقی سے تمہاری ملاقات نہیں ہوئی۔ تم نے ان کا کوئی ذکر نہیں کیا"...... عمران نے بلیک زیرو سے پوچھا۔

"کیا وہ یہاں گریٹ لینڈ آئے ہوئے ہیں"...... بلیک زیرو نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ میں نے انہیں تمہارے پیچھے بھیجا تھا۔ اب تم نے ان سے ملے بغیر ہی واپس آنا ہے"...... عمران نے کہا۔

''او کے عمران صاحب۔ میں واپس آ رہا ہوں''...... بلیک زیرو نے کہا تو عمران نے اللہ حافظ کہہ کر رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

چند لمحوں بعد عمران کے موبائل فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے جیب سے موبائل فون نکالا اور آن کر دیا۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں''۔ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''باس۔ میں جوزف بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے جوزف کی آواز سنائی دی اور پھر اس نے بتایا کہ جولیا، تنویر اور صدیقی اس کے ساتھ ہیں تو عمران نے انہی کے ساتھ اسے واپس آنے کی ہدایت کی اور پھر کچھ دیر بعد دانش منزل کے فون پر جولیا کی کال بھی آ گئی اور عمران نے بطور ایکسٹو انہیں بھی واپس آنے کی ہدایت کر دی۔

بلیک زیرو کی صحت یابی سے اس کے ذہن پر سے بہت بڑا بوجھ اتر گیا تھا اور پھر اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی اور طمانیت سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

عمران سیریز میں ایک ناقابل فراموش ناول
گیم اوور
مکمل ناول
مصنف ارشاد العصر جعفری

عمران سیریز میں دلچسپ اور یادگار ایڈونچر
علی عمران اور موت کے متلاشی میجر پرمود کا مشترکہ کارنامہ
ڈریگون آئی لینڈ
مکمل ناول
مصنف صفدر شاہین

ارسلان پبلی کیشنز
اوقاف بلڈنگ
پاک گیٹ
ملتان
Ph 061-4018666
Mob 0333-6106573